

UNIVERSAL
LIBRARY

OU_232217

UNIVERSAL
LIBRARY

کلمۃ اعداء قالف بین قلوبکم
 کتبہ علی بن ابی طالب
 کتبہ علی بن ابی طالب

نام این نامہ والاست قرآن السعیدین
 کز بلندیش بسعیدین سپرست قرآن
 مثنوی

قرآن السعیدین

حضرت امیر خسرو دہلوی

بہ تنقید

جناب خاں صاحب مولوی محمد اکیل صاحب مرحوم میرٹھی

و بہ تمہید

مشرعیہ حسن بنی بی اے (علیگ) مہتمم دفتر کلیات خسرو

و جنرل سپرنٹنڈنٹ صد دفتر تکمیل مسلم یونیورسٹی علی گڑھ

باتہام محمد مقتدی خاں شروانی

مطبع اشرفی علی گڑھ ۱۳۴۷
 ۱۹۶۱ء طبع

انتساب

یہ سلسلہ نہایت فخر و مباہات کے ساتھ حسب
اجازتِ اعلیٰ حضرت بندگانِ عالی متعالیٰ ہرگز اللہ
ہائسِ اصیاف جاہ مظفر الممالک نظام الملک نظام الدولہ
نواب میرسر عثمان علی خاں بساؤ
فتح جنگ جی سی ایس آئی جی سی بی خلد اللہ
وسلطانہ وادام اقبالہ کے نام نامی اسم سامی
کے ساتھ منسوب و معنون کیا جاتا ہے

ثنوی

قرآن السعید

مختصر فہرست مضامین

صفحہ	مضمون	پہچان
	تمہید	
۱	یاد رفتگان، اعتراف و شکر	۱
۶	خسر و کی طبع زاد ثنویوں بالخصوص قرآن السعید کی خصوصیات	۲
۴۰	قرآن السعید میں دہلی قدیم کے متعلق معلومات	۳
۵۱	قرآن السعید کا سلسلہ تواریخ، شعور و سنین	۴
۵۶	قرآن السعید میں مدح شیخ کے موجود نہ ہونے کی وجہ	۵
	ہندوستان کا خسر و پر اور خسر و کا ہندوستان پر اثر اور ثنوی قرآن السعید	۶
۵۷	کا احسن لاتی نتیجہ	
	مقدمہ	
۱	تقریب نظم و وجہ تسمیہ	۱

صفحہ	مضمون	نمبر
۲	واقعات	۲
۴۷	خسرو کی ملازمت کا حال پر سبیل اجمال	۳
۵۵	فرمایش نظم اور تصنیف شنوی قرآن السعیدین	۴
۵۹	وصف نگاری	۵
۷۱	تظہیر منزل	۶
۹۵	مقامات شنوی	۷
۱۳۵	صنایع و بدائع	۸
۱۶۳	قبول عام	۹
۱۶۵	خاتمہ	۱۰
 متن 		
۱	حمد، نعت، مدحِ شاہ	۱
۲۸	صفتِ ہلی و متعلقات	۲
۴۸	ابتدائی واقعات (دیکھنا دے اودہ پہنچنے تک)	۳
۱۱۴	طلاقات پسرو پور (آغاز نامہ و پیام)	۴
۲۴۳	ختم کتاب	۵

مہر

ثنوی قرآن السَّعْدِیْنَ خُسرُو

نُشْتہ

سید حسن بُرنی بی اے

اِس سخن چنڊ کہ بخیو است ست
شاعری نیست ہمہ است ست

(از ثنوی قرآن السَّعْدِیْنَ)

فہرست مضامین

مہتمب

قرآن السعدین

صفحہ	مضمون
۵-۱	(۱) یادِ رنگاں، اعتراف و شکریہ
۱	یادِ رنگاں بسلسلہ خسروی
۲	مولانا اسماعیل مرحوم کی خدمات متعلق بسلسلہ خسروی
۴	مولانا کی ادبی خدمات
۳	مولانا کے مختصر حالات
۴	مولانا کی تعلیمی خدمات
۴	اعتراف و شکریہ بسلسلہ ترتیبِ کلیات خسرو
۵	راستہ کی مولانا سے ملاقات بسلسلہ مذکورہ
۴	قرآن السعدین کی تنقید مولانا کی اخیر تصنیف ہے
۴-۳۰	(۲) خسرو کی طبعِ زاد مثنویوں بالخصوص مستران السعدین کی خصوصیات
۶	مثنویات خسرو کی دو قسمیں ”اتباعی“ اور ”طبعِ زاد“
۴	”اتباع“ کے صحیح معنی
۴	طبعِ زاد مثنویوں میں قرآن السعدین پہلی مثنوی ہے اور اپنا جواب نہیں رکھتی

(۱) پہلی خصوصیت ”تاریخی اہمیت“

- ۸ خسرو کی مثنویوں سے تاریخ ہند کے پچاھ سالہ معتبر حالات دستیاب ہوتے ہیں
- ۹ قرآن السعدین کے تمام واقعات خسرو کے چشم دید ہیں
- ۱۰ ان واقعات کے عینی مشاہدہ کے متعلق خسرو کے بیانات
- (۱) خط از غزوۃ الکمال مشتمل حالات روحانی و رسیدن باوودہ و کیفیت ہجر و مفارقت
- (۲) خط از اعجاز خسرو مشتمل حالات ملاقات کیقاہ و باہر خود و ملاقات خسرو شمس
- دیر و انیر و رفتن خسرو باوودہ

۲۰

مختصر حالات شمس و دیر و انیر الدین

(ب) دوسری خصوصیت ”واقیعت“

- ۲۲ واقیعت کے معنی اور اس کے دو پہلو، انتخاب جزئیات اور تفصیل کو الٹ
- ۶ قرآن السعدین میں واقیعت کا کمال
- ۲۳ وصف نگاری کا واقعہ نگاری سے تعلق
- ۱۱ انتخاب جزئیات اور تفصیل کو الٹ کی مثال قرآن السعدین سے
- ۲۴ مناظر فطرت کی مصوری اسی خصوصیت کے تحت میں داخل ہے
- ۱۲ مثنوی قرآن السعدین میں مناظر فطرت کا بیان
- (ج) تیسری خصوصیت ”ادراک نفسانیات و حفظ و تفریق شخصیات“
- ۲۵ تاریخی مثنویوں میں اس خصوصیت کو پورا کرنے کی آسانی اور وقت
- ۶ ”وصف نگاری“ اور ”ادراک نفسانیات“ در اہل واقیعت کے خارجی اور داخلی پہلو
- ۲۶ داخلی پہلو کو پورا کرنے کی دشواری اور خسرو کو اس کا احساس
- ۶ قرآن السعدین کے اشخاصِ قنتمہ

صفحہ	مضمون
۲۰	کیقباد
۲۱	خسر و کی مثنویاں اس عمدگی تا یخ کا آئینہ ہیں
۲۲	قرآن السعدین کی غزلیات تیسری خصوصیت کے تحت میں داخل ہیں
۲۸	یہ غزلیات مجروح جذبات کے لباس میں تمام قصہ کو بیان کر دیتی ہیں
۳۰	غزل پر لفظ شاعری کا سب سے زیادہ اطلاق ہو سکتا ہے
۳۱	شاعری کو معیار پر قرآن السعدین کی غزلیات پوری اُترتی ہیں
۳۲	خسر و کی غزل سرائی خاص رنگ کھتی ہے
۳۳	قرآن السعدین کی غزلیات اس مثنوی میں ایک پر لطف تنوع پیدا کر دیتی ہیں
	(د) چوتھی خصوصیت ”جذت“
۳۴	خسر و کی طبیعت جذت پسند اور طرد آفرین تھی اور تقلید میں بھی حریت ذہنی کو برقرار رکھا گیا ہے
۳۵	مثنوی قرآن السعدین جذت کا نمونہ ہے
۳۶	جذت شاعری کا تعلق تخیل سے اور تخیل کی اہمیت
۳۷	خسر و کے تخیل کی کیفیت
۳۸	تخیل کی مثال مغلوں کی بچوت سے
۳۹	(ک) پانچویں خصوصیت ”تناسب“
۴۰	فنون لطیفہ میں تناسب کے معنی
۴۱	مثنوی میں تناسب قائم رکھنے کی دشواری
۴۲	قرآن السعدین اور تناسب
۴۳-۴۰	(۳) قرآن السعدین میں دہلی قدیم کے متعلق تاریخی معلومات

صفحہ	مضمون
۴۰	قرآن السعدین کے بعض نسخوں میں اس ثنوی کا نام ثنوی درصفتِ دہلی، کیوں لکھایا جاتا ہے
۴۱	دہلی کے متعلق معلومات
۴۲	اس کا لقب ”قبة الاسلام“ تھا
۴۳	شہر ہپاری پر آباد تھا
۴۴	دہلی کے تین حصہ تھے
۴۵	قصر مغزی واقع کیلوٹری
۴۶	”شہر نو“ (کیلوٹری) کی بنیاد کیتھو سے بہت پہلے پڑی تھی
۴۷	دہلی کی عمارات
۴۸	مسجد جامع میں نو گنبد تھے اور ”دیوان“ کا سلسلہ غیر مستقیم تھا
۴۹	منارہ ماڈنہ اور اس کے اوپر کے درجے کی کیفیت
۵۰	تو عن سلطان
۵۱	مضافات دہلی
۵۲	سیری اس وقت بہت زار تھا
۵۳	اندپت
۵۴	لمپت
۵۵	ہبا پور
۵۶	افغان پور
۵۷	دہلی اور مضافات دہلی کا نقشہ
۵۸-۵۹	قرآن السعدین کا سلسلہ تواریخ و شہر و زمین
۶۰	قرآن السعدین میں کن تواریخ کا صراحت سے ذکر پایا جاتا ہے

- واقعات کا سلسلہ قائم کرنے سے قرآن السعدین کے اصل واقعہ یعنی ملاقات کی تاریخ
- ۵۳ اخیر جمادی الاول ۱۰۰۰ھ قرار پائی ہے
- ۶ جلوس کی قیاد کی تاریخ اوائل ۱۰۰۰ھ قرار پائی ہے
- خسر کے قیام اور وہ کی صحیح مدت کیا ہے اور بظاہر جو اختلاف خسر کے بیانات میں پایا جاتا
- ۵۴ ہے وہ کس طرح رفع ہوتا ہے
- ۵۴-۵۶ (۵) قرآن السعدین میں مدح شیخ کے موجود نہونے کی وجہ
- ۵۶ مدح شیخ کا التزام خمسہ اور بعد کی مشنویوں میں
- قرآن السعدین اور خمسہ سے پہلے کی دوسری مشنویوں میں مدح شیخ کا نہ پایا جانا عدم تعلقاً کو ظاہر کرتا
- ۶ (۱) خود خسر کے ابتدائی دیوانوں میں مدح شیخ موجود ہے
- ۶ (۲) معتبر ترین تواریخی شواہد ثابت کرتے ہیں کہ شیخ کے ساتھ خسر کا تعلق عنفوان شباب
- ۶ سے پیدا ہو گیا تھا
- ۵۴ اس فروگزاشت کی وجہ
- (۶) ہندوستان کا خسر و پورا خسر کا ہندوستان پر اثر اور مشنوی قرآن السعدین کا اخلاقی نتیجہ ۵۱-۵۴
- ۵۴ مشنوی قرآن السعدین کا ایک قصہ طلب شعر جس میں ایک ہندی لفظ سے لطیفہ پیدا کیا گیا ہے
- ۵۸ ہندی الفاظ کا خسر کے یہاں آزادانہ استعمال
- ۶ خسر کی شاعری کی اہم اور سبق آموز خصوصیت ”ہندوستانی“
- ۵۹ خسر و ہندوستان کی تاریخ میں نمایاں حیثیت رکھتے ہیں
- ۶ خسر و اس عہد کے صحیح نمائندہ ہیں
- ۶ خسر کا ہندوستان کی تاریخ پر گہرا اثر پڑا ہے
- ۶۰ خسر کا ملک کی مشترک تہذیب کی ترقی میں خاص حصہ ہے
- ۶۰ قرآن السعدین کا اخلاقی نتیجہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اللہ انہ آج سے چار برس پہلے جب کلیات امیر خسرو کی اشاعت کا خیال پیدا ہوا تو ملک میں ابھی تک وہ بزرگ موجود تھے جو ماضی کو سمجھتے اور اُسے حال و مستقبل سے دُشناس کر سکتے تھے۔ حالی، شبلی اور اسماعیل اسی کاروانِ قدیم کے سالارِ راہ تھے۔ لیکن یہ قافلہ مرحلہ پائی کر چکا تھا، اور اُن کے نقوشِ قدم بہت جلد اُس منزل تک پہنچنے والے تھے جس سے اگے گم شدگانِ عدم کا سرِ غ نہیں لگتا۔ اُس زمانے میں مولانا حالی پیرانہ سالی سے معذور اور پارہ کاب تھے۔ مولانا شبلی کا قلم ابھی تک ہاتھ سے نہ چھوٹا تھا، لیکن سیاقِ اجل کمیں لگائے بٹھاتا تھا۔ مولانا اسماعیل بھی اپنے دوسرے معاصرین کی طرح آفتابِ لبِ بام تھے۔ لیکن کمرِ ہمتِ سِت باندھ کر منزلِ مقصود کی رہ پائی کے لیے آمادہ ہو گئے۔ گردشِ اضی کے دو تین دور وہ اس وادی میں مرحلہ پیا ہے۔ جب کہ منزلِ مقصود کے دُھندلے انسان

دکھائی دینے لگے تھے اور اُمید کی شعاعیں کوشش کے راستہ کو منور کر رہی تھیں
 یکایک اعلیٰ اہل فن و ادیب، اور مولانا البتیک لکھنؤ کے ساتھیوں سے، جو کسی قدر
 پہلے روانہ ہو چکے تھے، جا ملے ۵

جلسہ یارِ پریشان شد ز بادِ نبردِ ۱۹۱۱ بر گیزی کوئی اندر گلستانِ پید

سلسلہ خسروی میں ”حیات“ کا قعر مولانا کے نام ڈالا گیا تھا، بعد میں ثنوی
 قرآن السعدین بھی اُن کے سپرد ہوئی۔ اُن کی عمر کو آخری دھائی برس اسی علمی مشغلہ
 میں گزے۔ اس مدت میں قرآن السعدین پر مکمل تنقید لکھی، حیات خسروی کے لیے
 بہت سا مواد جمع کیا اور سوانح عمری کے چند اجزاء ترتیب دے لیے جن میں مغز الدین
 کی قباد کے اخیر عہد (۱۸۹۹ء) تک خسرو کے حالات درج ہیں۔ افسوس قضا نے
 اتنی مہلت نہ دی کہ یہ عظیم الشان علمی منصوبہ مولانا کے ہاتھوں سر انجام پا جاتا۔
 یکم نومبر ۱۹۱۱ء کو سہ پہر کے وقت پچھتر برس کی عمر میں چند روزہ علالت کے بعد
 اُن کا انتقال ہو گیا۔

مولانا سمیع اللہ ہمارے لیرچر کے اُن معدودے چند مرتبوں میں سے ہیں جن کا
 نام شہرت عام حاصل کر چکا ہے، اور کسی تعارف کا محتاج نہیں ہے۔ وہ شروظ نظم و نوت میں
 ملک کے چند بہترین اہل قلم میں شمار ہوتے تھے۔ بچوں کے لیے اُن کی تصنیف کیا
 ہوا درسیات کا سلسلہ آج تک بے مثل مانا جاتا ہے، اور اُن کی اخلاقی اور نیچرل نظمیں
 قبولیتِ عامہ حاصل کر چکی ہیں، اور گھر گھر پھیلی ہوئی ہیں۔

مولانا کی زندگی ملک کے سامنے ایک قابلِ قدر نمونہ پیش کرتی ہے۔ وہ

۱۲ نومبر ۱۸۴۲ء کو میرٹھ کے ایک گاؤں میں جس کا ”لاوڑ“ نام تھا پیدا ہوئے تھے۔ ۱۶ برس کی عمر میں ہی فکرِ معاش و امنگیر ہو گئی۔ سرشتہ تعلیم میں نہایت قلیل تنخواہ پر کچر اختیار کی۔ لیکن خدا داد قابلیت نے اپنے لیے راستہ نکال لیا۔ اواخر ۱۸۹۹ء میں جب انھوں نے نیشن لی تو وہ مارل اسکول آگرہ میں ہیڈ مولوی تھے۔ اپنے قلم کی بدولت انھوں نے دنیا کی ثروت اور عزت حاصل کی۔ اُن کی کتبِ رسیہ جو اردو مدارس میں عرصہ تک داخلِ نصاب رہیں لاکھوں کی تعداد میں نکلیں، اور اب تک رائج ہیں۔ محوِ منتش نے اُن کے تعلیمی خدمات کے اعتراف میں ”خاں صاحب“ کا خطاب دیا جس سے زیادہ مناسب اُن کے لیے ”شمس العلماء“ کا خطاب ہو سکتا تھا۔

وہ تعلیم کے خاص طور پر دلدادہ تھے، اور قلم، قلم، قلم، دے دے ہر طرح اپنی زندگی علم اور اشاعتِ تعلیم کے لیے وقف کر دی تھی۔ اُن کی تعلیمی خدمت بھی خاص طور پر یاد رکھنے کے قابل ہے کہ مسلمانانِ میرٹھ میں (جہاں انھوں نے سکونت اختیار کر لی تھی) تعلیم نوا نے انھیں کی مساعی جمیلہ سے ترقی حاصل کی۔ ۱۹۱۰ء میں اُن کی تحریک سے مدارس اُکھلتا کھلتا ہوا، جن کی نگرانی انھوں نے اپنے فتنے لی، اور اخیر تک نہایت تندہی سے اُسے انجام دیتے رہے۔ علاوہ ازیں وہ ہر قسم کی مفید عام تحریکوں میں حصہ لینے کی کوشش کرتے تھے۔

دابتگانِ سلسلہ خسروی پر اُن کا بہت بڑا احسان ہے، اور اُن کی خدمات

پوسے طور پر اعترافِ خاص اور اظہارِ شکر یہ کی مستحق ہیں۔ اُنھوں نے ابتداءً یہ علمی کام، فخرِ ملک و ملت اور شیدائے علم و فن نواب حاجی محمد اسحق خاں صاحب بہادر اتریری کی زیرِ مدِ رستمِ العلوم کی فرمائش سے مخلصانہ تعلقات کی بنا پر قبول فرمایا تھا۔ آغازِ کار کے بعد مولنا کو اس مشغلہ سے ایسا عشق پیدا ہو گیا تھا کہ اخیر تک وہ اسی میں منہمک رہے۔

اکثر دیکھنے میں آیا ہے کہ فرمائشی کام (خواہ اُس کی کوئی نوعیت ہو) لوگوں پر بار ہوتا ہے لیکن مولنا کی حالت اس کے بالکل برعکس تھی۔ اُن کے شغف کا اس سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ اکثر ایامِ علالت میں بھی وہ بستر پر لیٹے لیٹے کچھ نہ کچھ خسر و کام کرتے رہتے تھے۔ سلسلہٴ خسروی میں اُنھوں نے اپنا تمام قیمتی وقت بغیر کسی قسم کا معاوضہ قبول کیے صرف کیا، اور جب یہ خیال کیا جاتا ہے کہ دُنیا میں بہت کم لوگ ایسا استغناء دکھا سکتے ہیں تو مولنا کا ایسا رخصاں طور پر ہمارے دل میں اُن کی وقعت پیدا کر دیتا ہے۔

راقمِ آثم کو کئی دفعہ ”خسر و“ کے سلسلہ میں مولنا مرحوم کی خدمت میں حاضر ہونے کا اتفاق ہوا۔ اُن سے ملکر سچی روحانی خوشی ہوتی تھی اور اُن کے بزرگانہ اخلاق و علم و فضل کا دل پر گہرا اثر پڑتا تھا۔ خسر و کے ساتھ تعلق خاطر بہت بڑھ گیا تھا۔ خسر و کا کلام نہایت ذوق و شوق کے ساتھ سناتے تھے۔ ایک مرتبہ فرماتے تھے ”خسر و عجیب و غریب شخص تھے۔ سچ یہ ہے کہ اس سے پہلے ہم اُنھیں اتنا بڑا نہ جانتے تھے، لیکن اب جو تفصیل کے ساتھ اُن کے کلام کو دیکھنے کا موقع ملا تو معلوم ہوا کہ وہ کیا تھے“ ایک دفعہ وسطِ الحیوۃ سے ”خان شہید“ کے مرثیہ کے کچھ بند سنائے اور اس سے قبل ترجیع بند کی

خاص تعریف کی۔ مرثیہ کا ایک بیت بہت پسند تھا جسے کئی کئی دفعہ پڑھ کر سنایا ۵
 ”گشتگاں افتادہ در اطرافِ آن صحرائِ سحر ہچو صورتا کہ در دیباے انضر بافتند“
 ایک مرتبہ فرماتے تھے کہ ”امیر کے کلام میں صنایع بدائع بہت ہیں۔ اس میں شبہ نہیں
 کہ ان تحلفات سے دوسروں کی شاعری پر بڑا اثر پڑ جاتا ہے، لیکن خسرو کے یہاں اکثر
 اس قدر بے تحلف اور بار مزہ ہیں کہ ان کی وجہ سے لطیف شاعری بڑھ جاتا ہے“ مثال کے
 طور پر قرآن السعدین سے یہ شعر پڑھا اور کئی دفعہ دہرایا ۵

آبِ راز تاج و قباؤ کمر تا بکرتابہ گلو تا بہ سر (صفحہ ۸۲)

قرآن السعدین کی تنقید جو مثنوی مذکور کے ساتھ اس وقت ناظرین کی خدمت میں
 پیش ہو مولانا اسماعیل مرحوم کی اخیر مکمل تصنیف ہے۔ اس کے لکھنے میں مولانا نے پوری
 جانکاہی سے کام لیا ہے۔ ان کی تحریر سلیس اور خالص اردو کا بہترین نمونہ ہوتی ہے۔
 زبان شستہ اور خیالات سلجھے ہوئے ہوتے ہیں۔ طول کلام سے وہ ہمیشہ بچتے ہیں
 لیکن اختصار کے ساتھ کہنے کے قابل حتمی باتیں ہوتی ہیں وہ سب بیان کر دیتے ہیں
 یہ سب خوبیاں اس تنقید میں موجود ہیں جو ناظرین کے سامنے ہے۔

اس تنقید کے بعد قرآن السعدین پر کسی مزید تبصرہ کی گنجائش نہیں ہے۔ البتہ
 اس مثنوی کے متعلق محض ضمناً چند متفرق امور بیان کیے جاتے ہیں جن سے یا تو
 تنقید کے بعض ضروری نکات کی توضیح و تفسیح مقصود ہو یا اس مثنوی کے بعض تاریخی
 پہلوؤں پر روشنی ڈالنا مرکوز ہو۔

(۲)

خسر نے جس قدر مثنویاں لکھی ہیں ان کی دو جدا گانہ قسمیں قرار دی جاسکتی ہیں
 اوّل وہ مثنویاں جو اتباعاً لکھی گئی ہیں۔ دوم وہ مثنویاں جو طبع زاد ہیں۔ پہلی قسم میں
 خمسہ کی پانچوں مثنویاں ہیں جن میں خمسہ نظامی کا تتبع کیا ہے۔ دوسری قسم میں متعدد
 چھوٹی چھوٹی مثنویاں اور قرآن السّعدین، غنیۃ، نہ سپہرا، اور تعلقات نامہ داخل ہیں۔

مثنوی نگاری میں خسرو نے جا بجا اپنے آپ کو نظامی کا تتبع بتایا ہے۔ اس اتباع
 کی دو حیثیتیں ہیں جن میں مسترق کرنا ضروری ہے۔ ایک اتباع وہ ہے جو خمسے میں کیا ہے۔
 یعنی نظامی کی پانچوں مثنویوں کے جواب لکھے ہیں۔ دوسرا اتباع اس سے بالکل جدا
 ہے جو محض زامانی حیثیت سے اُن پر عاید ہوتا ہے۔ ارتقاء تمدن کے دوسرے شعبوں
 کی طرح الشرح کی تاریخ میں ہر سچھے آنے والا پہلے آنے والوں کا پیرو ہوتا ہے۔ اس
 لحاظ سے مثنوی میں خسرو نظامی کے ایسے ہی متبع ہیں جیسے نظامی فردوسی کے یا فردوسی
 دقیقی کے متبع تھے۔ اس اتباع سے خسرو کی ”شخصیت“ پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔ مثنوی
 نگاری میں اُن کی ذاتی خصوصیات کافی طور پر نمایاں ہیں اور غور کرنے سے صاف نظر
 آجاتی ہیں اور اُن کی شاعری کو نظامی (یا کسی دوسرے مثنوی نگار) سے اسی طرح بین
 طور پر متماثر کر دیتی ہیں جس طرح نظامی کی خصوصیات اُن کی شاعری کو فردوسی یا سعدی
 سے جدا کرتی ہیں۔ یہ خصوصیات خسرو کی طبع زاد مثنویوں میں بدرجہ غایت غالب
 ہیں۔ اسی وجہ سے طبع زاد مثنویوں کے متعلق یہ کہنا بجا نہ ہوگا کہ یہاں پر ان کا اتباع

فی الحقیقت محض اُس قسم کا اتباع ہی جو متقدمین کے مقابلہ میں متاخرین پر تاریخی خشیست
ہمیشہ عاید کیا جاتا ہے۔

اس بحث کو زیادہ پھیلانے کا موقع نہیں ہے۔ قرآن السعیدین جو بڑی ثمنویوں
میں سب سے پہلی طبعزد ثمنوی ہے اور جو خمسے سے دس بارہ برس پہلے لکھی گئی تھی،
اس وقت ہمارے سامنے موجود ہے۔ یہ ثمنوی فارسی لہجہ میں اپنا جواب نہیں رکھتی اور ڈان
رنگ میں بالکل انوکھی کتاب ہے۔ اس ثمنوی کے لیے خسرو کے سامنے کوئی نمونہ موجود
نہ تھا، اور ہمارے علم میں خسرو کے بعد اس کا جواب نہیں لکھا گیا۔ اگر لکھا گیا ہو تو وہ لیا
ہی جسے کوئی نہیں جانتا۔

۵۰ میر نے ایک چوٹی سی ثمنوی درصفت بنگالہ لکھی ہے جس میں وصف نگاری کا التزام کیا ہے جو بلاشبہ خسرو کا اتباع ہے۔
لیکن یہ ثمنوی قرآن السعیدین کے جواب میں نہیں لکھی گئی ہے، اور نہ بجز وصف نگاری کے خسرو کی ثمنوی کے ساتھ اس میں کوئی
مشابہت پائی جاتی ہے۔ مثلاً کشتی کی تعریف میں میر نے بھی چند اشعار لکھے ہیں جو نہ صرف دلچسپی ناظرین میں ذیل کو مالتی ہیں:
نہ کشتی بل کمان دل نشینے + بہر گوشہ در و چلہ گزینے + نہ اقم تیرا وچوں می کند کار + کہنے پیکانش کس یدہ نہ سوار
کمانش گفتم و الحق ہماست + یہ طاج اوزارِ کانت + اگر سراب بشد و رسیمن + نیار دایں کمان تنہا کشیدن
نہ است ایں کماناں کماں + ولی ہرگز نہ شناسد + کہ اندیشہ امن و امانست + کہ طوفان چاشنی این کمانست
بود چنگے کنار آب جایش + ز فیض و دہا سازد نوش + گوریں چنگ رہا گشتہ شوال + کہ کف برفت نہ ہر دم چو قوال
از ان مذبحک نغمہ بردار + کہ باشد بادبانِ رود + شیعہ او ہما از چنگ جویند + لیکن اہل ہندش نامے گویند
بود پیر کہن سالش زیادت + ز شوق آب تابش نمیکند + حاسن از طاش کشید + بر دم پیر و دم بر ناست شیدا
بروں آورد ریش دلندی + بچند گھنہ از ریشندی + کند باج بحر کنگ اشوب + تراشد دست و پا و خوش از بوب
بیادتا سرخ آشنائی + زندہ دم بدیادست و پاک + گزارش تا سواب و قداہ + عنانِ خج و بہت باد + ان
و دادم علم دریا کردہ تکرار + معلم تختہ آوشتہ صبا + پرستارش بغمِ چرخ سپہ + پردہ ہر لحفہ سودائے ہر سہ
نیدادم چہ بیاریش دیدند + کہ انش از شکم برون کشید + بود اور اسبک قناری + رود رہا ہزاراں پائے چوب
سبک پالست بارادگر گشت + ولی پایش بہت بچرخست + از ان ریاب و سرکہ و شوب + کوریا را گرفتہ درتہ چوب

ہم یہاں مختصر طور پر خسرو کی طبع آزمائیوں کی خصوصیات بیان کرنا چاہتے ہیں اور اسی بحث کے ضمن میں قرآن السعدین پر بالتخصیص نظر ڈالینگے۔ اس کو پڑھتے وقت یہ یاد رکھنا چاہیے کہ ان خصوصیات میں سے بعض جدا جدا دوسرے شاعروں کے یہاں بھی پائی جاتی ہیں، لیکن ان کا اجتماع جس طرح خسرو کے یہاں ہوا ہے دوسری جگہ نہیں ہے۔

سب سے پہلی خصوصیت خسرو کی طبع آزمائیوں کی یہ ہے کہ تقریباً تمام تاریخی مثنویاں ہیں۔ ان مثنویوں کی بنیاد واقعات پر ہے۔ محض شاعرانہ خیال آفرینی پر نہیں ہے۔ عشیقہ حسن و عشق کی ایک سچی اور دردناک داستان ہے جس میں عہد علانی اور بعد کے مستند تاریخی حالات درج ہیں۔ نہ پہر میں علاء الدین کے رنگیلے جانشین قطب الدین بکشا کی تخت نشینی کو بعد کے مفصل واقعات ہیں جو اس عہد کی کسی دوسری تاریخ میں نہیں مل سکتے۔ تعلق نامہ میں خلیجوں کی بربادی اور تعلقوں کی سریر آرائی کی پوری داستان ہے۔ وسط الحیوۃ میں بلبن کے عہد کی مثنویاں ہیں جن میں طفل پر فوج کشی اور بلبن کے بڑے بیڑے

(بقیہ نوٹ صفحہ ۷)

بلائے دوسرے ادسیا ہاں

نشتہ چوں دوسرے چشم مٹاں

قرآن السعدین میں صفت کشتی کے اشعار صفحہ ۴۱ تا صفحہ ۴۸ کو ان اشارے سے مقابلہ کر کے دیکھو زمین آسمان کا مشرق نظر آئے گا۔ ہندوستان میں کشتی سال کی لکڑی سے بنائی جاتی ہے۔ اس کو خسرو نے کس خوبی کے ساتھ بیان کیا ہے اور فوج کا صلے سے از سال خاست و گشت کیے ماہ بدہ سال راست۔ اس کے مقابلہ میں کاشعر ہے بودیر کمن سالیس زیاست و ز شوق آب جانش ناشکیباست۔ اس شعر میں مصرع اولیٰ اور مصرع ثانی میں کوئی خاص ربط نظر نہیں آتا علاوہ ازیں سال کا لفظ بالکل عبرتی معلوم ہوتا ہے وہ لطافت و موزونیت کماں خسرو کے شعر میں اس لفظ سے پیدا ہو گئی ہے جس کے لطف نے قافی کو مہم تک سرگرداں رکھا تھا۔ اس کا ذکر آگے آتا ہے۔

سلطان محمد (سلطان شہید) کے غزوات درج ہیں۔ غزۃ الکمال میں جلال الدین خلجی کی فتوحات کی تاریخ ہے۔

چھوٹی مشنیوں کو بھی اگر شمار کیا جائے تو عہدِ ملہنی سے لے کر خاندانِ تغلق کے آغاز تک تقریباً پچاس برس کی ہندوستان کی مسلسل تاریخ امیر خسرو کی مشنیوں سے مرتب ہو سکتی ہے جو سند اور اعتبار کے لحاظ سے اس عہد کے متعلق قطعاً بے مثل ہے۔ یہ مشنویاں انھیں ایام میں تصنیف ہوئی ہیں جب کہ وہ واقعات پیش آئے جو ان مشنیوں میں درج ہیں، اور بیشتر واقعات خود خسرو کے چشم دید ہیں جن کے دربارِ دہلی سے ذاتی اور خاندانی تعلقات ابتدا ہی سے اس قدر گہرے تھے۔

قرآن السعدین میں جو واقعات درج ہیں وہ تمام تر خسرو کے چشم دید ہیں۔ جس وقت کیتباد کا لشکر دہلی سے چلا ہوا خسرو بھی اُس کے ہمراہ تھے اور باپ اور بیٹے کی ملاقات وقت بھی وہ موجود تھے۔

مولانا اسماعیل صاحب مرحوم نے بدایونی کی طرح خسرو کے ایک قصیدے سے کیتباد اور ناصر الدین کی ملاقات کے وقت خسرو کی موجودگی کا قیاس کیا ہے۔ یہ قیاس بالکل صحیح ہے، اور اس کے متعلق خسرو کے دوسرے بیانات صراحت کے ساتھ موجود ہیں۔ دیوان غزۃ الکمال میں اپنے بھائی تاج الدین کے نام ایک خط ہے جس میں انھوں نے لشکرِ شاہی کے ساتھ دہلی سے روانہ ہونے اور اپنے آؤدھ پہنچنے کے مفصل حالات بیان کیے ہیں۔ اعجازِ خسروی میں ایک اور خط ہے جس میں کیتباد اور ناصر الدین محسوک

ملاقات اور اس موقع کے متعلق اپنے ذاتی حالات لکھے ہیں۔ چونکہ ان دونوں خطوں کا قرآن السعدین سے براہ راست تعلق ہے اور بعض جزئیات پر ان سے روشنی پڑتی ہے اس لیے ان دونوں خطوں سے ضروری مقامات نقل کیے جاتے ہیں۔

تاج الدین زاہد کے نام

(از غزۃ الکمال)

خواند ز من خراب سینہ خسرو نہ کہ بندہ کیمنہ
 می گوید وی نہ شغبناک چوں قطرہ اشک سے بجاک
 کار و ز کہ گشتم از بخت دور ق محروم شدم چو سایہ از نور
 بر غم سفر غماں کشا دم خوابہ ز دید گاں کشا دم
 باشکر شاہ کو حق بر کوچ در گویہی شدم بہر کوچ
 تا بعد دو ماہ از رو دور آمد باودہ سپاہ منصو
 سلطان نظرے بطف کشاد واقطاع او دہ بخان داد
 شد شہر آودہ حوالہ خاں شد ہر ابد نوالہ جان
 با آن کہ انداشتم صبوری افتاد سکونم ضروری
 اس کے بعد شہر آودہ کی تعریف در ملک امتیاز الدین علی بن ایک
 (حاکم خاں) کی توجہات کا ذکر ہے۔

ہر دم نظرے تبریت نو از چشم کرم بکار خسرو

آخریں درِ فراق کا اظہار اور عزیزوں و ستوں اور دارالسلطنت کی یاد ہے۔

ایک از غم دوریت چٹانم کرتن بلب آہستہ جاغم
 شہساز من دلِ بغم نوازی بایا تو در خیال بازی
 دل سوختہ چون سپرِ آگشتہ صد جابے در و نہ داغ گشتہ
 درے و ہزار آہ جان سوز آہے و ہزار تیر دل دوز
 دل فتنہ و تن بجاک ماندہ جاں بر شرفِ ہلاک ماندہ
 با آں کہ ازین لایت خوش یارے دوسہ اند نغمہ ز خوش
 از حالتِ من رازِ ریت عاشق شدہ ہچون بریت
 بامن ہواست شبِ درو دل سوختہ را قناعت آموز
 لئے قاصدِ تور سد بسویم لئے باد رسا نداز تو بوم
 کو آں بوناہم نشستن دلِ رطب و نشا طبعین
 کہ دادنِ دُرِ نفیسم چون نوش از درجِ دہن بجلۂ کوش
 گاہے بیدیتہ دل آویز سفتن گہرے بنامہ تیز
 گاہے غمے جواب گفتن گاہے سخنِ شراب گفتن
 کہ جامِ نشاط نوش کردن گہ زخمِ تر بکوش کردن
 کہ کردن گشت سودے بتار گاہے بطوافِ حوضِ سلطار
 ہر شب منم دولے و درے غم را بد و چشم آب خورے

شب دوز کم ز آہ جانوز زیں گونہ بود شب مراروز
 یکشب من دل چراغ پیش جانے ہزار داغ در پیش
 بودیم ہم گفت گویت محرم نہ کے جز آرزویت
 گفتم کہ ازیں اسیر بیداد یاد آیت نیایدت یاد
 تاحال بدانیم کہ چو نم وز دیدہ چگونہ غرق خوغم
 روشن کند ز بان خامہ حال من ازیں فراق نامہ
 ماہ رجب شب سہ شنبہ یک ہفتہ حساب فتنہ برنہ
 تاریخ ز ہجرت اکرم یاد بر ششصد و ہفت و پینتاد
 غدار شبے ز ابر تاریک بارندہ بقطر ہائے باریک
 عین شب کال وقت باران نیمہ زدہ ابر را سواران
 بکشاوہ بنالہ عداکام بردہ دہل خروش بام
 می گفت ترانہ ابر سمرست بود آب برقص برق حیات
 باران ہوا بقطرہ سازی قطرہ بریں بجالت بازی
 گریہ زمیں دوزا بر ہم یاد بیرون و درون خانہ نم باد
 تا وقت سحر قلم در انگشت در تاریکی ہی زدہ مشت
 چون نیست تکلفہ بدر دم در نامہ تکلفہ نکردم
 صفت سخن نکردم آغاز تا قصہ نامد از غرض باز

چوں بگ پذیر شد مہالت صنعت بود آں نہ حسب حالت
 یک بیت ز گفتمہ نظامی تفسیر کنم اندرین تمامی
 کارالیش کردنی ز حدیث رخسارہ قصہ را کند ریش

یہ خط ۱۶ شنبہ ۱۶ رجب ۹۸۷ھ کا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ لشکر شاہی دہلی
 مہینے کے سفر کے بعد اودھ پہنچا۔ جس وقت بادشاہ اپنے باپ سے مل کر دہلی کو واپس
 ہوا ہے، برسات کا موسم تھا، اودھ پہنچنے پر اغلباً اپنے بھائی کے نام ان کا یہ
 پہلا خط ہے۔ خسرو و محبت و الفت کا مجسمہ تھے قدرت نے انھیں دوسوڑ کی غیر معمولی
 مقدار عطا فرمائی تھی۔ عزیزوں اور وطن کی محبت نے انھیں زیادہ دن اودھ میں
 رہنے دیا اور اس خط کے لکھنے سے تین چار مہینے بعد ہی وہ اودھ سے روانہ ہو کر
 ذوالقعدہ ۹۸۷ھ میں دہلی پہنچ گئے۔ اس کی تفصیل آگے آئیگی۔

بنام ”خداوند و برادرم..... نجم الملئہ والدین“

(از اعجاز خسروی رسالہ نقاش)

دوستدار بیگانہ خسرو و سلطانی..... برآں لے انور.....
 مصوری گرداند کہ..... خداوند ملک ملوک الشرق و قطب ارکان الملک
 اختیار الحق والدین..... علی ایک سلطانی..... از اوج ارتقاء بحیثیم سعادت
 درکار بندہ ناظرست لیکن دل بندہ کہ از تافکی آفتاب فراق درہوئے

دوستان ذرہ ذرہ شدہ است۔ نہ در آسمان ست نے در زمین۔

..... مقروء آں ضمیر مستنیری گرداند کہ اندر آنچه سلطان مشرق ناصر الدین

والد دنیا... از مقام محمود چوں نیر اعظم بر عزم کشور کشائی تیغ زناں راہ قطع

کرده باقطاع اودہ در رسید ہلالِ رامیش در آبِ سرد چو نہ از بوج سرطانی

رویت نمود..... و ازین جانب سایہ عنایت پروردگار جہانگیر مشرق و مغرب

مغل دنیا والدین کی قباد..... پتھر خورشید پلِ ظل الہی را ہم بر لب آب

مذکور چوں آفتاب در خانہ ماہی متقیم گردانید۔

آں چہ لشکر بود کز خبیث نش زلزلہ در چارارکان رگِ

لرزہ یرق ز بندِ نیزہا گوئی آتش در نیتان رگِ

پائے در گِل مانخیل آسمان گردکاند چرخ گردان رگِ

روزِ اوّل این و بحرِ آخر بوجہ توجہ اگر چہ کائنۂ آب و میان بود مواجهہ نمودند۔

بحرِ البحرِ یقیان بینہما برنخ لایبغیان۔ روزِ دیگر قرآن السعدین اجتماع

نیزین گردشِ وراں اارزانی داشتند، و برہان جمع الشمس والقمر عالمی

مبین و مبین گردانیدند۔ شبہ نیست کہ بواسطہ مبایت بینہما دیدار قیامت فناء

بود۔ و قیامت ایں بود کہ رویت آخرت ہم بقیہ اولی و حساب آمد۔ مگر یوم النشور

بود کہ آن و آسمان نعت آیت اذ الکواکب انتشرت باطلام جاریہ فرماں بر

صفحات و جنات می نگاشتند و جمہور خلائق بدین باعثہ در آن محشر حشر کردہ در آن

عرصات می گشتند۔

ناگاہ ذاتِ منورِ شمس الدینِ پیر نور اللہ الی یوم الدین چون آفتاب
قیامت بر سرِ این فرہ آمد طلعتِ شمس گشمتِ الشمس از گرمیِ آن مہر بر خود
بسو ختم و دوغم از حرارتِ درونی بیرون جوشید۔ از احتراقِ طاقتِ آن دُشتم
کہ سونے او تو انجم دید۔ مع ہذا چشم بجالش تیز کردم۔ آبِ در چشم من گشت۔
آبِ در چشم بگردِ چو مہنی خورشید خاصہ خورشیدے کش خانہ بود اندر

دیدم کہ از عفونتِ ہوائے ہندوستان آن چشم بر آبِ خود نمادہ بود، بلکہ آفتاب
مرا بدید و از جاسے خود برفت۔ بخیلہ بسیار بجالش آوردم۔ لختِ بکایت
از دورانِ وزگار در میان آورد کہ شیوہ آبامی علوی و امہاتِ سفلی است
کہ انبای جنسِ اخوانِ انس اچوں بناتِ النعش از ہدیہ گیر متفرق و متغرب
می دارد۔ قدرے از قدرِ اقدارِ خویش زبانِ حال را لبسانِ المقال طلبے
ہر چہ پوشیدہ تر کشف می کرد کہ در چہ از انچہ بود عالی شدہ بود و از بر آید
دولتِ خویش الشمس لا یخفی فی کلِّ مکان گشتہ دفعہ اللہ فی
مشارق الارض و مغاربہا۔ ہر یک از اصحاب را یاد کرے علی العموم
می کرد، علی الخصوص آن نجمِ ثاقب۔

بگریہ گفت کہ آمد بے ستارہ بجشم
ستارہ کہ مرا باید آن بجشم نیامد

اں دُز بوقتِ غروب بقامِ خویش باز گشت۔

روز دیگر ہوائے اشیرالدین محمد آٹارہ از بس کہ اشیر حرقہ در باطن
 ایں سوختہ ظاہر شدہ بود خوشیتن ادر آبِ زدم دگدگانہ غم گذارا کردم
 حالے کہ ایں خاکے از آبِ بگذشت سراسیمہ وارد رہوئے اذیکر معلق بین
 السَّماوِ وَالْاَرْضِ می رفت تا اشیر رسید۔ چون بار اں محیط آتش طبیعت
 گرم ہنگامِ نماز خشن نبود، بہ تعجب می گفت ۛ

ایں توئی یا بخواب می بینم
 کہ شبِ آفتاب می بینم

شبا روزے بیدار اں عزیز شب را بروز روز را شب آورده شد ۛ

نخستہ روزے کا یہ شب بدی عزیز ۛ

پس از ہزار شب سہ ہزار روز جدائی

الغرض دوسوم ہم از باداد ملک الافاق شمس الدین عنایت کشتی کرد و

بندہ خسرو کہ قائم مقام تیرست در اں کشتی باقامت بندگی راست بایستاد ۛ

کرد بر چشم خیالِ یار من کشتی راں

آفتابے بود کاں برے در یامی گشت

شک نیست کہ اں فی ات جوں موج از بحر بالا تر بود، بلکہ از بحری گزشت و بحرا

کہ خراج گذار بود اوست از وجود او غیرت بجاصل می آمد۔ فی الحاصل نزدیک

چو تره تابشی که در رفعت سرفراکِ فلک می ساینده بر سید و پرسید تا کشتی
 را بر لب آب بر کن را مید آشنایان بایستاند تا مگر آشنای بر رفته آب می آید
 که آشنائی آشنای گزشت بر آب خویش باز آورد و بیشتر راندن کشتی از برای
 آن نجم علا بود چون مانع بر آمد و بعد از زمانه چوں ستاره مقصود بر نیامد
 می گفت ۵

چگونه را نجم کشتی ستاره پیدانیت
 مگر ستاره نهان شد را بر دیده من

از هنگام طلوع آفتاب تا زوال نهار بر کرانه نهر کن مردم دیده
 را چشم می داشت و از کواکب مراد عکس هم در آب نمی دید ۵
 آئین نتوان ستاره دیدن در روز

بر رفته من بارتق از مهر با بخت تمام روشن می کرد و در معاینه این مرد و معاینه می گفت ۵
 من که ششم همه تن مهر شدم از سر سوز
 ذوق آن دست نهان مانده چو سیاه و زهر

بعد از انتظار بسیار بنده را دداع کرد و آیت العوذ خیر بر خواند و
 دیوان خاص که نظم از نثره و شعر سخن میگوید یادگار بکاتب سپرد و خود
 بمقدور دولت رسانید و نا دیدن آن عزیز را بر تقدیر خدا عظیم حواله کرد
 وَالشَّمْسُ بَحْرِیْ لَمَسْتَقَرِّ لَهَا ذَٰلِكَ تَقْدِيرُ الْعَزِيزِ الْعَلِیْمِ بنده با شکرت

و قلب بے سکون از اس میثاق بوثاق آمد.....

تمامتِ وزدیں تخیری بودم کہ یارب اگر مجلسِ شنبسی آں نجمِ علامِ ہشتم
آمدی نوراً علی نور ہوئے۔

روز دیگر بدرمیزِ مملکت از حنیضِ مشرق باوج ارتفاع رجعت افتاد
داوا اعلامِ اعلیٰ برسمتِ دارالملکِ جلال منزل بمنزل بر طریقِ سیلِ السیر
گشت کہ در ہیج منزل با آن نجمِ مقابلہ سعادت میسر نگشت کہ سوختگیِ شمس و اشیر دید
بر رے آب آورے ۵

سوزے کہ بسینہ دارم آخر روز
در خدمت تو برے آب آر چشم

ہم در اثناءِ راہ مخدوم بندہ بمنزلِ اقطاعِ اودھ شرف دست بوسی
یافت بندہ کہ چون عطار در شعاعِ آں آفتاب ست نتوانست کہ بنجانہ خویش
راجع شود ضرورتِ باستقامتِ آں طرفِ ضا داو۔ ملکِ بے مثالِ بطلِ مثال
ولایتِ بر موافقتِ رکابِ فرقد سائے اعلیٰ منطقہ جو زابریان بہت و دظلم
ظلیل ہما سے ہمایونِ چتر کہ نسطرِ سایہ نشینِ اوست، طیراں نمود۔ و بندہ
کہ بلبلِ حدیقہ حدائقِ باز گردانید۔ با شارتِ رائے مختار اختیار سے از اتصال
کو کبہ اصحابِ لشکرِ نقلِ ضروری اختیار سے افتاد و بہ ظلمتِ ہندوستان کہ اقلیم
زلزلست مہیوط کردہ شد۔

موسم باران بود و چشمه خورشید با سرطان باستانی در آمد و سرطان منقلب آبی
گشته - در عین باران و باران عین چون آب سرو بجانب اوده و او را کرده
ابری بار و من می شوم از یاد جدا چون کنم دل بچین وقت دلدار جدا

ابر باران من یار ستاده بود و من می جگر گیر کنان بر جدا یا بر جدا

باران آیت انزلنا من السماء ماء و یا نیک بندی خواند و باد واضح فیه
عین جاریه بر حیفه آب منسل دان و ان نقش می کرد و سبزه بخط تفسیر
لنخرج به جبارنا با بر تخته خاک ثبت می فرمود و آب پیر من خط منسل سبزه
جدول تجرئی من تحتها الهکهار می کشید با چندان آب رسو و دستان
تر گشت خط سبزه و لے پاک نه شد

مردم چشم از شرح فراق و ستا شمع متیرا وید و ابر چون هوا خواها
می گریست پانه مرکم در آب چشمهای مغزید و برق چون سحرگاه می خندید
چگونه برق نخندد که زاله سنگ انداز
جباب شیشه گری را کتاده کرده کال

تقاطر قطرات از عبرات من عبارتی می نمود و بارقه برق از احتراق من حج قته
تا برین طریق این خراب از معموره اوده آمد تا این قصه غصه را بدان جباب
رفع رفع کرد فی العزلة من شهر رجب المرجب عظم الله تعجیه سنه
سبع و ثمانین و ستمائة انتظار قطره ازان و اوردات آن که قلم شهاب
۶۸۶

سیر مجاری احوال باری دارد، و اخبار متواتر را کہ موجب علم قطعی ست
چوں کتابی کہ از بالآید فرد فرستد، و از درجہ محبت ذیقہٴ فرد گزارد۔ درج
ارتفاع بعقبہٴ علما درج باد۔ آمین۔

یہ خط قرآن السعیدین کے اصل واقعہ سے تعلق رکھتا ہے۔ مضمون سے ایسا
معلوم ہوتا ہے کہ کیقباد اور محمود کی ملاقات کے موقع پر مکتوب الیہ کے آنے کی توقع
تھی لیکن کسی وجہ سے وہاں نہیں پہنچ سکا۔ یہ خط یکم رجب ۶۱۸ھ اور پہلے خط ۶۱۷ھ
پندرہ روز پہلے کا لکھا ہوا ہے جس میں خسرو نے خاص طور پر اپنے دوستوں شمس الدین
دبیر اور قاضی اشیر الدین سے ملاقات کے واقعات بیان کیے ہیں۔

نانا کے مرنے کے بعد جس وقت خسرو کا ملک چھو کے یہاں تعلق ہوا ہے ان دونوں
سے اُسی زمانے میں دو تسانہ تعلقات پیدا ہوئے تھے شمس الدین اور اشیر الدین سلطان
ناصر الدین (بغرا خاں) کے مصاحب تھے اور اکثر اس کے ہمراہ ملک چھو کے یہاں
جو سلطان مذکور کا چچا زاد بھائی تھا آتے اور شعر و سخن میں خسرو کے حریف مجلس بنتے
تھے۔ اس کے بعد جب خسرو نے سلطان ناصر الدین کو یہاں ملازمت اختیار کی تو دونوں
سے تعلقات اور زیادہ ہو گئے جس وقت ہم طغرل کے بعد سلطان بلبن نے بغرا خاں
کو لکھنوتی (بنگال) کا حکمراں مقرر کیا تو خسرو اور اشیر الدین اور شمس الدین شاہزادہ مذکور
کو ہمراہ تھے۔ وطن اور عزیزوں کی محبت میں خسرو تو دہلی چلے آئے، لیکن ان کے
دونوں دست شاہزادہ مذکور کے ساتھ لکھنوتی رہ گئے۔ خسرو کا دہلی پہنچنے کے بعد

شہزادہ سلطان محمد (سلطان شہید) کے دربار سے تعلق ہو گیا اور اس کے ہمراہ پانچ برس تک ملتان رہے۔ شہزادہ مذکور کی شہادت کے بعد کوئی دو سال گوشہ نشینی میں گزائے اب اس موقع پر جب دہلی اور لکھنؤ کے لشکرِ اودھ میں ملے تو برسوں کے بچھڑے ہوئے دوست آپس میں بغلیںز ہوئے۔ اس دوران میں شمس الدین دبیر کا تقرب سلطان محمود کے یہاں بہت کچھ بڑھ گیا تھا پانچ سلطان محمود نے جس وقت باربک کو پاس (جو لشکرِ قیباد کے ہراول کا سپہ سالار تھا) پیغام بھیجا تو شمس الدین دبیر کو ان کے متعین کیا تھا۔

قران السعدین میں اس واقعہ کو اس طرح بیان کیا ہے۔

تیغ زنِ مشرق از آنسو آب تیغ برسوں آختہ چوں آفتاب

جستِ سولے کہ گزارِ دپیام ہر چہ بگویند بگویم تمام

گر سخن از صلح بود یا نبرد کم نکند هیچ ز نیرے مرد

دید کہ کس نیست ز برناؤ پیر در خور این کار چوں شمس دبیر

یہ امر یاد رکھنا چاہیے کہ خسرو کے معاصرین میں شمس دبیر کا مشہور اُدا اور شعرا میں

ہوتا تھا۔ چنانچہ اس موقع پر نصرت کے وقت شمس دبیر نے اپنے عزیز دوست کو اپنا دیوان

بطور یادگار دیا ہی دلیونی نے منتخب التواریخ میں شمس دبیر کا کچھ کلام نمونہ درج کیا ہے۔

(دیکھو صفحہ ۲۶۰ منتخب التواریخ مطبوعہ نوکشتور)

دوسری خصوصیت خسرو کی طبعاً دشمنیوں کی یہ ہے کہ ان میں واقعت

کا سرشتہ کمال احتیاط کے ساتھ برقرار رکھا گیا ہے۔ امیر داستان کو اس طرح بیان کرتے ہیں کہ شاعری کے ساغر میں حقیقت ہمیشہ غریب نظر آتی ہے اس خصوصیت کا خود انہیں بھی پورا احساس تھا اور اس کی طرف انہوں نے فخر کے طور پر جا بجا اشارہ کیا ہے۔

اس خصوصیت کے دو پہلو ہیں اول یہ کہ واقعات صحت کے ساتھ بیان کیے جائیں، دوسری یہ کہ بیان واقعات میں انتخاب جزئیات اور تفصیل کو اہم پرکامل دستگاہ ہو۔ خسرو کی شنوی نگاری میں یہ دونوں پہلو بدرجہ اتم نمایاں جاتے ہیں۔ ان کی معلوماتِ عامہ غیر معمولی ہیں اور ان معلومات سے شاعرانہ مصوری میں پوری طور سے کام لینا آتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ایک طرف تو شاعرانہ سحر کاری کے باوجود ان کا کلام حقیقت سے متجاوز نہیں ہوتا اور دوسری طرف اس میں وہ تمام جزئیات موجود ہوتے ہیں جو شاعرانہ مصوری میں تصویر کشی کے خطوط اور رنگ آمیزی کے قائم مقام ہوتے ہیں۔

پہلی خصوصیت اور دوسری خصوصیت کی اجتماع کی وجہ سے خسرو کی شنوی نگار کو ”تاریخی نقاشی“ سے تعبیر کرنا بے جا نہوگا۔

واقعیت کی خوبی ان دنوں لحاظ سے قرآن السعدین میں کامل طور پر پائی جاتی ہے کل قصے کی کائنات صرف اس قدر ہے کہ ملبن کے انتقال کے بعد اس کا پوتا کیتبا و تخت دہلی پر متمکن ہوتا ہے۔ کیتبا و کا باپ ناصر الدین محمود لکھنوتی میں حکمراں ہے۔ وہ اپنے باپ

بہن کے انتقال اور اپنے بیٹے کیتھارڈ کی تخت نشینی کی خبر پا کر اور اپنے آپ کو تختِ دہلی کا وارثِ حقیقی سمجھ کر ہندوستان پر لشکر کشی کرتا ہے۔ باپ کی لشکر کشی کی خبر سن کر بیٹی اپنی فوج لیکر دہلی سے بڑھتا ہے۔ شہر آدھ کے قریب سرخوبدی کے کناروں پر دونوں لشکر صفت آ رہے ہیں لیکن باہم نامہ و پیام کے بعد صلح ہو جاتی ہے اور باپ بیٹے سے آکر ملتا اور اُسے اپنے ہاتھ سے تخت پر بٹھا دیتا ہے۔ یہ بظاہر کوئی اہم یا مہتمم بالشان واقعہ نہیں ہے، لیکن شاعر کی سحر کاری دیکھو، مواد کی کمی اور واقعہ کی قلیل النصابی کو ”وصفِ نگاری“ کے پردے میں اس طرح چھپایا ہے کہ قصے کی بے بائگی کا احساس تک نہیں ہوتا۔

جس چیز کو خسرو نے ”وصفِ نگاری“ کے لفظ سے تعبیر کیا ہے وہ حقیقت میں واقعہ نگاری ہے جس کی طرف ہم نے اوپر اشارہ کیا ہے۔ انتخابِ جزئیات اور تفصیل کو انہی یہ دونوں اجزاء وصفِ نگاری کی جان ہیں اور فارسی میں اس شنوی سے بڑھ کر شاید کسی موجود ہوں۔

جس وقت ناصر الدین کی فوج کشی کی اطلاع دہلی پہنچتی ہے، سردی کا موسم ہے، کیتھارڈ دارالسلطنت سے شکار کے لیے باہر آتا اور فوج کا معائنہ کرتا ہوا قصرِ کلو کھری پہنچ جاتا ہے اور وہاں جشنِ شاہی مناتا ہے۔ یہ اُس اُستان کے ابتدائی واقعات تھے، لیکن نتیجہ پہنچتے ہوئے شنوی کا پڑھنے والا دارالسلطنت کی سیر کر چکا ہے، اُسے موسم کی پوری کیفیت معلوم ہو چکی ہے، بادشاہ کے جلوس اور شکار گاہ کا نظارہ دیکھ چکا ہے اور رینگے بادشاہ کی محفلِ نشاط کا پورا سین اس کی آنکھوں میں پھر گیا ہے۔ وہ جانتا ہے کہ دہلی جہنا کو رب

واقعہ اس میں تین حصاریں ہاں پر مسجد جامع، منارہ، ماذنہ اور حوض شمس
 دلچسپ مقامات ہیں اور شہر نہایت آباد اور پُر رونق ہے۔ سردی کے زمانے میں جو خاص
 تبدیلیاں پیش آتی ہیں وہ سب اس کے سامنے ہیں اور اس طرح کہ وہ گویا موسم کی کیفیت
 کو محسوس کرنے لگتا ہے۔ لمبی راتیں، چھوٹے دن، برف باری اور آگ کی گرم بازاری
 گرم اور موٹے کپڑوں کا استعمال منہ سے بھاپ نکلنا وغیرہ یہ سب وہ کیفیات ہیں جن کا
 خیال آتے ہی جائے کا موسم محسوس ہونے لگتا ہے۔ غرض اسی طرح پر ایک ایک واقعہ
 بیان کیا گیا ہے۔ اس شنوی کا پڑھنے والا کسی ملک کا رہنے والا کیوں نہ وہ واقعات
 کے ساتھ حالات ماحول اور مناظر کا پورا سماں اپنی آنکھوں سے دیکھتا ہوا جاتا ہے۔ اس واقعہ
 بخاری کی بدولت اس عہد کے تمدن کی جزئیات پر ایسی روشنی پڑتی ہے جو دوسری جگہ
 نظر نہیں آتی۔ دربار، جلوس، مجلس شاہی اور فوجی نظام کی گویا چلتی پھرتی تصویریں بھانپ
 دینے لگتی ہیں۔

مناظر فطرت کی مصوری بھی (اگرچہ ایک صُبح اگانہ خصوصیت قرار دی جاسکتی ہے)
 اسی خصوصیت کے جس سے ہم بحث کر رہے ہیں تحت میں داخل ہے۔ اس میں خسرو کو تباہ
 خاص حاصل ہے اور اس لحاظ سے میرے خیال میں دنیا کے بہت تھوٹے شاعر ان کے
 پہلو پہیلو ہیں۔ یہ بحث بہت زیادہ تفصیل کی محتاج ہے، لیکن یہاں محض اس کی طرف اشارہ
 کر دینا کافی ہے۔

شنوی قرآن السعدین میں تمام موسموں کی کیفیات اور مختلف اشیاء کے اوصاف

میں جس کمال کا اظہار کیا ہے وہ محتاج بیان نہیں۔

تیسری خصوصیت جو خسرو کی شاعری کا ماہر امتیاز ہے اور جو شنوی نگاری کی جان ہے وہ نفسیات کا صحیح ادراک ہے۔ جس طرح ایک رانگاریا ناول نویس کے لیے ضرورت ہے کہ وہ اشخاص قصہ کی شخصیتیں قائم کرے انہیں شروع سے آخر تک برقرار رکھے، اور حالات و واقعات سے ہر موقع پر ان کی داخلی کیفیات مترشح ہوتی اور ان کو ایک دوسرے سے متماثر کرتی ہوں، اسی طرح شنوی نگاری میں ہاں موقع پیش آئے یہ حفظ و تفریق اشخاص لا بُد ہے اس کے بغیر شنوی میں روح پیدا نہیں ہو سکتی فارسی لٹریچر میں بہت کم شنویاں ہیں جو اس معیار پر پوری اترتی ہیں۔

خسرو کو تاریخی شنویوں میں اس خصوصیت کے پورا کرنے کے لیے یہ موقع حاصل تھا کہ اشخاص قصہ ان کے پیش نظر تھے اور وہ ان کو نہایت اچھی طرح جانتے تھے، لیکن اس سے اگرچہ یہ فائدہ ہوا کہ انہیں تخیل کی مدد سے اشخاص قصہ کو پیدا کرنا نہیں پڑا جیسا کہ افسانہ میں کرنا پڑتا ہے، لیکن تحفظ شخصیت کوئی سہل کام نہیں ہے، اور جب تک ادراکِ نفسیات کے ساتھ شاعر کی قوتِ مصورہ نہایت تیز نہ ہو یہ میدان بے سپہنیں ہو سکتا۔

دوسری اور تیسری خصوصیت دراصل ”واقعیت“ کے دو پہلو ہیں، خارجی اور داخلی۔ خارجی حالات کا احساس اور ادراک بہ نسبت نفسِ انسان کے پیچیدہ اور غنی کیفیت کے بہت زیادہ سہل ہے، لیکن جس طرح کسی شخص کی صورت دیکھ لینا اس کو واقعی طور پر جاننے کے لیے کافی نہیں ہے اسی طرح کسی قصہ یا داستان میں محض باہر کی اور اوپری چیزیں اشخاص

سے حقیقی واقفیت کے لیے کافی نہیں۔

قصہ کا پڑھنے والا کتاب ختم کرنے کے بعد قدر تا یہ خیال کرتا ہے کہ اشخاص قصہ کس حد تک اس کے ذہن میں مرسوم ہیں اور وہ اُن کے باطنی حالات، اخلاق و عادات اور رجحانات و خیالات سے کس حد تک آگاہ ہے۔ مصوٰر اور شاعر میں ایک بڑا فرق ہے کہ اوّل الذکر کا متمرغ خارجی اور محسوس مناظر سے باطنی کیفیات کی جھلک دکھاتا ہے، برعکس اس کے شاعر بیشتر داخلی پہلو کو لے کر چلتی پھرتی اور جتنی جاگتی ہستیاں ٹاٹے سامنے پیش کرتا ہے۔

واقفیت کے دونوں پہلو کو ملحوظ رکھنا اور اُن کو کامیابی کے ساتھ شاعرانہ نقاشی میں کاہل لانا چندان آسان نہیں ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ خسر و شاعری کی اس دشواری سے خوب واقف تھے۔

ایک جگہ قرآن السعیدین میں لکھتے ہیں۔

ایں سخن چند کہ بخواست ست شاعری نیست کہ ہم راست ست
گرچہ چنین راست نباید نفست ”راست بے ہمت کہ نتواش گفت“

اگرچہ قرآن السعیدین میں اشخاص قصہ کی تعداد نہایت ہی قلیل ہے، کتبباد، محمود اور چند دیگر اشخاص لیکن حفظ شخصیات کا اس میں پورا التزام ہے۔ اس کا پورا لطف اس موقع پر آتا ہے جہاں باپ اور بیٹے کے مابین نامہ و پیام ہوتے ہیں اور اس کے بعد صلح ہو کر خلوت میں ملاقاتیں ہوتی ہیں۔ یہاں گویا ڈراما کی (جس میں شخصیت کا کامل التزام ہوتا ہے)

جھلک نظر آنے لگتی ہے۔

اس مثنوی میں مرکزی شخصیت کی قیادہ ہے۔ تاریخ بتاتی ہے کہ وہ ایک نوجوان بادشاہ تھا جو تا مقرریش دُشستر کا دلدادہ تھا۔ خسرو نے اگرچہ ایک مورخ کی طرح عیب جی بُنی کے نقطہ نظر سے یہ نہیں کہا کہ بادشاہ ہواؤ ہو میں گرفتار اور دنیا و مافیہا سے بے خبر تھا، لیکن ساری مثنوی شتر کے رنگ میں ڈوبی ہوئی اور سراپا مقرریش بنی ہوئی ہے۔ جیسا کہ مولانا اسماعیل نے لکھا ہے ”حضرت خسرو کو مدوح بھی خوش قسمتی سے ایسا ہاتھ لگا ہے کہ ساتی و منفی و شاہد و بادہ و ساغر کا ذکر محتاج تکلف نہیں بلکہ اس کی بزم عیش کا ایک معمولی ہنگامہ ہے۔“

حقیقت حال یہ ہے کہ خسرو کی تمام تصانیف بالخصوص مثنویوں کو اس عہد کا ائینہ کہا جاسکتا ہے جس میں وہ لکھی گئی ہیں۔ ایک سچے شاعر کا قلب کیفیات اُترہ اور حالات ماحول سے بہ نسبت دوسروں کے زیادہ متاثر ہوتا ہے۔ اس کے جذبات جلد مشتعل ہوتے اور معرض اظہار میں آجاتی ہیں۔ عہد علانی کی مثنویوں میں اُس عظیم الشان عہد کی ہر جگہ پر جھلک پڑتی ہے۔ اسی طرح نہ سپہر میں علاء الدین کے عیش و سرپست جانشین قطب الدین مبارک شاہ کی تفریح صید افگنی اور بزم آرائیوں کا نوٹو سامنے آجاتا ہے جو خلیجوں کی بربادی کی اسی طرح پیشینگوئی کرتا ہے جس طرح کیتقاد کی عیاشیاں سلاطین علما مان کو خاندان کی تباہی کا پتہ دیتی ہیں۔

اسی خصوصیت کے تحت میں جس کا ہم ذکر کر رہے ہیں وہ غزلیات داخل ہیں

جو قرآن السعدین میں مختلف مقامات پر تفسیر کی گئی ہیں۔ ان غزلوں کی خاص خوبی یہ ہے کہ سب حسّیّات ہیں۔ جس داستان کے بعد آتی ہیں اُعلیٰ حیثیت سے پچھلے واقعات کا اعادہ کرتی اور اگلی داستان کی طرف اشارہ کرتی ہیں۔

مثلاً موسمِ سرما ہی کی قیاد لشکر کی تیاری کا حکم دیتا ہے:-

شدّ ہوا سرد کنوں آتشِ نرگاہِ کجاست (صفحہ ۴)

مقطع میں اگلی داستان ”جنشِ شاہِ زہلی زپے کین پد“ کی طرف ایک لطیف اشارہ ہے، جس کا مصرعہ اولیٰ ساری داستان کا خلاصہ ہے:-

عزمِ حج دارِ دُشمنِ پے توبہ عشق
توشہ اینکِ غمِ دل بارِ گشتِ کجاست (صفحہ ۴)

بادشاہِ دارِ السلطنت سے روانہ ہو کر عازمِ شہر ہوا ہے۔

”سوارِ چاکب من باز عزمِ لشکر دار“ (صفحہ ۵)

موسمِ بہار آتا ہے بادشاہِ گل و بلبل کے ساتھ دادِ طرب گسری دیتا ہے:-

(۱) آمدِ بار و شدِ چینِ لالہ زار خوش الحن (صفحہ ۵)

(۲) گلِ امروزِ آخرینِ شبِ مستِ غربت الحن (صفحہ ۸)

(۳) دوشِ ناگِ مینِ دل شدِ آں مہِ بیدِ الحن (صفحہ ۹)

لشکرِ شاہی فتح مند واپس آتا اور مغل قیدی پیل مال ہوتے ہیں۔

تینِ برگِ تازِ سرِ برہم
تیرِ بختِ کز لفظِ برہم (صفحہ ۹)

باپ بیٹے میں صلح ہو کر ملاقات کی سلسلہ جنبانی ہوتی ہے۔

بلاغ سایہ بیدستِ آب در سایہ
(صفحہ ۱۳۶) از پس من جانان خوابِ سایہ

باپ بیٹے میں ملاقات ہوتی ہے۔

خرم اں لفظ کہ مشتاق بیائے بد
(صفحہ ۱۵۲) آرزو مند لگائے بہ نگارے بد

وقتِ دُعا ہے باپ اور بیٹا جدا ہوتے ہیں۔

آرامِ جانم می رود۔ دل را صبوی چو بوالہ
(صفحہ ۲۱۰)

مفارت کے بعد کی بقیاری اور یاد۔

سختِ شوارست تہا ماندن از دلدار خوش
(صفحہ ۲۱۶) با کہ گویم حالِ تہا ماندن دشوار خوش

بادشاہِ عازمِ دار السلطنت ہوتا ہے۔

باز ابر تیرہ از ہر سوے سر بر می کند الخ
(صفحہ ۲۱۷)

بادشاہِ دار السلطنت پہونچتا ہے۔

عمر ننگستہ مرا باز کہ جاں باز آمد الخ
(صفحہ ۲۳۲)

کتاب ختم ہو گئی بادشاہ کی خدمت میں شرفِ قبول کی درخواست ہے۔

نامہ تمام گشتِ بجاناں کہ می برد
پیغامِ کالبدِ بوسے جاں کہ می بُرد (صفحہ ۲۵۵)

الفرض مسلسل تام داستان کی کیفیات جو واقعات کے لحاظ سے شاعر کے قلب پر وارد ہو سکتی ہیں، ان غزلیات کے ذریعہ بیان کر دی گئی ہیں۔ گویا شاعر نے مجرّد جذبات کے لباس میں تام قصہ ہی کو بیان کر دیا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ جس چیز پر لفظ شاعری کا سب سے زیادہ اطلاق ہو سکتا ہے وہ صنف غزل ہے۔ بلے کیا خوب کہا ہے کہ شاعر کے بیان کا ماہر امتیاز یہ ہے کہ وہ جذبات میں سرشار دنیا و مافیہا سے بے خبر ہو کر نواسنج ہوتا ہے اور اس کا بیان دوسروں کی طرف خطاب نہیں ہوتا، وہ غم و غصہ شوق و مسرت سے بیتاب ہو کر ترنم کرتا ہے جس طرح بلبل اپنے چھپوں میں خم و منہک اور صحنِ باغ کے لہلہ اور وارفتہ سامعین سے بے خبر ہوتی ہے اسی طرح شاعر اپنے جذبات اور واردات قلبی کا اس طرح اظہار کرتا ہے کہ گویا وہ سامعین سے بے نیاز اور بے خبر ہے۔

اس معیار کو پیش نظر رکھو اور قرآن السّعدین کی غزلیات کو جانچو۔ یہ غزلیات جیسا کہ ہم لکھ چکے ہیں مناسب موقع لکھی گئی ہیں گویا خارجی واقعات کو مجرّد جذبات کا جامہ پہنایا گیا ہے۔

شاعری کی صنف غزل میں خسرو کو جو امتیاز خاص اور قبولِ خاطر حاصل ہے محتاجِ بیان نہیں۔ وہ غزل سرا میں سعدی کے تتبع ہیں لیکن ان کا غزلیات میں ایک نیا رنگ پایا جاتا ہے۔ سعدی کے سامنے رکھنے سے معلوم ہو گا کہ کلام کی سلامت اور شیرینی اور جذبات کی یا کثرگی دونوں کے یہاں موجود ہیں لیکن خسرو کی غزلیات میں جو طرفگی،

تخیل، واقعیت، سوز و رقت اور قص پایا جاتا ہے وہ ہمیں کہیں نہیں ملتا۔ قرآن السعدین کی غزلیاں وسط المیوتہ کے اخیر زمانہ اور غزۃ الکمال کے ابتدائی ایام سے تعلق رکھتی ہیں یہ ان کے انبساط اور جوش کا زمانہ ہے قرآن السعدین کی غزلیات کے متعلق خود خسرو نے کہیں بھی تعریف کی ہے۔

ہر غزلے مشنہ عشاق کش (صفحہ ۲۳۶)

جیسا کہ مولانا اسماعیل نے تفصیل کے ساتھ لکھا ہے یہ غزلیں حالیہ ہیں۔ علاوہ انہیں مشنوی کی بحر ظاہر ہے کہ شروع سے اخیر تک ایک ہے۔ بیچ میں مختلف بحروں کی غزلیات شامل ہو جانے سے ایک خاص قسم کا تنوع پیدا ہو گیا ہے جس سے تازہ بہ تازہ نو بنو کی لذت حاصل ہوتی ہے۔

خسرو کی مشنوی نگاری کی چوتھی خصوصیت جدت اختراع اور طرہ آفرینی ہے ان کی طبیعت کا سب سے زیادہ میلان ایجاد کی طرف تھا۔ ہر صنف میں اس کے شواہد موجود ہیں جیسا کہ انھوں نے خود بیان کیا ہے ان کی شہر تاملتران کی جدت آفرینی کا نتیجہ ہے۔ رباعیات و قطعات میں وہ کسی کے مقلد نہیں۔ قصائد مشنوی اور غزل میں وہ اپنے آپ کو دوسروں کا پیرو تباتے ہیں، لیکن اس تقلید میں بھی انھوں نے اپنی حریت ذہنی اور اختراعات کے لیے پورا میدان پیدا کر لیا ہے۔ صنایع اور بدائع میں ان کی جدت پسند طبیعت نے ایجادات کے انبار لگا دیئے ہیں۔

۱۵ دیکھو اعجاز خسروی ۱۵ دیکھو دیباچہ غزۃ الکمال ۱۵ دیکھو اعجاز خسروی دیباچہ تحفۃ القفر دیباچہ وسط المیوتہ اور دیباچہ مشنۃ الکمال وغیرہ ۱۲

شنوی قرآن السعیدین میں جو خود ہدایت کا نمونہ ہو وہ فرماتے ہیں۔

چند گم بود بدل این خیال	تازہ کنم ہر صفۃ را جمال
بود در اندیشہ من چند گاہ	کز دل دانندہ حکمت پناہ
چند صفت گویم و آتش دہم	جمع اوصاف خطا بش دہم
طرز سخن را روشن نوہم	سکہ این ملک بجنس و ہم
نو کنم انداز رسم کہن	پس روی پیش روان کہن (صفحہ ۲۲-۲۳)

آنچہ ز سر جویش دل نقش بند ق معنی نو بود و خیال لبند

موئے بولیش بہ ہنر بحیثتم	پختہ و سنجیدہ در درختیم
وصف نہ زان گوشتہ از دل و	کاں دیگرے را بدل آید کہ چو
ہر صفۃ را کہ بر نگنختم	شعبہ تازہ در درختیم
نیست ز کس لولوے لالائمن	ثرف بہ ہیں رتہ دریاے من
نکتہ من گوہر کان من ست	زان کہ نیست از آن من ست
دزد نیم خانہ بر دیگرے	خانہ کشادہ ز در دیگرے
مایہ ہر دزد کہ در عالم ست	گرچہ فزون ست بقیمت کم ست (صفحہ ۲۳-۲۴)

آن کہ شناسندہ این گوہر است گر ہمہ نفرین کند دم در خور است

داں کہ بتقلید نشست اندریں نشنوم ار خود کندم آفریں (صفحہ ۱۲۲)

حقیقت یہ ہے کہ یوں تو انسان کی تمام ذہنی قوتیں وہی ہوتی ہیں اور کوشش سے اُن میں صرف محدود ترقی ہو سکتی ہے، لیکن غالباً قولہ دماغی میں سب سے زیادہ غیر اکتسابی وہ قوت ہے جسے "تخیل" کہتے ہیں اور جو شاعری کے لیے خاص طور پر بمنزلہ روح وردا ہے۔ شاعر اسے ماں کے پیٹ سے لیکر آتا اور اُسی طرح اپنے ساتھ لے جاتا ہے۔ دوسرے لحاظ سے ممکن ہے کہ اس کے کلام میں دُور و نزدیک ترقی ہوتی جائے۔ مثلاً اس کا الفاظ زیادہ شستہ اور بندشیں زیادہ چست ہو جائیں لیکن تخیل کی مقدار تقریباً ہمیشہ معین رہتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ایک بڑے شاعر کے کلام میں عہد طفولیت میں پیرائے نچنگی اور عہد پیری میں طفلانہ نازکی پائی جاتی ہے۔

خسر کے کلام پر ایک غائر تاریخی نظر ڈالنے سے اس خیال کی تصدیق ہوتی ہے خوش قسمتی سے اُن کا تمام کلام ہر ہر دور کا جدا جدا محفوظ ہے۔ بڑی شنویوں میں ان کے پہلی شنوی ہے لیکن چند چھوٹی شنویاں بھی جو اُنھوں نے اس سے پہلے لکھی تھیں محفوظ ہیں۔ ذیل میں ہم اُن کی دو ابتدائی شنویوں سے ایک ہی مضمون کے متعلق انتخابات پیش کر کے قرآن السعدین سے مقابلہ کرتے ہیں جس سے معلوم ہوگا کہ ابتدا ہی سے خسر و تخیل کی کیا حالت تھی۔

مضمون مغلوں کی ہجو ہے جس میں خسر نے قرآن السعدین میں بڑا زور قلم دکھایا ہے (دیکھو صفحہ ۹۲-۹۵) یہ شنوی اُن کے مرثیہ سلطان محمد کی شہادت اور خود امیر کے

مغلوں کے ہاتھوں میں گرفتار ہو جانے کے کوئی چار پانچ برس بعد کی ہے۔ اس کے
لکھے وقت اُن کا غم و غصہ جس قدر جوش میں ہو گا ظاہر ہے۔ دوسری شنبوی ۹۸۲ھ
یعنی قرآن السعیدین سے کوئی چھ برس پہلے اور حوادثِ مذکورہ بالا سے ایک سال
قبل کی تصنیف ہے۔ تیسری شنبوی سلطان محمد کی ملازمت اختیار کرتے وقت غالباً
دوسری شنبوی سے تین چار برس پہلے کی ہے۔

قرآن السعیدین	شنبوی	شنبوی
(۹۸۸ھ)	(۱۱۱ رمضان ۹۸۲ھ)	(جو غالباً سلطان محمد کی ملازمت اختیار کرتے وقت بھی تھی)
کافر تار بروں از ہزار	در تچا پوچوں سگ لقمہ ربا	قوس ہمہ گر بچشم سگار
کردہ دگر گونہ با شتر سوار	آفتِ نان د بلائے شور با	چوں گرگ درندہ آدمی خوا
سخت سرانے بوغا سخت کوش	بہر نامے گر ہمہ باشند سیر	ہمہ بوزنہ دار ناد و فاجوے
ہر ہمہ پولاد تن و پنبہ پوش	سزنگوں افتد از بالا بریر	ہم پوست سگ کشیدہ بر بے
اصل زنگ لیک بزرگ استخوان		چوں سگ ہمہ رد و ال ماندہ
گر بُہنجی شدہ بر دروغےاں		چوں بوزنہ در جوال ماندہ
		تا چند رہ سگی سپردن
		یا بوزنہ را گشت بردن
	دو گلہ بر لیک بر پشتِ گل	مشتے دگلاں دو گلہ پوشاں
	گندگی راجاے کردہ در غفل	قربو قربو زناں و جوشاں

پوستیں پوشیدہ دے پوسٹے

در گریز از غازیان دوسٹے

گشت یلے گوہمہ بر بانگِ فی نالہ ناخوش ہی در داشتے

ہمچو زماں نوہ کناس پڑی بہی مست آواز یلے برداشتے

زیر یلہ گردانِ نافرخندہ پڑی

جاں یلہ کردہ باد آواز یلے

سر تر اشیدہ زہب سر قلم بستہ پر بوم را بالائے سر

زاں قلم انگینتہ خدلاں رقم سر تر اشیدہ چو بقیہ زیر سر

مشتے پر بوم کردہ در سر

بسیار ز بوم شوم رو تر

رنخہ شدہ طشت مس از چشم چشم شان در رے ناپید شدہ

دیدہ در انداختہ در رنخہ سنگ ہر کہ دیدہ رے شان شید شدہ

دیدہ ہائے در شدہ اندر مناک

گوئی بنشستہ ہست اندر گر وہ باک

از رخ تا رخ شدہ بسینی پین بینی پست و خمیش از دعو دل

وز ککہ تا ککہ لبالب دہن ہمچو غوکے بر سر آب رواں

بینی پر رنخہ چو گوہر سرباب

یا چوتوئے کہ ز طوفان آب

موئے زمینی شدہ برب فراز ریش نے در روئے شاں گلے نرغ
 سبت شاں گشتہ بغایت راز آمدہ بہر زدن از کوہ و شغ
 ریش نہ پیر امن چسپاہ نرغ کرشنادہ سبلتان کندہ را
 سبزہ کجا برد از روئے نرغ دام دادہ ریش اہل خندہ
 کرد نرغ شاں ز حاسن کنار

اہل نرغ را بحاسن چہ کار
 سبت چوں سیخ چو تاج رد
 رشتہ ہنس نعت شاں در گلوے

زشت تر از زنگ شدہ بو دشتاں
 پست تر از پشت شدہ رو دشتاں
 چہرہ شاں دبہ نم یافتہ
 جاے بجانکھک و خم یافتہ

روئے چو آتش کلہ از پشمیش روئے چوں آتش دسر چو دیک
 آتش سوزاں شدہ با پشمیش ماندہ از مردار خواراں دہیک
 آتش دیان سرد چوں آب
 سوزان و جہاں چو کرم شتاب
 روئے و حدیث زشت در کام
 چوں طشت کہ آں بفتد از بام

خوردہ سگے خوک بندان بد روترش چوں سرکہ تہاج سٹو
 ہر ہمہ دندان خرد بے خرد دز ترش خونی ہم تہاج رو
 (صفحہ ۶۳-۶۵) موش خواران دوندہ موش اُ

گشتہ صحرا پر زشتے موش خا

مائدہ شاں از خویش زشتے ہر کہ با ایشان معاذا لہ نشت گندہ دہنان و گندگی دوست
 داں کتبہ قشاید بہ پے تے کند در ساعے ابو ذرشت خو کی دسگی کشیدہ در پست
 تینون گھگ ایک ہی قوم کی بچو ہی۔ شاعرانہ تخیل نے ایک نفرت انگیز تصویر کے خط و خا
 ہر جگہ یکساں طور پر کھینچے ہیں۔ جس طرح ایک ظریف مصور کسی شخص کی مضحکہ انگیز تصویر
 بناتے وقت اس شخص کی مشابہت تامہ قائم رکھتا ہے، اسی طرح ایک با کمال شاعر محبت
 و نفرت کے جذبات سے متاثر ہو کر جو تصویر پیش کرتا ہے وہ اصلیت سے متعارف نہیں ہوتی۔
 البتہ اس کے واردات قلبی کے لحاظ سے یہ تصویر کبھی دلکش اور کبھی نفرت انگیز ہوتی ہے۔
 خسرو نے مغلوں کی تصویر جس طرح کھینچی ہے اس سے شاعر کی انتہائی دلی نفرت
 کا اظہار ہوتا ہے۔ لیکن دیکھنے کے قابل یہ بات ہے کہ اُن کی جن جن چیزوں کو استہزا کیلے
 منتخب کیا ہے وہ واقعی ہر محض قیاسی نہیں ہیں اور اُن جزئیات کو ملا کر جو اس غرض کے
 لیے انتخاب کی گئی ہیں ہمارے ذہن میں مغلوں کی ایک ایسی تصویر پیدا ہو جاتی ہے جو جذبات
 کا حجاب اٹھا دینے کے بعد بھی مغلوں کی واقعی ہیئت سے مشابہت تامہ رکھتی ہے چھوٹی
 چھوٹی نیلی آنکھیں، چپٹی ناک، پھیلے نتختے، چوڑا اتمتا چہرہ، ڈاڑھی کے دو چار بال

ٹھوڑی سے لٹکے ہوئے، لمبی لمبی مچھلیں، گھٹا سر، کٹہر، سر پر رکھی، پر بوم بطور کلنی لگائے، دگلہ پہنے، نے بجاتے اور تاتاری زبان میں نعرے لگاتے، غرض یہ ساری باتیں واقعی ہیں البتہ شاعر نے ان سب کو اس طرح بیان کیا ہے کہ پڑھکر ان کی ریشخند کر لے خواہ مخواہ ہر ایک کی طبیعت چاہتی ہے۔

سب سے اخیر میں ہم جس خصوصیت کی طرف اشارہ کرنا چاہتے ہیں وہ ”تناسب“ ہے فنون لطیفہ میں (جس کے اندر شاعری بھی داخل ہے) ”حسن“ سب سے زیادہ مناسب کا نتیجہ ہوتا ہے۔ جس طرح ”تاج گنج“ یا ”الحرار“ کی دلکشی کا اندازہ محض ان کی پیمائشیں دینے سے نہیں ہو سکتا بلکہ ان کے حسن کا تصور نطائے کے ایک مجموعی اثر کا حاصل ہوتا ہے، اسی طرح کسی کتاب کے تناسب کا خیال کتاب کے مجموعی اثر پر موقوف ہے۔ یہ تناسب ایک طرف الفاظ کی موزونیت سے شروع ہوتا اور دوسری طرف خیالات کی مناسبت اور تمام اجزاء کے کتاب کی انفرادی اور اجتماعی خارجی اور داخلی موزونیت پر ختم ہوتا ہے۔ مصور اور نقاش تصویر یا نقوش بناتے وقت ایک طرف ہر ہر خط اور ہر ہر جزو کی موزونیت اور دوسری طرف اجزاء کے باہمی تناسب کا خیال رکھتا ہے۔ بت تراش مجسمہ تیار کرتے وقت چوٹی سے ایڑی تک پتھر کے ہر ہر مقام پر نظر رکھتا اور تمام حصص میں توازن و تناسب قائم کرتا ہے۔ معمار عمارت کی ہر ہر اینٹ موزونیت کے ساتھ رکھتا اور تمام عمارات کے حصوں میں ایک مجموعی مناسبت قائم کرتا ہے۔ موسیقی کا ہر ایک ایک سُر کو تول کر نکالتا اور نغمے کے مختلف اجزاء میں سستی و بلندی قائم کر کے ایک مجموعی موزونیت پیدا کرتا ہے۔ اسی طرح

ادب کے شعبہ طیفہ میں مصنف اپنی کتاب کے ہر لفظ اور ہر خیال کو تولتا اور کتاب کے تمام اجزاء میں توازن و تناسب پیدا کرتا ہے۔ کتاب کا حسن اسی تناسب کا نتیجہ ہے اور اسی تناسب میں فرق آجانے سے کتاب کے حسن میں بھی فرق آجاتا ہے۔

ثنوی میں اس حسن کا قیام رکھنا کوئی آسان کام نہیں ہے۔ شاعری کے جملہ اصناف میں یہی صنف ایسی ہے جس میں ضخیم سے ضخیم کتابیں لکھی جاسکتی ہیں۔ لیکن بقدر اس کا میدان وسیع ہے اسی قدر اس کی مرحلہ پیمائی دشوار ہے۔ ہر قسم کے خیالات جذبات اور واقعات پر تسلیم اٹھانا پڑتا ہے اور شاعر کی تمام خصوصیات اور محاسن اس کی تکمیل اور آرائش میں صرف کرنے پڑتے ہیں۔ شاعری کا جو کمال ہو مراد پرکیر کے یہاں نظر آتا ہے اس کا عکس ہماری شاعری میں سب سے زیادہ اسی صنف یعنی ثنوی میں ہو سکتا ہے۔ لیکن ذرا غور کرو کہ بے شمار ثنوی نگاروں میں کتنے ہیں جو اس معیار پر پورے اترتے اور فردوسی نظامی اور خسرو کے پہلو پہلو بیٹھنے کا استحقاق رکھتے ہیں۔

اگرچہ ہمارا کہنا کسی دوسرے کے لیے بُرا نہ ہو سکتا کہ خسرو کی طبع آزمائی تناسب کے معیار پر پوری اُترتی اور ہمارے ذہن میں حسن کا تصور پیدا کرتی ہیں، لیکن یہ یقین ہے کہ مذاق سلیم اور وجدانِ صحیح اس کتاب کے پڑھنے والوں کو خود اس نتیجہ کی طرف راہبری کرے گا۔ ناظرین اس ثنوی کے پڑھتے وقت ان خیالات کو پیش نظر رکھیں اور خود اندازہ کریں کہ شاعر نے مختلف داستانوں کے باہمی ربط اور مختلف اجزاء کے باہمی ربط میں کس حد تک کامیابی حاصل کی ہے۔ جو عمارت اس نے ایک ایک لفظ چُن کر بنائی جو نقش و نگار

اس نے ایک ایک خیال لیکر کھینچے اور جو راگ اس نے ایک ایک حرف جوڑ کر پیدا کیا
ہو اُن سے کہاں تک خسرو فنون لطیفہ کے بڑے استادوں کی صف میں جگہ پانے کا
مستحق قرار پاتا ہے۔

(۳۳)

قرآن السعدین کے بعض نسخوں پر اس شنوی کا نام ”شنوی در صفتِ دہلی“ لکھا
ہوا پایا گیا ہے اس کی وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ شنوی مذکور میں خسرو نے جہاں مختلف اشیاء
کے ”صفات“ لکھے ہیں، وہاں اراستہ طنت اور اُس کی مشہور عمارات وغیرہ کی تو
بھی کی ہے۔

قرآن السعدین سے محققین آثارِ قدیمہ کو کعباد کے عہد میں دہلی کے متعلق بعض
مستند حالات معلوم ہو سکتے ہیں جو ذیل میں درج کیے جاتے ہیں۔
دہلی کو اس عہد میں قبۃ الاسلام کے لقب نامزد کیا جاتا تھا۔

”قبۃ اسلام شدہ در جہاں

(صفحہ ۲۹)

بستہ اوقبتہ ہفت آسماں“

شہر ہپڑی پر آباد تھا اس کے گرد و میل تک باغ تھے اور دریاے جمنا اُس کے قریب
آبیاری کرتا تھا۔

بحر وے گشت بکوہ آشنا

شہر نہ بل بحسہ عجائب نما

تا کند استلیم عدو سنگسار (صفحہ ۳۲)

زماں بدل کوہ گرفتہ قرار

تا بد و فرنگ بر پیرانش
روضہ باغ و چین گلشنش
(صفحہ ۳۳)

تا فلک از خون بدودادہ آب

دجلہ رواں برد بغداد آب (صفحہ ۳۳)

دہلی میں اس زمانہ میں تین حصار تھے، دو پرانے، ایک نیا۔

از سہ حصارش دو جہاں یک مقام

وز دو جہاں یک نفس دہ سلام (صفحہ ۲۸)

(۱) حصن بردیش ز عالم بردن عالم بردنش بھن اندرون

(۲) حصن درویش تو گوئی مگر پنج بزیر ست و حصارش زبر

(۳) گفت حصار نو اور اسپر کائے فلک نو بکن دار مسر

ملک ز دروازہ او شج با سیزوہ دروازہ و صد شج با

ہر دم از ان قلعة مینو شرت قلعة فیروزہ شدہ شست شست (صفحہ ۲۸-۲۹)

پہلے دو حصار میں ایک جو باہر کی طرف تھا غالباً قدیم دہلی کی شہرِ نیاہی اور حصارِ اندر

شہر کا شاہی قلعہ حصارِ نو سے غالباً حصارِ شہرِ نو واقع کیلو کھری مراد ہی۔ کیلو کھری کا محل

دفعہ دہلی کھنہ سے تقریباً تین میل کے فاصلے پر شمال مشرق کی جانب جہنا کے غریبی کنار

پر ہے۔ یہیں پر کی قباد نے ایک قصر تعمیر کیا تھا جس کی مفصل کیفیت قرآن السعدین میں

ہیں عنوان لکھی ہے۔

صفتِ قصر نو و شہر نو اندر لبِ آب

کہ بود عرصہٗ رفتن چو رفتِ کُلِ ایوان (صفحہ ۵۴)

ضروری اشعار ذیل میں درج کیے جاتے ہیں ۵

رفت بجلو کھری و دادِ دعویٰ	از مدد دست چو دریائے جوں
قصر شد از فرشتہٗ ارجند	چوں فلک از منزلتِ خود بند
قصر گویم کہ بہتے فراخ	روقتہ طوبی در او را بشاخ
بامِ سفیدش بفلکِ سودگر	کرد بخورشیدِ سفیدی ابر
آئینہ گشتہ ز گنجِ صافِ نیست	دید در او صورتِ خود را بہشت
شکلِ ستونش بتمامِ ستاد	قصر ارم را شدہ ذاتِ العباد
طرفہٗ عروستہٗ آراستہ	آئینہٗ از آبِ رواں خواستہ
جوں کز گوشتِ جابلے عیاں	قصر نمود از تیرِ آبِ رواں
ہیچود و آئینہٗ مقابلِ زتاب	آبِ درِ عکسِ نما و درِ آب
طاقِ بلندش بفلکِ گشتِ بہشت	حاصلِ او شد فلکِ اندِ نہشت
کنگرِ طاقش ز زبانِ دراز	پیشِ فلکِ گفتِ سخنِ عراز
سنگِ سفیدش کہ شدہ سپر	آمدہ از مہر و شدہ ہم بہر
یک طرفش آب و دگر سویلِ باغ	باغ و آبِ زد و سویلِ باغ
شاخِ بہر بار کہ کرنِ راہ	جا نگہِ بار شدہ بار گاہ

ان اشعار سے معلوم ہوتا ہے کہ شہرِ نوجہا کے قریب واقع تھا اور قصرِ نودریا کے عین کنارے پر تعمیر کیا گیا تھا۔ اور اس کا عکس دریا میں پڑتا تھا۔ نیچے کا حصہ اینٹوں سے بنا تھا، جس پر چونہ اور سفیدی ہو رہی تھی۔ اوپر کے حصہ میں سنگِ سفید لگا تھا اس قصر کے ایک طرف جہتا تھی، اور دوسری طرف باغ تھا، جو بارگاہ سے استقرِ قریب تھا کہ درختوں کی شاخیں بارگہ کے اندر داخل ہوتی تھیں۔ ع

جانکہ بار شدہ بارگاہ

اس مصرع میں لفظ بار میں لطیف ایہام ہے معنی مقصود یہ ہے کہ بارگاہ قریب باغ کے باعث شاخوں کے داخل ہونے کی وجہ سے پھلوں کے رکھنے کی جگہ ہو گئی ہے۔ معنی قریب جن کی طرف پہلی نظریں بہن منتقل ہوتا ہے یہ ہیں کہ ”بارگاہ“ دربار کی جگہ ہے۔ غرۃ الکمال میں بھی قصرِ مغزی کی تعریف میں ایک چھوٹی سی شئی ہے جس کے چند اشعار درج ذیل کیے جاتے ہیں۔

زہے فرخندہ قصرِ آسمان سائے	کہ ہست از رفتش آسمان طے
برے آبِ فردوسِ جہاں تاب	مجا فردوسِ خد و باشد بریں آب
باپِ جون دادہ صنعتِ دلون	زین پوشیدہ پیش لبِ جن
خیالِ قصر کا ند آبِ زد تاب	فلکِ اسرنگوں افگند در آب
نظیرے این چنین قصرِ لہجست	مگر در آبِ بنی داں خیالست
زمینش مہ بندی آسمان گیر	مبارک باد بر شاہِ جہاں گیر

معزالدین کہ دنیا را بیا راست ز با شش دین و دنیا را بیا راست
 شہنشاہ کیتبا دآں افسر ملک کہ چون افسر بر آبد بر سر ملک
 خدا دادت در آیام جوانی ہیں ملکہ چون ملک جاودانی

بعض گزشتہ اور موجودہ مؤرخین نے ”شہر نو“ کی تعمیر کو بھی غلطی سے معزالدین کیتبا کی طرف منسوب کیا ہے۔ لیکن واقعہ یہ ہے کہ ”شہر نو“ اس نام سے کیلوکھری میں پہلے ہی سے آباد تھا۔ چنانچہ جلوسِ ناصری کے پندرہویں برس ۶۵۸ھ میں جس وقت ہلاکو خان کے سفیر ناصرالدین محمود کے دربار میں پیش ہوئے اُس وقت (بقول صاحب طبقاتِ ناصری جس نے یہ حالات چشم دید بیان کیے ہیں) دولاکو پیادہ اور پچاس ہزار سوار اور اہالیانِ دہلی کی بیس میں صفیں دو طرفہ ”شہر نو“ واقع کیلوکھری سے لیکر قصر شاہی واقع دہلی تک پھیلی ہوئی تھیں۔ سفرِ شہر نو سے جانبِ اہلسلطنت وانہ ہوئے۔

”بقدر دو لک پیادہ تمام بھڑت آمد، و بقدر پنجہ ہزار سوار آمادہ برگشتوں
 و بیریق و قبیہ ساختہ و خلق و عوام شہر از معارف و اوساط و ارنوال چنداں
 مرد از سوار و پیادہ بیرون رفت کہ از شہر نو، کیلوکھری تا درون شہر کہ
 قصر سلطنت و بہ بیت صنفِ مرد و پشت بہ پشت چوں باغ فراہم یافتہ کشف بر
 نہادہ صف و صف ایستادہ چوں رُسلِ ترکستان از ”شہر نو“

برشتند الخ“

اس کا بہترین ثبوت کہ شہر نو کی بنیاد کیتبا نے نہیں ڈالی خود خسرو کے بیان

مترشح ہے۔ ”صفتِ قصرِ نو شہرِ نو اندر لبِ آب“ میں انہوں نے صرف قصر کی تعریف کی ہے اور اسی کو کیتباد کی طرف منسوب کیا ہے۔ ”شہرِ نو“ کے متعلق کچھ نہیں لکھا حالانکہ یہ امر بین ہے کہ اگر شہرِ نو میں قصر کے علاوہ کوئی حصہ مغز الدین کا تعمیر کیا ہوا ہوتا تو اس کا ذکر وہ ضرور کرتے۔ علاوہ ازیں کیتباد ۶۸۶ھ میں تخت پر بیٹھا اور اگر یہ مان لیا جائے کہ اُس کا جلوس اوّل سال میں وقوع میں آیا (اور قرآن کا یہی تقاضا ہے) تو ذوالحجہ ۶۸۶ھ تک جبکہ بادشاہ دارالسلطنت سے روانہ ہو کر کیلو کھری قصر مغزی کو گیا ہے کسی طرح نیا شہر بنا قیاس میں نہیں آسکتا۔ اس قدر قلیل مدت صرف ایک عالی شان محل کی تعمیر کے لیے کافی ہے۔

قصر کی تعمیر کے بعد کیتباد کا اس کو اپنا دارالسلطنت قرار دینے لینا خود ظاہر کرتا ہے کہ شہرِ نو اس کے زمانہ میں اس قدر آباد تھا کہ فوراً دارالسلطنت بنالینے میں کوئی دقت نہیں ہوئی چنانچہ جب کیتباد کے بعد جلال الدین خلجی تخت پر بیٹھا تو اس نے اس مقام کو اپنا دارالسلطنت منتخب کر لینے میں کوئی دقت نہیں دیکھی۔ البتہ اس کے زمانے میں اس شہر کو ترقی حاصل ہوئی۔

دہلی کی عمارات اور آثار میں اس زمانے میں تین چیزیں امتیازِ خاص رکھتی ہیں مسجد جامع، منارہ ماذنہ، اور حوضِ سلطانی۔ خسرو نے اور بھی جہاں کہیں دارالسلطنت کی یاد کی ہے انھیں تین چیزوں کو خصوصیت کے ساتھ شمار کیا ہے۔

۱۔ مثلاً دیکھو بنوئی تحفہ فخرۃ الکمال بنام تاج الدین زاہد ازاد دعوہ ۱۱

مسجد جامع کے متعلق حسب ذیل اشعار قابل غور ہیں ۵

غفل تیج گنبد دروں رفقہ زنہ گنبد والا بروں

گنبد او سلسلہ پیوند راز سلسلہ چوں کعبہ شدہ حلقہ ساز

درتہ سقفش ز سماء تازیں نصب شدہ جملہ ستونائے دیں (صفحہ ۳۰)

ان اشعار سے معلوم ہوتا ہے کہ اس زمانے میں مسجد مذکورہ میں نو گنبد تھے مسجد

کی چھت کے نیچے جا بجا ستون قائم تھے ۵

درتہ سقفش ز سماء تازیں نصب شدہ جملہ ستونائے دیں

یہ وہی ستون تھے جو مسجد مذکورہ کی تعمیر سے پہلے رائے پتھور کے مندر میں لگے ہوئے

تھے ان میں سے کچھ ستون اس وقت بھی موجود ہیں اور مسجد مذکور کا محل وقوع بتاتے ہیں

منارہ کے متعلق ۵

شکل منارہ چوتھوں نے ز سنگ از پے سقف فلک شیشہ رنگ

آں کہ ز زبر سرش افسر شدہ آ سنگ ز نزدیکی خور ز رشده آ

سنگ آں کہ ز زبر سرش افسر شدہ آ ز ز ز خورشید عیارے نمود

سنگ آں کہ ز زبر سرش افسر شدہ آ آمدہ از مہر شدہ ہم بھر

از پے بر فستن ہفت آسمان کرد زیں تا فلک ز دبان

گرد سرش کرد موزن چو گشت قامتش از مسجد عیسے گذشت

موزن آں جا کہ اقامت کشید قامت موزن تواند رسید (صفحہ ۳۱)

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ منارہ ماذنہ تھا۔

بعض محققین آثار کو جن کی نظر سے غالباً یہ اشعار نہیں گزرتے، اس سے انکار ہے۔ لیکن خسرو کا بیان سند قطعی ہے۔ اور اس میں کوئی شبہ کی گنجائش نہیں۔ فیروز شاہ تغلق کے زمانے میں منارہ مذکور میں بجلی کرنے سے خلل آگیا تھا اور اُس نے اوپر کے حصہ میں بہت کچھ اضافہ اور ترمیم کی، لیکن خسرو کے زمانے میں یہ منارہ اصلی حالت میں موجود تھا۔ اور ابن بطوطہ نے بھی ترمیم مذکور سے کچھ ہی دن پہلے محمد تغلق کے عہد میں اس منارہ کو دیکھا تھا۔ خسرو کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ منارہ مذکور کے اوپر چتر (یا قبۃ) بنا ہوا تھا جس کا اوپر کا حصہ سونے کا تھا۔ ابن بطوطہ کی اس مینار اور چتر کے متعلق حسب ذیل عبارت ہے:

”یہ مینار سُرخ پتھر کا بنا ہوا ہے۔ حالانکہ مسجد سفید پتھر کی ہے۔ مینار کے

پتھروں پر نقش کتہہ ہیں اور اُن کا اوپر کا پتھر خالص مرمر کا ہے اور

لٹو زر خالص کے ہیں۔“

خسرو اور ابن بطوطہ کے بیانات پر غور کرنے سے ثابت ہوتا ہے کہ منارہ مذکور بحالت اصلی محض سُرخ پتھر کا تھا، جس کے اوپر ایک سنگ مرمر کا چتر تھا اور چتر کے لٹو اور کٹل (غالباً) سونے کے تھے افسوس ہے کہ جہاں تک ہمیں معلوم ہے خسرو نے کیسے اس کے متعلق کئیات بھی ذکر نہیں کیا کہ اُس زمانے میں مینار مذکور کے کتے ذریعے تھے۔

حضرت سلطان کے متعلق ۵

در کمرنگ میانِ دو کوہ آبِ گہرِ صفوت و دریا شکوہ

ساختہ سلطانِ سکندر صفات درسد کوہِ اُمینہ ز آبِ حیات

شہر گر از دے نبود آبِ کش کس نخورد در ہمہ شہر آبِ خوش

در تہ آبش ز صفا ریگِ خرد کور تو اند بدلِ شبِ شمر د

سِل دے آہنگِ بکسار کرد کوہِ تبردا منے اقرار کرد

چوں مدو جزش ز نشیبِ فرا ز آبِ ز کوہِ آمدہ و رفتہ باز

چو ترہ و قصر بلندش در آبِ گشت از اں ساغرِ صافیِ جبل

رود بے زوشدہ تا آبِ چون جوں زپے آبِ از دُستہ عون

گرد دے از اہلِ تماشا کردہ دامنِ خمبہ شدہ دامنِ کوہ (صفحہ ۳۲)

ان اشعار سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ حوض جس کو سلطان لقمش نے (۶۲۷ھ تا ۶۲۹ھ)

میں تعمیر کیا تھا دو پیاروں کے بیچ میں واقع تھا اور اس کی زمیں دامنِ کوہ سے نکرائی تھی۔

تمام شہر کو میٹھا پانی ہمیں سے دستیاب ہوتا تھا۔ دریاے جمناسے اُس حوض تک بہتے

نالے نکلے گئے تھے۔ پانی ایسا صاف شفاف تھا کہ نہ کی ریگ دکھائی دیتی تھی۔ بیچ حوض

میں ایک چو ترہ بنا ہوا تھا جس پر ایک عمارت بھی قائم تھی۔ شہر کے لوگ تفریحِ طبع کے لیے یہاں

آتے اور دامنِ کوہِ خمبہ میں نہرتے تھے۔

علاء الدین کے زمانہ میں اس حوض کی مرمت ہوئی تھی اور بیچ میں ایک خوشنما

گنبد تعمیر کرایا گیا تھا۔ قرآن السعدین کے بیان سے یہ امر ثابت ہوتا ہے کہ اس گنبد سے پہلے

التمتش کا پتہ تو موجود تھا۔

اس نشوونما میں خسرو نے علاوہ دہلی کے خاص اُس کے مضافات و حوالی کا

بھی ذکر کیا ہے۔

کیقباد اپنے لشکر کے ساتھ دارالسلطنت سے روانہ ہو کر سیری میں خیمہ زن ہوا

کو کبہ زین خط انجمن شمار	رفت بروں بے شہر یار
نصب شد اعلام مبارک ایلو	کرد سراپہ بستی نزل
بارگشاہ دریاں بستان	رے ظفر داشت بند و تال صفا

یا نگہ خاص بستی رسید	سبزہ تر بر سر سبزی رسید
دائرہ خیمہ بستی قطار	ابر فردا من در مرغزار
بس کہ دران گاشن بنوشتا	شاہ شد از ابر کرم در فشاں
ہر کہ درین سبزہ نظر در گرفت	قطرہ طلب کرد و گہر بر گرفت (صفحہ ۵۲)

ان اشعار سے معلوم ہوتا ہے کہ اس زمانے میں ”سیری“ سبزہ زار تھا۔ کوئی تیرہ

یا چودہ برس بعد علاء الدین نے جامعہ منغل کے وقت دہلی سے نکل کر اسی میدان میں جنگ

کی تھی اور فتح مند ہونے پر بطور فال نیک اپنے دارالسلطنت کے لیے اس موقع کو انتخاب

کیا تھا۔ اس کے جانشین کی شہادت نے حصار و عمارات سیری کی تکمیل کی۔ اور اس کا

نام ”دارالسلام“ رکھا۔ یہ حالات مفصل طور پر امیر خسرو نے نشوونما میں لکھ دیے

حوالی شہر میں تلیٹ، انڈیا اور افغان پور کا بھی ذکر کیا ہے۔

میں نے برقیہ زد کیسہ بود میان اندپتہ میسرہ

پیل گراں سنگ بہ ہیا پور بود قلب چو دریاں در آبد بچو د

پیش ہیا پور بہت درسہ میل سنگ گراں سر شد از یای پیل صفر ۵۲

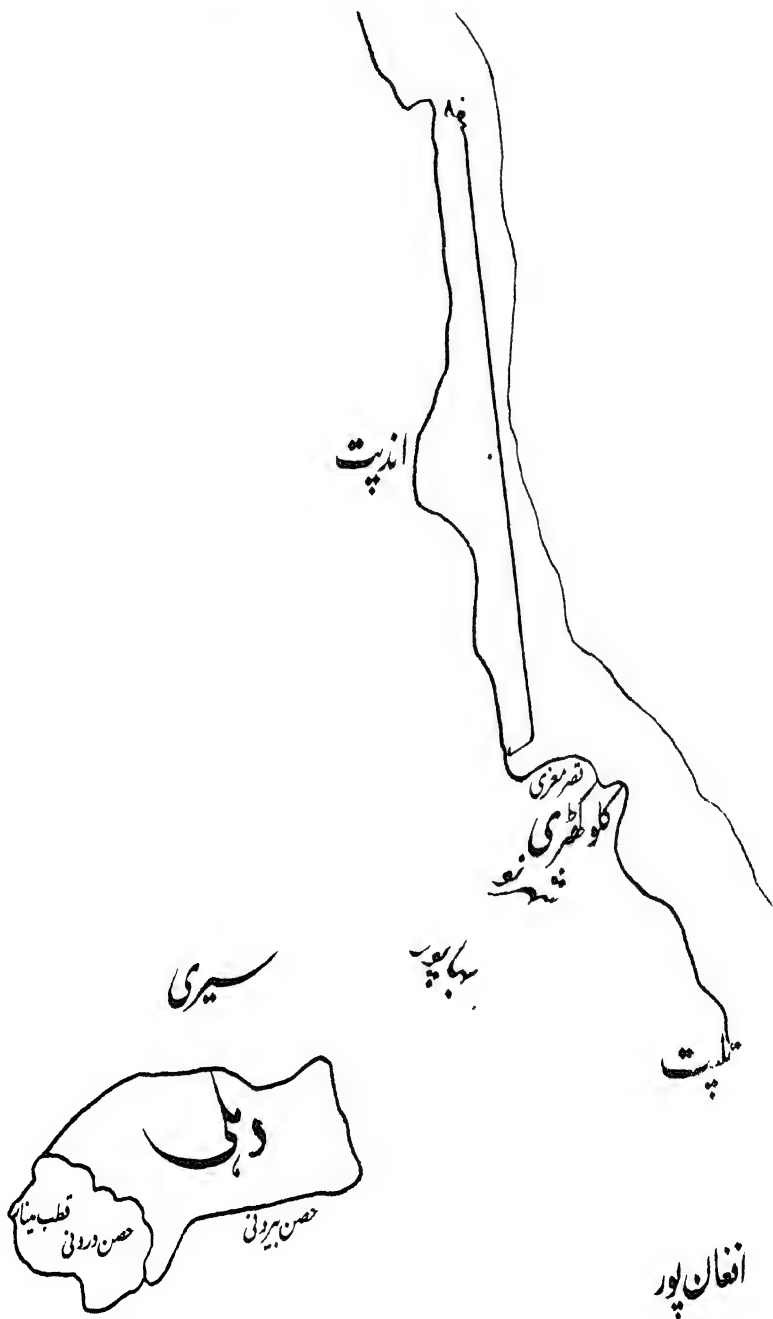
لشکر شاہی کا سیدھا بازو تپت میں الٹا اندپت میں اور ہیا پور میں قلب لشکر تھا۔ اندپت (اندر پرست) یا اندر پرست، کا محل وقوع دہلی کمنہ سے سارے میل شمال مشرق کی طرف ہے جہاں فی زمانہ پُرانا قلعہ یا قلعہ دیں پناہ ہایوں بنا ہوا ہے۔

تپت کا ذکر ابن بطوطہ نے بھی کیا ہے وہ لکھتا ہے کہ ”تپت دہلی سے سات آٹھ میل کے فاصلے پر ہے“ اب بھی اس نام کا ایک پُرانا گاؤں متھرا کی سڑک کے پاس ضلع دہلی میں دہلی سے کوئی تیرہ میل جنوب مشرق کی طرف واقع ہے۔ اس زمانے کی تاریخوں میں اس کا ذکر کثرت سے پایا جاتا ہے۔ دہلی سے پورب کو آتے جاتے جہاں کو پار کرتے وقت یہ مقام ملتا ہے۔

ہیا پور اس کا محل وقوع خسرو کے بیان سے اس طرح تحقیق ہوتا ہے کہ وہ اندپٹ اور تپٹ کے بیچ میں تھا۔ بدایونی نے دو جگہ اس کا ذکر کیا ہے ایک تو اُس موقع پر جب کیتبا کے مرنے سے پہلے جلال الدین خلجی نے شمس الدین کیکاؤس کو (جسے اہالی دہلی نے تخت نشین کر دیا تھا) بہار پور میں جہاں جلال الدین خود مقیم تھا نظر بند کر لیا۔ اور دوسرے اس موقع پر جب کیتبا کے قتل ہونے کے بعد ہیا پور میں کیکاؤس کو تخت نشین کیا گیا۔

”شہر نو“ دکنو کھری روانہ ہو کر بادشاہ نے پہلی منزل حدود تپٹ و آفغان پور

نقشہ دہلی قدیم مع مضافات بعد مغرالدین کی قباد (۶۸۶-۶۸۹ھ)



میں کی ہے

کچھ سپہ گرد شدہ از شہر نو د ا د جہاں را ز ظفر بہر نو

منزلِ اوّل کہ شد از شہر دو بود حدیث و افغان پور

یافت سراپردہ در آن مقام دشت در آمد ز سناہلام (صفحہ ۸۹)

افغان پور کا محل وقوع بدایونی نے تعلق آباد سے تین کوس بیان کیا ہے

پر بنجال سے واپس ہوتے ہوئے محمد تعلق نے اپنے باپ غیاث الدین تعلق کا اُس محل میں استقبال کیا تھا جو غیاث الدین پرگر کر اُس کی موت کا موجب ہوا۔

(دیکھو ابن بطوطہ اور بدایونی)

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ افغان پور تعلق آباد سے تین کوس مشرق کی طرف واقع تھا جو جہنا کو عبور کرنے کے بعد تعلق آباد کے راستہ میں پڑتا تھا۔

ان مضافات کے محل وقوع کو سمجھنے کے لیے ہم جداگانہ ایک سرسری خاکہ اس وقت کی دہلی کا دیتے ہیں۔ (دیکھو نقشہ مقابل صفحہ ۵۲)

(۴)

قرآن السعدین کا سلسلہ تواریخ و شہور و سنین

خسرو نے قرآن السعدین میں کیقباد کی تخت نشینی کا سال ۶۸۶ء بیان کیا ہے۔

لیکن خلافِ عادۃً تاریخ اور مہینہ نہیں دیا۔ دوسری شہابیوں مثلاً نہ سپہ فتح الفتوح تعلق نامہ وغیرہ میں نہ صرف تاریخ اور دن دیتے ہیں بلکہ ساعت اور رات

تک بیان کر دیتے ہیں۔ شنوی کے واقعات کے متعلق بجز دو مقامات کے انھوں نے کہیں پرسنہ نہیں دیا۔ حالانکہ بعض جگہ مہینوں کا ذکر کیا ہے اور ہر جگہ واقعات کے ساتھ موسموں اور فصلوں کی کیفیت بیان کی ہے۔

سال جلوس کے علاوہ جو دوسرا سنہ انھوں نے بیان کیا ہے وہ شنوی کے ختم ہونے کی تاریخ یعنی رمضان ۶۸۶ھ ہے

سانہ گشت از روشِ خاندہ از پسِ شش ماہِ چنِ نامہ
در رمضان شد بعبادتِ تام یافتِ قراں نامہ سعدین نام
آنجہ تاریخ ز ہجرت گزشت بود سنہ شش صد ہشتاد و ہشت (صفحہ ۲۳)
دوسرے واقعات کی تاریخ کا سلسلہ اسی تاریخ کے ذریعہ سے اس طرح قائم ہوتا ہے۔

(۱) خسرو نے یہ شنوی او دھ سے لوٹ کر رمضان ۶۸۶ھ میں چھ مہینے کی محنت کے بعد لکھی۔

(۲) اُن کا دھلی پنچیا ماہ ذیقعدہ میں ہوا ہے

ہمچو مہ عیدِ نوش و شاد بہر

(صفحہ ۲۲۲)

در مہ ذیقعدہ رسیدم بشہر

شنوی کی تصنیف میں جو چھ مہینے صرف ہوئے اُن کا لحاظ رکھتے ہوئے اس

مہینے سے ذوالقعدہ ۶۸۷ھ مقصود ہے۔

(۳) بنابریں باقی ثنوی کے تمام واقعات ذوالقعدہ ۶۸۷ھ اور جلوس کی قیادت ۶۸۶ھ کے مابین ہوئے۔

(۴) بادشاہ اخیر ذی الحجہ میں دہلی سے کلوکھری گیا تھا اور وسط ربیع الاول میں لشکر کی روانگی جانب اودھ ہوئی تھی۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ دارالسلطنت سے قیباد ذی الحجہ ۶۸۶ھ میں اور لشکر وسط ربیع الاول ۶۸۷ھ میں روانہ ہوا۔

(۵) جیسا کہ انہوں نے منظوم خط میں بیان کیا ہے دو مہینے کے سفر کے بعد لشکر اودھ پہنچا۔ اس حساب سے لشکر کا پنپنا وسط جمادی الاولیٰ ۶۸۷ھ میں ہوا یہی مہینہ قرآن السعیدین کے خاص واقعہ یعنی ملاقات کا سمجھنا چاہیے۔

قرآن السعیدین میں ملاقات کے طالع و وقت وغیرہ کے بیان میں (دیکھو صفحہ ۱۶۷) حسب ذیل شعر بھی درج ہے۔

تیرہ شبے و مہ گردوں بخواہ

(صفحہ ۱۶۸)

ماہ زمین منتظر آفتاب

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ واقعہ اخیر جمادی الاولیٰ ۶۸۷ھ میں وقوع میں آیا۔

(۶) میں جلوس کی قیادت کی تاریخ ۶۸۶ھ کے نصف اول میں قرار دیتا ہوں

اس لیے کہ ذی الحجہ ۶۸۶ھ سے پہلے قصر شاہی کلوکھری میں تعمیر ہو چکا تھا اور ناصر الدین محمود دہلی کی وفات اور قیباد کی تخت نشینی کی خبر پا کر لکھنؤ (بنگال) تر

چلکراؤدھ پر لشکر کشی کر چکا تھا۔ ان واقعات کے لیے میرے خیال میں کئی مہینے درکار ہیں۔

اس شنوی میں خود اپنے متعلق امیر خسرو کا بیان غور طلب ہے وہ لکھتے ہیں کہ
دربار مغربی میں باریاب ہونے سے پیشتر آودھ میں چھ مہینے رہے

باغلم مستح درال راہِ دو سایہ فشاں شد بجد کنبو

خانِ جہاں حاتمِ مفلس نواز گشت باطلاعِ آودھ سرفرا

من کہ بدم جا کر اپیش از ل کرد کرم زانچہ بکدیش از ل

در آودھم بردہ لطفِ چناں کیست کہ از لطف تباہِ عنا

غربت از احاشش خایم گشت رگم وطن اصل فراموش گشت

در آودھ از بخشش اقامد و سا بیچ غم و مالہ نبود از من ل

من نیپے شرم خداوند خویش رفتہ ز جاے خود و پیوند خویش (صفحہ ۲۲۱)

اس بیان سے ظاہر اہی مترشح ہوتا ہے کہ وہ دو برس تک مسلسل دہلی سے جدا

آودھ میں خانِ جہاں کے ساتھ رہے لیکن یہ قیاس صحیح نہیں ہے۔ اس لیے کہ جیسا کہ

اُس منظوم خط سے جس کے اشعار اوپر نقل کیے جا چکے ہیں معلوم ہو گا وہ ربیع الاول ۹۸۸ھ

میں لشکر شاہی کے ہمراہ دہلی سے روانہ ہوئے تھے اور جیسا کہ قرآن السعدین سے معلوم

ہوتا ہے ذی الحجہ ۹۸۸ھ میں دہلی واپس آگئے تھے۔ لشکر شاہی دو مہینے کی مسافت کو

بعد وسط جمادی الاول ۹۸۹ھ میں آودھ پہنچا اور جیسا کہ قرآن السعدین سے معلوم ہوتا

ایک ماہ کے سفر کے بعد خسرو اودھ سے دہلی واپس ہوئے ۵

یک مہ کامل بہ کشیدم غناں

(صفحہ ۲۲۲)

راہ چنیں بود و کوشش آن چاہاں

اب اگر یہ فرض کر لیا جائے کہ جادی الاولیٰ ۱۱۸۷ھ ہی میں اودھ پہنچ گئے تھے اور اخیر سوال ۱۱۸۷ھ میں وہاں سے واپس روانہ ہوئے تو ان کے قیام اودھ کی مدت زیادہ سے زیادہ پانچ مہینے ہوتی ہے۔

اس اختلاف کے رفع کرنے کی صورت حسب ذیل ہے۔

جیسا کہ خسرو نے دیباچہ غمۃ الکمال میں بیان کیا ہے کیتباد کی تخت نشینی کے وقت انھوں نے غزلت نشینی ترک کر کے حاتم خاں خان جہاں کی ملازمت اختیار کر لی تھی۔ ایک اور جگہ لکھا ہے کہ جس وقت کیتباد نے اودھ سے مراجعت کرتے ہوئے خان جہاں کو اقطاع اودھ حوالہ کئے تو خسرو خان جہاں کے ساتھ سابق تعلق کی بنا پر اودھ جانے پر مجبور ہو گئے۔

اب اگر یہ مان لیا جائے کہ جلوس معزی اوّل ۱۱۸۷ھ کے وقت سے خان جہاں اودھ میں تھا، تو خسرو کا تقریباً دو سال تک اودھ رہنا ثابت ہو جاتا ہے۔ اگرچہ یہ امر مسلم ہے کہ وہ اخیر دفعہ دہلی واپس آنے سے آٹھ مہینے پہلے ممکن ہے کہ محض چند روز دہلی دہلی گئے ہوئے تھے۔

(۵)

خسرو کی اکثرثنویوں میں حمد و نعت کے بعد اپنے مرشد سلطان المشیخ حضرت شیخ نظام الدینؒ کی تعریف ہوتی ہے۔ خمسہ کی تمام ثنویوں اور غشیقہ اور نہ سپہر میں یہ التزام ہے۔ تعلق نامے کا ابتدائی حصہ موجود نہیں ہے۔ اُس میں بھی اغلباً مدح شیخ ہوگی۔ خمسہ سے پہلے کی ثنویوں میں البتہ یہ التزام نہیں پایا جاتا۔ چنانچہ قرآن السعیدین میں شیخ کی مدح موجود نہیں ہے۔ کیا اس سے یہ نتیجہ نکالا جاسکتا ہے کہ قرآن السعیدین اور اُس سے پہلی ثنویوں کی تصنیف کے وقت خسرو کے تعلقات شیخ رحمہ اللہ سے پیدا نہیں ہوئے تھے؟

یہ قیاس افات کے قطعاً خلاف ہے۔ تحفۃ الصغریٰ میں جو امیر کا پہلا دیوان ہے اور جس میں سب سے پہلے تک کا کلام پایا جاتا ہے، شیخ کی تعریف میں ایک نہایت عمدہ ترسب بند اور رباعیات اور قطعات موجود ہیں۔ وسط الحیوۃ میں بھی مدح شیخ میں قصائد وغیرہ ہیں۔

علاوہ اس داخلی سند کے معتبر ترین تاریخی شواہد سے بھی یہ امر بایہ ثبوت کو پہنچتا ہے کہ شیخ کے ساتھ امیر خسرو کے تعلقات کی ابتدا غفوان شباب سے ہوئی اس باب میں سب سے زیادہ قابلِ ثوق بیانات سیر الاولیاء کے مصنف سید محمد مبارک کرمانی (المعتمد بہ امیر خور د) کے ہیں جو تقریباً معاصر مورخ کی حیثیت رکھتے ہیں اور جن کے آباء اجداد کے حضرت شیخ اور امیر خسرو کے ساتھ نہایت گہرے مخلصانہ اور متفقہانہ تعلقات تھے۔

امیر خور دپنے باپ کی زبانی بیان کرتے ہیں کہ جس وقت حضرت شیخ نظام الدین
 حضرت شیخ فرید الدین کے مرید ہو کر دہلی تشریف لائے ہیں وہ امیر خسرو کے ناماراؤ
 عرض (عماد الملک) کے مکان میں دو برس تک مقیم ہے (سیر الاولیا صفحہ ۱۰۸)۔
 یہ زمانہ امیر خسرو کی آغاز شاعری کا تھا۔ جو نظم لکھتے تھے حضرت شیخ کی خدمت میں پیش
 کرتے تھے چنانچہ خسرو نے طرز صفا ہائیان پر غزل سرائی شیخ کی فرمایش سے شروع کی
 تھی (سیر الاولیا صفحہ ۳۰۱)۔

الغرض یہ گمان تو صحیح نہیں ہو سکتا کہ اس شنوی یا اس پہلی شنیوں میں مدح شیخ
 کا موجود نہ ہونا عدم تعلقات کا اظہار کرتا ہو لیکن اس فرد گزشت کی کوئی نہایت قوی
 وجہ ہمارے سمجھ میں نہیں آتی یہ ہو سکتا ہو کہ چونکہ خمسہ کا آغاز شیخ کی شہادتِ وحانی سے ہوا
 تھا (دیکھو مطلع الانوار خلوت سوم) سب پہلے منقبت شیخ کا التزام کرنے کا خیال اسی وقت
 سے پیدا ہوا اور چونکہ خسرو کا دور عقیدت اور رُسوخ روز افزوں ترقی کرتا رہا اس لیے
 یہ التزام اخیر تک قائم رہا۔

(۶)

شنوی قرآن السعدین کا ایک شعر تاریخی دلچسپی رکھتا ہو۔ خسرو نے کشتی کی لنگر
 میں لکھا ہو

ماہ نو کو مصلیٰ سے از سال خاست

(صفحہ ۱۳۵)

گشت یکے ماہ بدہ سال راست

کہتے ہیں کہ جس وقت مولانا جامی نے اس شعر کو دیکھا تو انھیں سال اور ماہ کے معنی سمجھنے میں بہت کچھ تردد ہوا۔ بالآخر انھوں نے اس شعر کی تفسیر میں ایک سالہ تصنیف فرمائی اور بحث کا خاتمہ اس پر کیا کہ :-

”چیز سے خواستہ کہ بزبان ہند مخصوص باشد“

نہاںس الما تر کا مصنف کہتا ہے کہ جب سلطان حسین مرزا کے زمانے میں شیخ جامی دہلوی خراسان گئے تو ان کی ملاقات مولانا جامی سے بھی ہوئی۔ مولانا نے اس شعر کے معنی شیخ سے دریافت کیے تو شیخ نے کہا کہ ”سال“ دراصل ایک لکڑی کا نام ہے جس سے ہندوستان میں کشتی بنائی جاتی ہے۔

خسرو نے اور بھی بابا ہندی الفاظ کا آزادی سے اپنے یہاں استعمال کیا ہے اور ان سے طرح طرح کے لطایف اور صنائع و بدائع پیدا کیے ہیں بالخصوص اس قسم کے الفاظ سے بکثرت مفید ایام نکالے ہیں۔

یہ قصہ ہمیں خسرو کی شاعری کی ایک اہم اور سبق آموز خصوصیت یاد دلاتا ہے جس کو یہاں مختصر طور پر بیان کر دینا ضروری معلوم ہوتا ہے۔

دنیا کے بڑے آدمیوں کے حالات کا مطالعہ کرتے وقت (خواہ وہ زندگی کے کسی شعبے سے تعلق رکھتے ہوں) یہ دیکھا جاتا ہے کہ کہاں تک وہ اپنے حالات ماحول کا حاصل تھے اور کس حد تک انھوں نے بذاتِ خود گرد و پیش کے حالات پر اثر ڈال دیا

۱۔ یہ تمام قصہ ہفت آسمان میں لکھا ہے (دیکھو صفحہ ۲)، ۲۔ مثلاً خزائن الفصح میں ہندی اسماء اور اعلام کو تخریف سے محفوظ رکھنے کے لیے اس قسم کی پُر لطف صنعتوں کا استعمال کیا ہے۔ ۱۲

اُنکی تبدیل کرنے میں حصہ لیا۔ تاریخ جہاں ایک طرف بڑے آدمی بناتی ہو وہاں دوسری طرف بڑے آدمی تاریخ بناتے ہیں۔

خسرود دونوں لحاظ سے ہندوستان کی تاریخ میں نمایاں حیثیت رکھتے ہیں۔ ایک طرف وہ اس دور کے صحیح نمائندہ ہیں اور دوسری طرف ہندوستان کی تاریخ پر اُن کا گہرا اثر پڑا ہے۔

دنیا کے بڑے آدمی اچھے ستاروں کے اجتماع کے وقت پیدا ہوتے ہیں خسر نے بھی کسی ایسی ہی گھڑی جنم لیا تھا۔ جس عہد میں پیدا ہوئے اُس کی ”ترکیب ثلاثہ“ اپنی ساتھ لے ہوئے گئے اور اُن کی شاعری تمام آبائی قومی اور ملکی اثرات سے ملک پیدا ہوئی۔ اُن کے باپ خالص ترک تھے، لیکن اُن کی ماں عماد الملک اوت کی بیٹی اور نسلاً ہندی تھیں۔ اُن کے باپ کا سایہ صغریٰ ہی میں اُن کے سر سے اُٹھ گیا اور اُنھوں نے اپنی ماں کی گودا درنا مائی سرپرستی میں نشوونما پائی۔ یہی وجہ ہے کہ اُن کی شاعری سراسر ایسے جذبات اور خیالات سے معمور ہے جنہیں وطن اور گھر کے اثرات کے علاوہ ماں کی جانب سے ورثہ طبعی مسترد دیا جاسکتا ہے۔ اُنکی آبائی زبان ترکی تھی اور قومی اور علمی زبان فارسی۔ جو اُس عہد میں ہندوستان کے مسلمانوں میں مشترک زبان کے طور پر بولی اور لکھی جاتی تھی۔ لیکن خسر و کی مادری زبان ہندوستانی تھی، جسے وہ استاد عزیز رکھتے اور وقتاً فوقتاً اپنے شاعرانہ جذبات کے اظہار کا آلہ بناتے تھے۔ اسی وجہ سے اُن کی شاعری بحیثیت مجموعی ہندوستان کے اُس دلچسپ دور کا آئینہ ہے جس وقت

ملک کے مختلف عناصر میں امتزاج و اختلاط ہو رہا تھا اور اہل ملک کے لیے زبان جذبات اور خیالات کی آمیزش اور موافقت کی شاہراہ تیار ہو رہی تھی۔

ملک کی اس مشترک تہذیب کی ترقی میں خسرو کا خاص حصہ ہے۔ وہ وطن کی محبت کو ایمان سمجھتے تھے اس حق کو انھوں نے خوب دیکھا ہے اور حب الوطنی کے جذبات کو ہر طرح مضبوط کرنے کی کوشش کی ہے۔ اسی طرح خیالات اور زبان کی آمیزش سے مشترک زبان کی بنیادیں جانے اور اتحاد خیالات پیدا کرنے میں جو حصہ لیا ہے وہ کسی تفصیل کا محتاج نہیں ہے۔

جو موت آج سے سات سو برس پہلے پسلیاں اور گیت ہو کر چھوٹا تھا وہ آج سمند ہو گیا ہے اور اس بڑا عظم کی تسخیر کے لیے موصیٰ مار رہا ہے۔ جو سُریلے راگ مسعود سعد سلمان اور خسرو نے ملکی زبان میں نکالے تھے وہ میر اور غالب، درد اور سودا، انیس اور میر حسن کے چھبے بن گئے ہیں۔ جو آواز اس ہندوستانی شاعر نے ملک کی حمایت اور محبت میں بلند کی تھی وہ آج تمام ملک کی صدا ہو گئی ہے اور آواز باز گشت کے طور پر حاکمی اور اقبال کے دلکش نغموں میں سنائی دیتی ہے۔ مبارک ہے وہ شخص جو تاریخ کے صحیح رجحانات کو پہچانتا اور ان کی تائید اور ترقی میں ساعی ہو کر بعد کی نسلوں میں اپنا نام ہمیشہ کے لیے نیکی اور محبت کے ساتھ یاد کیے جانے کے واسطے چھوڑ جاتا ہے۔

اُداس تمید کو ختم کرنے سے پہلے مثنوی قرآن السعدین کے اخلاقی نتیجہ پر غور کریں جس طرح باپ اور بیٹے میں اختلاف کے بعد صلح ہو گئی جسے شاعر نے مبارک

سمجھ کر قرآن السعیدینؑ قرار دیا اسی طرح ملک کا پریشان شیرازہ آپس کی محبت سے یکجا ہو سکتا ہے۔ اُس وقت کے لیے قرآن السعیدین سے خسرو کی یہ غزل بطور ”پیام اُمید“ سن رکھنی چاہیئے۔ جن سچے اور پاکیزہ انسانی جذبات کی ان اشعار میں ترجمانی کی گئی ہے ان کی صحیح قدر اُسی وقت ہو سکتی ہے جب ہم اُن سے اخوت و یگانگت کو مضبوط کرتے اور محبت و رواداری کو ترقی دینے میں مدد لیں، جس کے ساتھ مستقبل وطن کی اُمید وابستہ ہیں۔

خوڑم اُن لُحْطہ کہ مشتاق بیارے بڑ	آرزو مند نگارے بہ بخارے بڑ
دیدہ بر رُے چو گل بند و نہو و نہرش	گرچہ در دیدہ ز نوکِ قرہ خارے بڑ
لذت دیدن دیدار بجاں کار کند	جان بیکار شدہ باز بکارے بڑ
گرچہ در دیدہ کشد ہیچ غبارِ نود	ہر کجا از قدمِ دوست غبارے بڑ
لذت وصل نداند مگر اُس سوختہ	کہ پس از دُوری بسیار بیارے بڑ
قیمتِ گل نشاند مگر اُس مرغِ اسیر	کہ خزاں دیدہ بود پس بہارے بڑ

خسروایار تو گرمی نرسد خودی پو
(صفحہ ۱۱۲)
بہر تکین دلِ خویش کہ آئے بڑ

سید حسن برنی

(کتابیں پند و اندرز علی بن ابی طالب)

مِفْتَاحُ

شُئُوهُ قُرْآنِ السَّعْدِیْنَ خُصْرُ

نُوشْتَهٗ

مَوْلَانَا مُحَمَّدُ اَمِیْلُ صَاحِبُ مَرْحُومِ

نقطهٔ ہر حرفِ بَرِیْبِ تَرِیْنَ
مردمِکِ چشمِ معانیِ لَیْسِیْنَ
اوجِ معانیِ نہِ مَعْبُوتِ اِطْعِیْنَ
لیکِ گزشتہٗ ز سَمُوتِ سَبْعِیْنَ
(از شُئُوهُ قُرْآنِ السَّعْدِیْنَ)


فہرست مضامین

مقدمہ

قرآن السعیدین

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۱۸	اسیرانِ مغل کا قتل	۱	تقریبِ نظم و وجہ تسمیہ
۱۸	باربک کی روداگی بطور ہر اول	۲	کچھ ابتدائی کیفیت
۱۹	ناصرالدین کا پیامِ باربک کو	۳	سلطان ناصرالدین محمود
۲۱	باربک کا جواب سلطان ناصرالدین کو	۳	بغرا خاں
۲۲	سلطان ناصرالدین کی قیادت اودھ میں پہنچا	۶	تخت نشینی کی قیادت
۲۴	ناصرالدین کی پریشانی کشتی کے واقعہ سے	۷	کیقباد کی عیاشی
۲۵	باپ بیٹوں کے سلام و پیام	۸	ملک نظام الدین کا اقتدار
۲۸	ناصرالدین کی طرف سے گیکادوس کا جانا	۹	ناصرالدین کی فوج کشی
۳۱	کیقباد کی طرف سے کیو مرث کا آنا	۱۲	دلی میں ترتیب لشکر
۳۲	ناصرالدین کی طرف سے ملاقات کا وعدہ	۱۴	ملک پنجاب پر مغلوں کا حملہ
۳۲	کیقباد کے ہاں دربار کی تیاریاں	۱۵	کیقباد کی بزمِ آرائسیاں
۳۳	ناصرالدین کا آنا اور ملاقات	۱۶	کیقباد کے لشکر کا کوچ بجانبِ اودھ
۳۴	ناصرالدین نے بیٹے کو تخت نشین کیا	۱۷	مہمِ مغل سے باربک کی مراجعت

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۶۳	حساد کا ذکر	۳۶	مراسم اتحاد اور خانگی ملاقاتیں
	مح گوئی سے بیزاری اور معشتان زمانہ	۳۷	ناصر الدین کی نصیحتیں فرزندِ لبسند کو
۶۳	کی شکایت	۴۰	وداعی ملاقات
۶۵	ثنویات نظامی کی ثنا و صفت	۴۳	کیقباد کی مراجعت دلی کو
۶۶	نعل سعدی کی ثنا و صفت	۴۵	سلطان کیقباد دلی پہنچا
۶۶	اس خاتمہ کی تصنیف کا زمانہ	۴۶	ملک نظام الدین کا انجام
۶۸	خصائص مشنوی کیقباد کا انجام	۴۷	خسر و کی ملازمت کا حال بر سبیل احوال
۶۹	نظم عنوان	۴۹	خانِ جہاں کو اقطاع اودھ کی حکومت ملی
۷۱	تقسیم منزل	۵۰	خسر و کی رخصت دربار خانِ جہاں سے
۷۹	مثنوی میں قصیدہ اور نعل کا پیوند	۵۱	خسر و کی روانگی اور دلی پہونچنا
۸۰	وصفِ اشیاء	۵۳	خسر و دربارِ مغری میں
۸۳	وصفِ نگاری کا نقص	۵۵	کیقباد کی فرمایش
۹۵	مقامات مثنوی	۵۶	تصنیف مثنوی
۱۱۱	متفرق مقامات	۵۸	خاتمہ مثنوی
۱۱۱	جوش و اثر	۵۸	اپنی محنت
۱۱۶	سوز و گداز	۵۸	تعداد اشعار مثنوی
۱۱۶	اعجاز	۵۹	وصفِ نگاری
۱۱۶	تشبیہ و تمثیل	۶۰	صلہ مثنوی سے استغنا
۱۲۳	صوفیانہ خیالات	۶۱	زدان معنی کی شکایت
۱۲۵	حکمت و اخلاق	۶۲	معارضین کا ذکر

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۱۶۳	ضلع جگت کا اعتراض	۱۲۶	خطاب بہ نفس
۱۶۳	قبولِ عام	۱۲۷	تختیل
۱۶۵	خاتمہ	۱۲۹	اسالیبِ بیان کی تازگی
		۱۳۵	صنایعِ بدائع



بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

مُقَدِّمَةٌ

تقریبِ نظم و
وجہ تسمیہ

امیر خسرو دہلوی کیثنویات میں یہ سب سے پہلی مثنوی ہے جس میں سلطان معزالدین کیقباد اور اُس کے باپ کی ملاقات کا قصہ خود سلطان موصوف کے حکم سے ۶۸۸ھ میں امیر صاحب نے نظم کیا۔ اور مضمون کی مناسبت سے اس کا نام قرآن السعیدین رکھا۔

لفظ قرآن کے لغوی معنی تو اتصال یا ملاپ کے ہیں مگر نجوم کی اصطلاح میں آفتاب کے سوا باقی سیاروں میں سے دو سیاروں کا ایک جانظر آنا ان کا قرآن کہلاتا ہے اور مشتری زہرہ کو اہل تخمیم سعد اکبر و سعد اصغر سمجھتے ہیں اس لیے ان دونوں کے قرآن کو قرآن السعیدین کہتے ہیں۔ تو شاعر نے دو بادشاہوں کی ملاقات کو کہ ملک و ملت کے لیے موجب سعادت تھی تشبیہاً قرآن السعیدین

سے موسوم کیا۔ پس یہ نام کنایہ ہر اصل قصہ سے۔

کچھ ابتدائی کیفیت | امیر صاحب نے معزالدین کی تخت نشینی اور موسم
سرمائے عیش و عشرت کا ذکر کر کے قصہ یوں شروع کیا ہے کہ :-

”یہ کایک شاہِ شرق کی فوج کشی کا غلغلہ بلند ہوا“

اُس زمانہ میں جب کہ یہ مثنوی لکھی گئی تھی اتنا ہی اشارہ کافی تھا۔ لیکن

آج سارے چھ سو برس کے بعد تاریخِ دہاں کے سوا کس کو معلوم ہے کہ معزالدین
اور شاہِ شرق کون تھے؟ کب تھے؟ کہاں تھے؟ کس خاندان سے تھے؟ لہذا

کچھ ابتدائی کیفیت بھی یاد رکھنی چاہیئے تاکہ اس قصہ کا سروِ بن سمجھ میں آجائے

سلطان شہاب الدین غوری نے ہندوستان فتح کر کے دہلی کو دارالملک

بنایا۔ اور قطب الدین ایبک کو دہلی میں اپنا نائب سپہ سالار مقرر کیا۔ سلطان غوری

کی وفات کے بعد قطب الدین ایبک یہاں کا خود مختار سلطان ہو گیا۔ قطب الدین

کی وفات کے بعد اُس کا داماد شمس الدین التمش تخت و تاج کا وارث ہوا۔ التمش کی

وفات کے بعد اُس کی اولاد میں تیس سال تک سلطنت رہی۔ اور اس قلیل

مدت میں پانچ بادشاہ تخت نشین ہوئے :-

(۱) سلطان رکن الدین فیروز بن التمش ۶۳۳ھ

(۲) سلطان رضیہ بیگم بنت التمش ۶۳۴ھ

(۳) سلطان معزالدین۔ بہرام شاہ بن التمش ۶۳۵ھ

(۴) سلطان علاء الدین بن مسعود بن رکن الدین فیروز شاہ

(۵) سلطان ناصر الدین محمود بن التمش

سلطان غیاث الدین بلبن | بلبن بندگانِ شمس ہیں سے تھا۔ اس نے اپنی

قابلیت سے اعلیٰ مناصب پائے۔ اور سلطان شمس الدین کی دامادی کا فخر بھی حاصل تھا۔ اصل و نسب کے لحاظ سے وہ ترکِ افراسیانی تھا۔ سلطان ناصر الدین محمود بن التمش کے عہد میں بیس سال تک زیرِ سلطنت رہا۔ اور اس سلطان کی وفات کے بعد ۶۶۲ھ میں وہی ملک و سلطنت کا وارث ہوا۔

غیاث الدین کے دو بیٹے تھے :-

بڑا سلطان محمود خاں المخاطب بہ قاناک ملک یہ دلی عہد سلطنت بھی تھا اور مغول چنگیزی کی یورشوں کے لیے اقطاعِ ملتان و سندھ کی حکمرانی اُس کے سپرد کی گئی تھی۔

چھوٹا بیٹا بغرا خاں تھا جو اقطاعِ سامانہ و سنہام کی حکومت پر متعین تھا۔

قرآن السعیدین کے دوستیاءوں میں سے ایک بغرا خاں ہے۔ لہذا اس کا حال کسی قدر تفصیل سے بیان کرنا مناسب ہے۔

سلطان ناصر الدین | عہدِ بلبنی میں لکھنوتی دارالصدر بن خال کا حاکم
بغرا خاں | طغرل باغی ہو کر خود مختار بن بیٹھا تو سلطان بلبن ایک

۱۱۰۰ کے بعد بڑا بیٹا کی قیادت میں

۱۱۰۰ سلطان غیاث الدین بلبن کی اولاد کا سلسلہ ماں کی طرف سے سلطان شمس الدین التمش و قطب الدین ایک پہنچا ہے۔
۱۱۰۰ فی الحال بایست پٹالہ ملک پنجاب کے علاوہ تھانہ مدیش میں ۱۱۰۰ شہر بن خال میں ایک شہر تاجوہرہ تک کام و لاہور بن خال کا دارالسلطنت

بڑا لشکر اُس کی سرکوبی کے لیے جمع کر کے دلی سے چلا۔ اور سامانہ سے شہزادہ
بغراخاں کو بھی مع اُس کی افواجِ خاصہ کے اس مہم پر اپنے ہمراہ لے گیا۔ طغرل
باغی کے قتل اور اُس کے اعوان و انصار کے استیصال کے بعد بلبن نے
شہزادہ بغراخاں کو لوازمِ سلطنت عطا فرما کر ناصر الدین محمود کے لقب سے لکھنؤتی
کا مستقل سلطان بنادیا۔ اور تین سال میں اس مہم سے فارغ ہو کر دلی واپس
چلا آیا۔

اس وقت سلطان بلبن کے دونوں بیٹے تو دلی سے باہر غری و شترتی
حدود میں برسرِ حکومت تھے مگر دو پوتے یعنی کبیر و فرزند سلطان محمد خاں اور کیتباد
پسر ناصر الدین بغراخاں سلطان کی زیرِ نظر دلی میں تعلیم و تربیت پا رہے تھے۔
چند سال کے بعد ۶۸۳ھ کی آخر تاریخ کو یہ حادثہ عظیم پیش آیا کہ ولی عہد
سلطنت سلطان محمد خاں الی ملتان لشکرِ مغل کے مقابلے میں شہید ہو گیا۔
اس لائق شہزادے کی موت نے بوڑھے باپ کا دل بٹھا دیا اور صاحب
فراش بنادیا۔ یہاں تک کہ اُمیدِ زلیست منقطع ہونے لگی تو ناچار چھوٹے
بیٹے ناصر الدین بغراخاں کو لکھنؤتی سے طلب فرمایا کہ اُس کے دیدار سے
خان شہید کا غم غلط کرے اور جب سفرِ ناکزیر پیش آئے تو تاج و تخت کا وارث
پاس موجود ہو۔ مگر شہزادہ بغراخاں بنگالہ کی خود مختار حکومت اور وہاں کی
دولت پر ایسا فریفتہ تھا کہ عرصہ تک باپ کے حکم مانتا رہا اور تاکیدِ مزید کے

بعد آیا تو دلی کی دربار داری اور باپ کی خدمت گزاری میں جی نہ لگا۔ ان دنوں سلطان کی حالت بھی علاج معالجہ سے کچھ سنبھل گئی تھی اور تخت کا جلد خالی ہو جانا مشتبہ نظر آتا تھا۔ لہذا بغرا خاں ایک دزدگار کے بہانے سے نکلا اور بے اذن شاہی لکھنوتی کی راہ لی۔ شہزادے کی اس کج ادائی اور بے مہر نے اُس پیرِ عزم وہ کے دل پر ایک چرکا لگایا جس کا درد خانِ شہید کے دماغ سے بھی زیادہ پُرالم تھا۔

گو بغرا خاں پر لگا کر بنگال کے شوق میں اڑا چلا گیا لیکن تقدیر کا فتویٰ لگ چکا ہے کہ وہ عنِ قریب بنگالہ سے واپس آئیگا اور اسی قسم کے صدمات اُس کو بھی اپنے بیٹے کے سلوک سے اٹھانے پڑینگے۔

بعد ازیں سلطان بلبن نے شہزادہ کنخسرو کو جو اپنے باپ کی بجائے اقطاعِ نمان کا حاکم بنا دیا گیا تھا دلی میں طلب کر لیا۔ اور مرنے سے تین روز پہلے اپنی مُقتدا عیانِ دولت کو خلوت میں بلا کر وصیت فرمائی کہ ”میرے بعد کنخسرو تخت نشین کیا جائے“ اور دوسرے پوتے کیتباد کی نسبت حکم دیا کہ ”وہ اپنے باپ بغرا خاں کے پاس لکھنوتی پہنچا دیا جائے“

اب ہم قرآنِ السعدین کے دوسرے سیکے کیتباد کے احوال کی تصویر پیش کرتے ہیں :-

کیقباد کی تخت نشینی | سلطان بلبن کے مرتے ہی اعیان و ملوک نے اُس کی وصیت کو طاق نسیان پر رکھ دیا اور اپنی اغراض کے لحاظ سے بادشاہ کا انتخاب کرنے لگے۔ زمرہ اعیان ارکان میں ملک الامر انخرالدین کو تو اس شہر نہایت با اثر شخص تھا اور خان شہید سے کدورت لکھتا تھا۔ اس لیے اُس کے بیٹے کیخسرو کی تخت نشینی میں فراحم ہوا۔ اور اُس کی تدمراز جی سے لوگوں کو ڈرایا اور کیخسرو کو مجبور کیا کہ اپنے اقطاع ملتان و سندھ کی حکومت پر فوراً روانہ ہو جائے اور کیقباد کو ایک حلیم و سلیم شہزادہ ۱۴-۱۸ سال کا نام تجربہ کار نوجوان تھا اس کے سربراہی سلطنت رکھا گیا اور سلطان معزالدین اُس کا لقب ہوا۔ چنانچہ خسر فرماتے ہیں:-

برسر شاہ جوان بخت اُد تاجور پاک گھر کیقباد
کرد چو درخشندہ شادوش ق برسر خود تاج جد خوش خوش
گنج براں گو نہ بصر افگند کز کرم آوازہ بدیا فگند
اور کیقباد کا نسب نامہ اس طرح بیان کیا ہے کہ:-

شمس جہاگیر بد بافرش اظہر من شمس بد دیگرش
ناصر حق شاہ فرشتہ سرشت خوشے خوشش نہ خیر باغ بہشت
جد سوم شاہ غیاث اُم حاکم فرماں ز عرب تا عجم
یعنی شمس الدین التمش کیقباد کے باپ کا ناما اور ناصر الدین محمود بن التمش کیقباد

کانانا اور غیاث الدین کی قباد کا داد اٹھا۔

کیقباد کی عیاشی | بلبن جیسے دین و ار سپاہی منش بادشاہ کے زمانہ میں تو قباد کی مجال نہ تھی کہ حدِ اعتدال سے قدم باہر رکھتا مگر کتبے اٹھتے ہی ایک بُر دست سلطنتِ نیرِ فرمان پائی تو جذباتِ نفسانی کو قابو میں نہ رکھ سکا عیش و عشرت اور بدستی و ہوا پرستی میں ایسا مستغرق ہوا کہ پھر کبھی ہوش میں نہ آیا۔

اُس کی مجالِ عیش و طرب کے لیے کیلو کھڑی میں جہنا کے کناے ایک نیا قصر تعمیر کیا گیا۔ اُس قصر کے گرد اگر دو شاہد و ساتھی بہ طرب، نقال لطیفہ گو، مسخرے، بازی گرد، دور دست ممالک سے آکر آباد ہو گئے۔ اور شاہی مجالس کو اندر بجا کا نمونہ بنا دیا۔

کیقباد کی بے اعتدالیوں کا سیلاب اتنا بڑھا کہ جماعتِ ملوک و امراء سے گذر کر طبقاتِ عوام تک سرایت کر گیا۔ اس زمانہ میں دلی کے در و دیوار نے رندی و بے قیدی کا ایسا تماشا دیکھا جس کا خیال باندھنا بھی سلاطینِ ماضی کے عہد میں دشوار تھا۔ حضرت خسروؑ نے اُس کا اظہار اس غزل میں کیا ہے

عنزل

اے دہلی! اے تباہِ سادہ پگ بستہ دریشہ کج نمادہ

۱۷ یہ دوسرا مصرعہ بعض ثقافت سے یوں سنایا ہے کہ پگ بستہ کج نمادہ ۱۲

خون خوردنِ شانِ بیکارست گر چہ نہاں خورند بادہ
فرماں تبرند زان کہ ہستند از غایتِ نازِ خود مرادہ
جائے کہ برہ کنند گل گشت در کو چہ دنگلِ پیادہ
آسیبِ صبارِ سیدِ بردش دستارِ چہ بر زینِ ققادہ
شانِ در رہ و عاشقانِ بدنبال خونابہ ز دید گاہِ کشادہ
ایشان ہمہ بادِ حسنِ در سر دینہا ہمہ ہر سادادہ
خورشیدِ پرست شدِ مسلمان زین ہند و گاہِ شمع و سادہ

بر بستہ شانِ بھوئے مرغول

خسرو چو سگے ست در ققادہ

امیر خسروؒ نے مقطعِ غزل میں انبائے روزگار کی حقیقتِ حال کو اپنی
نفس کی طرف منسوب کیا ہے اور یہ عینِ بلاغت ہے۔
ملک نظام الدین کا اقتدار کی قباد کی عیش پسند طبیعت سے بہت بعید تھا کہ
وہ مشاغلِ کامرانی کو چھوڑ کر ملکِ انی کی طرف توجہ
کرتا۔ یہ درودِ سر اس نے ملکِ لامرا کو تو الگ سے داماد ملکِ نظام الدین دار
کو سپرد کر دیا تھا وہ جو چاہتا تھا کرتا تھا۔

اس میں شک نہیں کہ وہ مدبر و منظم سردار تھا۔ مگر خود غرض و بد باطن بھی

۱۵۔ وہ بھول جن کی دنیایاں بچی نہیں ہوتی ہیں۔ اونچو ڈھٹے و لے بھول گل سوار کہلاتے ہیں ۱۲

بادشاہ کی غفلت شعاری نے اُس کے دل میں یہ طمع خام پیدا کر دی کہ اس سب نوجوان کا کام تمام کر کے تاج و تخت کا مالک خود بن جائے۔

بغرا خاں کی طرف سے ملک نظام الدین کو کچھ اندیشہ نہ تھا۔ وہ دلی سے کالے کوسوں دور تھا۔ مگر کینسرو (جو بلبن کی آخری وصیت کے لحاظ سے حق دار سلطنت بھی تھا) اُس کی نظر میں کھٹکتا تھا۔ چنانچہ اول اُس نے اسی بیچارہ پر ہاتھ صاف کیا۔ بادشاہ کی طرف سے ایک دوستانہ فرمان طلب اُس کے نام بھجوایا۔ کینسرو نے اس حکم کی تعمیل کی اور ملتان سے چل کر رہتک تک پہنچا تھا کہ ملک نظام الدین نے قاتل بھیکر اُس کو قتل کرادیا۔

بعد ازاں بندگانِ بلبنی جو مناصبِ اعلیٰ پر ممتاز تھے اُن میں سے بعض کو قتل اور بعض کو ذلیل و خوار کیا۔ اور مقید کر کے دور دور کے قلعوں میں بھیج دیا تو مسلم مغل کہ بندگانِ بلبنی سے قرابت رکھتے تھے اُن کو تہ تیغ کیا۔ یہ تمام مظالم ملک نظام الدین نے کیقباد کو اغوا کر کے اس غرض سے کرائے کہ بلبنی خاندان کے خیر طلب اور کیقباد کے حامی و مددگار باقی نہ رہیں۔ مگر نادان بادشاہ اُن کھلی بدخواہیوں کو بھی خیر خواہی سمجھاتا رہا۔ بات یہ تھی کہ وہ کو تو ال شہر اور اس کے گردہ کو اپنا معاون و محسن جانتا تھا۔

ناصر الدین | جب سلطان ناصر الدین کو لکھنؤ میں یہ افسوس ناک خبریں
کی فوج کشتی | پہنچیں تو سخت صدمہ ہوا۔ اول اُس نے فرزندِ ناخلف کو کتبوت

شفقت آمیز لکھے۔ اشارات و کنایات میں غفلت سے بیدار کرنا چاہا۔ مگر جہاں عیش و دبستی کے بادل گرج رہے ہوں وہاں حضرت ناصح کی صدا سے بے ہنگام کون سنتا ہے؟

ناچار ناصر الدین نے ملاقات کی خواہش کی۔ طرفین سے قاصدوں کی معرفت یہ امر طے ہو گیا کہ دونوں باپ بیٹے اپنے اپنے دار السلطنت سے جریدہ چل کر شہرِ اودھ میں ملاقات کریں۔ اس ملاقات سے ناصر الدین کا یہ مقصد تھا کہ بیٹے کو بررو نصیحت کرے۔ ممکن ہے کہ وہ راہِ راست پر آجائے۔

لیکن ملکِ نظام الدین کے مشورے سے کیتباد کی جلو میں ایک بڑے لشکر کے چلنے کا سامان شروع ہوا تو ناصر الدین بھی لاؤ لشکر لے کر آیا۔ یہ قول مؤرخین کا ہے۔

حضرت خسرو نے مثنوی میں ابتدائی حالات کچھ نہیں لکھے اور نہ اُن کو ان قصوں کے لکھنے کی چنداں ضرورت تھی۔ اُن کو تو کیتباد کی منسرا میں پوری کرنی تھی۔

وہ مثنوی میں کیتباد کی تخت نشینی اور عیش و نشاط کا ذکر کر کے ناصر الدین کی لشکر کشی کا سبب یہ بیان کرتے ہیں کہ :-

ناصر الدین دلی کے تخت و تاج کو اپنا حق سمجھتا تھا۔ اس لئے لکھنوتی سے

ملک بہار میں آیا۔ اور بہار سے چل کر اودھ پر قبضہ کیا۔

یافت خبر خسرو مشرق سپاہ ناصر حق۔ وارثِ این تخت گاہ
کافر اور اسپر انباز گشت دین شرف ازوے بہر باز گشت
خشم بر کرد و علم بر کشید ساختہ کین شد و لشکر کشید
تند چو باد آمد از اں غار خا از پے گلگشت بسوے بہار
راندازاں جا۔ بہ اودھ باد پاک باد ہی ماند ز سیرش بجائے
شہر اودھ را ہمہ اں دست بُر غارتِ ترکانش بہ بغا سپر
وین طرف آگاہ نہ فرزندِ شاہ کر پے اور اند سپہ در سپاہ
جب ناصر الدین کا لشکر اودھ کی طرف آ رہا تھا تو کیتا بد دلی میں بیٹھا
حسبِ عادت رقص و سرود اور ساقی و شراب کے مزے اڑا رہا تھا۔

شہِ بچنیں وقت بر آہنگِ مے رخصتِ طرب کرد رواں پری بہ پے
بادہ ہی خورد و نمی خورد غم عیش ہی کرد و نمی کرد کم
ریختہ ساقی مے رنگیں بجام مے زلبِ شاہ رسیدہ بجام
ناگہ از اں جا کہ جفا ی جاں بست قاعدہ دولتِ شاہنشاہست
گرم شد آوازہ کہ خورشیدِ شرق تافتہ شد بر خطِ مغرب چو برق
ناصر دین و شہِ کشور کشاے تیغ بر آورد و بکین کرد راے

تا سپہش گرد بر آرد ز سدا	را نذر لکھنوی و دریاے ہند
کآپِ فرو میل سببِ الّا نمود	بہیں کہ سپہش چہ تمنا نمود
آبِ ببالا نرود از سر و	قوتِ سیلے نبود تا برود
کرد حک از خجرتیز آں سوا	سوے سواد اودھ آمد چو باد
تیغ زن و کینہ کش و نامد ا	چند ہزارش ز سوارانِ کار
واں ہمہ استلیم سراسر گرفت	آڈا قصاے اودھ در گرفت
کیں منم اسکندر دارا تنکن	نیست جزیں در شبِ روزش سخن
کافر حبِ فرزند گیش داد	مرد یک دیدہ من کیقب و
نیست جہان دیدہ ترا من بکا	گرچہ جہانگیر شد و تاجدار
ہر ہمہ انند کہ جائے من ست	تختِ پدر کر پیے پایے من ست
شاہ جہاں یافت پیایے خبر	حاصل ازین حادثہ کا مدید

دلی میں ترتیب لشکر | ناصر الدین کی آمد کا آوازہ بلند ہوا تو دلی میں بھی کوچ
کی تیاریاں اور ترتیب لشکر کا سامان ہونے لگا۔ شاہی
جھنڈا کھولا گیا اور قصبہ سیری میں جو دلی کے قریب تھا ڈیرے خیمے لگا دیے
گئے اور لشکر کے دائیں بازو کا کھیمپ قصبہ تلپٹ میں اور بائیں بازو کا قصبہ ایتہ
میں ڈالا گیا اور شاہی ہاتھیوں کا پڑاؤ موضع بہا پور میں تھا۔

ایک روز سلطان مغز الدین بھی برسم شکار باہر نکلا اور لشکر گاہ کو ملاحظہ

کر کے تیاری کی تکمیل تک قصر کیلو کھڑی میں واپس آ گیا۔ چنانچہ خسرو کہتے ہیں :-

کر د اشارت کہ دلیرانِ رزم	ساخۂ دارند ہمہ سازِ عزم
جمع شدند از امرای دیار	از ملک و خان و شہ و شہریار
تیغ زنانِ ہمہ قلمِ ہند	نیزہ گذارانِ نواحیِ ہند
روزِ دو شنبہ بگہ چاشت گاہ	در مہِ ذی الحجہ پایانِ ماہ
رایتِ منصور ببالا کشید	ماہِ عِلمِ سر بہ ثریا کشید
نصب شد اعلامِ مبارک و وصل	کر د سر پر دہ بہ سیریِ نزل
میمنہ بر تپکٹہ زد یک سرہ	بود میاں اند پٹہ میسرہ
داورِ جمشید نسب کی قباد	تاجِ کیاں بر سر والا نہاد
ز رخِ طلب کرد شہِ تاجور	رفت ز یک تخت بہ تختِ دگر
غرم بردوں کرد شکارِ افگناں	بر دلِ خورشیدِ غبارِ افگناں
بو و چو خورشیدِ لایتِ فروز	گشت کناں تا بگہِ نیسرو ز
رفت بکیلو کھڑی و دادِ عون	از مددِ دستِ چو دریاے جوں
قصر شد از فرشتہٗ ارجبند	چوں فلک از منزلتِ خود بلند

۱۱ ماہِ علم نشانِ ہلالِ جو پھریرے پر ہوتا ہے ۱۲ نواحِ دہلی میں ایک گاؤں تھا ۱۱

۱۳ دہلی سے پانچ چھ کوں پر ایک مشہور پرگنہ تھا ۱۲

۱۴ نواحِ دہلی میں ایک قصبہ تھا جوابِ داخلِ ازک شہرِ دہلی ہے ۱۲

۱۵ دریاے جمن کو سنکرت میں جون بولتے ہیں (نیچ واو) یہاں اس کے تلفظ میں تصرف کیا گیا ہے ۱۲

ملک پنجاب پر | دلی میں لشکر کے کوچ کا ساز و سامان مہیا کیا جا رہا تھا کہ اسی
 آٹنا میں ملک پنجاب پر حملہ مغل کی خبر آئی۔ اس فتنے کے تدارک
 مغلوں کا حملہ کی غرض سے تیس ہزار سوار کی جمعیت لے کر بار بک سلطان
 نہایت سرعت سے لاہور کی طرف روانہ ہوا۔ سامانہ سے لاہور تک تمام
 بستیاں مغلوں کی غارت گری نے برباد کر دی تھیں۔

مغلوں کو افواج شاہی کے آنے کی خبر معلوم ہوئی تو وہ پیاروں کی طرف
 بھاگ گئے۔ بار بک نے کچھ دُور تک غنیم کا تعاقب کر کے بعض کو قتل کیا اور
 جو مغل زندہ گرفتار ہوئے ان کو لے کر دلی کی طرف مراجعت کی۔ اس واقعہ کی
 کیفیت حضرت خسرو نے اشعار ذیل میں بیان کی ہے:-

نامہ کشتے چند چو تیر از کیس	آمد و بسید چو پیکان ریں
کز حدِ بالا معصل تیر عزم	سوے فروزانہ بر آہنگِ رزم
لشکر انبوه چو ذراتِ ریگ	جوش برآورد چو آبے بدیگ
مردم آں خطہ فرو شد بنجاک	گرد برآورد از ریشاں ہلاک
شہ کہ ز گمراہی آں گمراہاں	یافت چنیں آگہی از آگماں
گفت کہ خواہم ز سوارانِ کار	نامزد معصل شود دستی ہزار
بر سرِ ریشاں بار بک تیغ زن	خان جہاں چابک و لشکر شکن

۱۵۔ بار بک کا نام سلطان شاہک تھا اور اس معرکہ نامزد کرتے وقت خان جہاں خطاب عطا کیا تھا ۱۶

عارضِ فرزانہ بفرمانِ شاہ کردرواں سوے مخالفِ سپاہ
 ناحیہ بزناحیہ راندند تند بود صبا پیشِ چنین سیر کند
 از قدمِ شویمِ محلِ آں بلاد نام و نشانے ز عمارت نداد
 از حدِ سامانہ تا لاهور ^{لاہور ۱۳} ہیچ عمارت نہ۔ مگر در قصور
 لشکرِ اسلام کہ آنجا رسید بود زینِ تشنہ کہ در یارِ سید
 یافت خبر کا فرنا خوب کیس تیز تر از تیر بردن شد ز کیس
 تن ز غنیمت بہرِ میت سپرد بزدنِ جاں را بغنیمت شمر
 بار بک اندر پے شاں کینہ خوا تیغِ زناں قطع ہی کرد راہ
 لشکرِ اسلام کہ ذنب الہ کرد کوہِ زخو نیز پُر از لالہ کرد
 خانِ جهانگیر کہ آں فتح یافت فرخ و فیروزِ عناں باز یافت
 بست اسیرانِ محلِ راقطار داد بجاں چند شتر دل مہا

کیقباد کی بزمِ آرائیاں | لشکر کی تیاری کا کام سردارانِ لشکر کے ذمے
 تھا جس کی تکمیل میں سردی کا موسم گزر گیا۔ مگر
 رنگیلے قیقباد کو اپنے مشاغلِ شوق کے لئے کافی فرصت تھی۔ اُس کے قصرِ عشرت
 میں موسمِ سرما کا ایک لمحہ بیکار نہیں گیا بدستور ہنگامہٴ نشاط کی گرما گرمی رہی۔
 یہاں تک کہ نوروز کا موسم آگیا۔ پھر تو قصرِ معزی میں اور بھی دھوم دھام کے

لہ نواحِ لاہور میں ایک پرگنہ ہے۔ مگر یہاں تصور سے یہ مراد ہے کہ ہر ایک عمارت کو نقصان پہونچا تھا ۱۳

جشن ہوئے۔ اور بادہ پیمانی کا زور و شور رہا:-

موسم نوروز و ہواے شراب	شاہ جہاں مست مخالف خراب
بادہ ہی خورد و ہی بود شاد	شاد ہی کرد جہاں رازداد
ہر کہ چو گل کرد بہ بزمش گذر	برد بسے دامن پر سیم و زر
نغمہ زنش زہرہ پر دہ شنار	نغمہ زنی کرد بچندین سپاس
یافتہ در گوش ہمایونش جاے	این غزل از نغمہ بر بطلمے

عنزل

گل امروز آخر شب مست برخت	بجام لالہ مجلس را بیا راست
نشستہ سبزہ زین سود چو گل	ستادہ سرور ان سو جانب راست
صبامی رفت و ز گس از غنوں	ہر سو ہمی افتاد و می خواست
من اندر باغ بودم خفته بایا	بنام ایزد چو ما بے کم و کاست
چو رفتن خواست از پہلوے خسرو	بر آمد از دم فریاد بے خواست

خسرو نے گل و ز گس اور سبزہ و سرو کے تخیل میں کیتباد کی بزم مستانہ کا رنگ ڈھنگ خوب دکھایا ہے۔

کیتباد کے لشکر کا	جا را گذر انور روز ہو چکا۔ اب گرمی کا موسم تھا کہ لشکر کیل
کچ بجانباودہ	کانٹے سے درست ہو کر کوچ کے لئے تیار ہوا۔ بادشاہ
	سلامت اپنا عشرت کدہ چھوڑتے ہوئے کسمائے کہ خود بد

ہمراہ شکر چلیں یا نہ چلیں مگر مشیر دولت نے یہی صلاح دی کہ بادشاہ کا پس لانا ضروری ہے۔

مصلحت ملک زرے درست ہر حصہ صواب ست ہمیں باز بست
خود کمر کینہ کند استوار یاز پے زرم فرستد سوار
کار شناسے کہ در آں از بو پرن ز تہبیر بیند اخت زود
گفت ز چندیں سپہ کینہ خوا آں نرود کز تن تنہاے شاہ
غرض وسط ماہ ربیع الاول میں کوچ کیا۔ اور پہلی منزل تلپٹ اور افغان پور کے
حدود میں ہوئی۔

دروسط ماہ ربیع نخست غزم سفر کرد بمشرق درست
کوس غنیمت زد شہر یا لرزہ در آورد برو میں حصا
کوچ سپہ کرد۔ شہ از شہر نو داد جہاں را نطفہ بر نو
منزل اول کہ شد از شہر دور بود تلپٹ و افغان پور
یافت سراپردہ در آں جا مقام دشت در آمد ز رسنہا بدام
مہم نخل سے باریک | سلطانی لشکر کا پہلا ہی کوچ تھا کہ خان جہاں باریک جو
منگلوں کی مہم سر کر کے آ رہا تھا اس مقام پر حضور سلطانی
کی مراجعت میں حاضر ہوا۔ اس فتح کا بڑا جشن منایا گیا۔

لشکر کا فرش بالاورد از عقب کوچ در آمد چو گرد

باربک آمد ز مصافِ نعل بستہ گلو ہائے نعل را بہ نعل
شاہ براں مردہٗ دولت کدایت بادہ طلب کردو بہ مجلس شتافت
خوردے و گنج بہ محتاج داد بس گئسرو ز کہ بست لاج داد

اسیرانِ مغل کا قتل | دوسرے دن اسیرانِ مغل اور مالِ غنیمت سلطان کے
روبرو پیش ہوا۔ قیدیوں میں سے امیرانِ صددہ کو ہتھکڑیوں
سے چکوا دیا اور سپاہیوں کو شہر میں بھیج کر تشہیر کرایا۔ دن اس مشغلے میں کٹ گیا
رات کو پھر وہی دور سا غرچلا:-

چوں تنہ چنبد ز میرِ صددہ دست اجل داد بدام و ددہ
آنخپہ دگر ماند شہنشاہِ دہر کرد رواں از پئے تشہیرِ شہر
چوں فلک از شیشہٗ خود گاہِ شام جامِ سرو برد ز دورِ مدام
نورِ نشاط از افقِ جامِ تافت شہ ز مے و مے ز لبش کام یافت

باربک کی روانگی | دو روز بعد لشکر آگے بڑھا۔ اور دو کوچ کے بعد جہنا کو عبور
کر کے جیور میں مہتمم ہوا اس مقام سے باربک بکلم شاہی
بطور ہراول | ایک دستہ فوج کالے کر بطور ہراول لشکر کے آگے آگے

روانہ ہوا اور گنگا پار اتر کر قطعِ مراحل کرتا دریا سے سر جو کے قریب جا پہنچا اور
سلطانی لشکر کے انتظار میں وہاں ٹھہر گیا۔

۱۵ امیر صددہ وہ سردار جس کے زیرِ حکم سو سپاہی ہوتے تھے ۱۲
۱۶ جیور ایک قصبہ ہے مضافاتِ ضلع بلند شہر میں جہنا کے قریب ۱۲

اُس فوج کے ملوک و اُمرا میں سے ملک چھو خان کرٹہ اور خان اودھ یہ
دونوں اپنی اپنی جمعیت کے ساتھ باربک کے لشکر سے آئے۔

باربک و تیغ زنانِ سپاہ	طلبلِ زناں پیش گرفتند راہ
کچ بکوچ از شدنِ بزرگ	لشکرِ شاں رفت گذارایِ گنگ
گرم آبِ سر و در رسید	در سر و رفت و عنانِ در کشید
میش در آمد ز بزرگانِ پیش	چند ملک با سپہ و سازِ خویش
خانِ کرٹہ چھوے کشورِ کشائے	کز لبِ خانانِ کرہ بستے بیائے
خانِ اودھ نیز بفرمانِ شاہ	کر دیک جائے فراواں سپاہ
باربک و شاں ہمہ یک جانشند	ساخستہ کارِ مہتیا شدند
لشکرِ شاں پر ز صفتِ باشکوه	بر لبِ آبِ سر و شد گر وہ

دیریا کے اُس پار سلطان ناصر الدین کا لشکر پڑا تھا۔ اُس کو خبر
ناصر الدین کا | ملی کہ فوجوں کا یہ جماؤ لڑائی کے ارادہ سے ہوا ہے تو وہ بہت
پیامِ باربک کو | برہم ہوا اور فوراً شمس الدین دبیر کو کہ اُس کا میرمنشی تھا

باربک کے پاس یہ پیام دے کر بھیجا کہ تو ہمارے خاندان کا نمک خوار قدیم ہے
اس وقت ہمارے نمک سے کیوں دست کش ہوتا ہے؟ تو خود جانتا ہے کہ اس
ملک کا وارث کون ہے؟ کوئی غیر میری جگہ لیتا تو اُس کی گردن ہوتی اور میری
تلوار۔ مگر میرا سر زند میری غیبت میں تخت نشین ہوا تو دلِ ماشاء و چشمِ ماروشن“

اُس کا نوکر ہمارا نوکر ہے۔ اگر نوکر آقا سے لڑے تو خلقت کیا کہے گی؟ میں تجھ کو الزام نہیں دیتا۔ بلکہ ملزم وہ ہے جس نے تجھ کو بھیجا ہے۔ لیکن یاد رکھ اگر تو نے شکست کھائی تو صدمہ کس کو پہنچے گا؟ میرے بیٹے کو۔ اگر مجھ کو شکست ہوئی تو خود تیرا کالا مونہ ہو گا۔ کیتباد کے آنے تک صبر کر وہ خود دیکھ لے گا کہ مجھ کو اس سے کس قدر محبت ہے۔

تیغِ برونِ آختہ چوں آفتاب	تیغِ زنِ مشرقِ ازاں سوا آب
وزپے کیں کردِ کماں را برزہ	از غضبِ افگندہ بابر و گرہ
ہر چہ بگویند۔ بگوید تمام	جستِ رسولے کہ گذارد پیام
در خور این کار چو شمسِ دبیر	دید کہ کس نیست ز برنا و پیر
سوے مخالفت ز کثری کردِ درت	پیش طلب کرد و پیامے کہ بہت

کیں نتوان گفت مگر در حضور	لے کہ بہ پیش آمدی از راہِ دو
دست چہ داری ز نمکدانِ با	چوں تو نمک خورده از خوانِ با
در تو حرامش کنی اینکِ بال	ہست نمک در ہمہ مذہبِ حلال
روے نخواہد ز پدرباز آفت	گر سپہ از غیبتِ من ملک یافت
دارشِ ایں ملکِ انی کہ کیست؟	ہم تو کزین راز ترا آگاہی ست
تیغِ منش بر سر و گردنِ بدے	گر دگرے در محلِ من بدے

لیک چو ہم چشم من این نور بُرد
 چشم خود از خود نتوان دور بُرد
 ہر کہ فرستادہ آں درگاہست
 بندہ موروٹ در ایں شہ است
 گر سپہم بر تو رساند گزند
 جان من ست آنکہ بماند نرند
 ورز تو در قلب من آید غبار
 ہم تو شوی در رخِ من شرمسار
 باش کہ تا در رسد آں کینہ کوثر
 مہر مرا بسند و ماند خموش

باریک کا جواب | اس پیام کا جواب باریک نے یہ دیا کہ میں اپنے آقا
 سلطان ناصر الدین کو کے حکم سے یہاں آیا ہوں اور اُس کے دشمنوں سے
 جنگ کرنے کے لئے مامور ہوں۔ اگر کوئی اور مقابل ہوگا
 تو تلوار سے جواب دوں گا۔ ہاں اگر حضور کو دیکھوں گا تو ڈر کے مارے نہیں بلکہ
 تعظیماً ہٹ جاؤں گا۔

یہ جواب سن کر ناصر الدین ٹھنڈا ہو گیا۔

خان سپہ باریک تیز ہوش
 کر چو زان گو نہ پیامے بگوش
 در خور آں داد جواب سر
 سخنے بمیزان ادب یک سرہ
 گفت کز میں بندہ حضرت پناہ
 سجدہ تعظیم رساں پیش شاہ
 من کہ فرستادہ شاہِ خودم
 بر خطِ اخلاص گواہِ خودم
 نام زد م کرد کہ دھر یار
 دشمن اور اندہم زمینار
 گرد گرے پیش من آید بہ تیغ
 تیغ خور و از من و از خود دیرغ

درز تو از دور بہ حسینم حضور
 گر نہ گریزم۔ شوم از راہ دُور
 عطف کنم۔ لیک نہ از بیم کس
 از پے تعظیم شکوہ تو بس
 رفت فرستادہ ز راہِ نفث
 ہر چہ کہ بشنید ز شہ باز گفت
 شہ چو خلائی ز مخالفت ندید
 زانچہ ہی گفت۔ زباں در کشید

سلطان مغزالدین | اب آفتاب جو زائیں آگیا۔ ترطقی کی گرمی پڑنے لگی۔ دن
 کیقباد اودھ میں پہنچا | بڑھ گیا رات چھوٹی ہو گئی۔ ناز پروردہ کیقباد گھوڑے پر
 سوار ہے۔ سر پر پستہ شاہی سایہ فلکن ہے۔ پھر بھی بدن
 سے پسینہ ٹپکتا ہے۔ مگر ننگ آمد و سخت آمد۔ کڑی منزلیں طے کرتا اودھ میں آ پہنچا
 حوالی شہر میں ڈیرے خیمے لگائے گئے۔ ایک طرف گھاگرہ ندی ہے دوسری
 طرف سرجو۔

اگلے دن کیقباد دیر و گشت کے لئے نکلا اور سرجو کے کنارے پہنچا جہاں
 سے سلطان ناصرالدین کی خیمہ گاہ نظر آتی تھی۔ باپ کو بیٹے کے آنے کی خبر ملی تو
 وہ بھی لب دریا آکھڑا ہوا۔ بیٹے کو دیکھ کر محبت کی گھٹا اُٹھی۔ آنکھوں سیٹپٹ
 آنسو ٹپکنے لگے۔ فوراً ایک کشتی میں سوار کر کے اپنا حاجب بھیجا کہ اشتیاق دیدار
 ظاہر کرے۔ ادھر سے یہ مدارات ہوئی کہ کشتی کو ہدف تیر بنا کر ڈبو دیا۔ حاجب
 بشکل جان بچا کر بھاگا۔

خانہ چو خورشید بجز اگر رفت
 رفت دران خانہ دروں جا گرفت

تافتہ از گرمی خود آفتاب
شب شدہ چون وز دیواند گرد
خون برگ مرد زبوں آمدہ
نشہ بگہ کوچ ہی شد چو شیر
لشکر ازین گونہ جہاں نمیشت
تا علم نشہ باودہ در رسید
نصب شد اعلام شہنشاہ دہر
لگھڑ ازین سویر و زان طرف
از بلبش او کرد جہاں را بآب
روز چو شب ہائے زمستان درآ
خوے شد و از پوست بڑوں آمدہ
چتر سبر کردہ و تو سن زبر
ناحیہ بر ناحیہ بر روے دشت
از پئے دہلی عوض شد پدید
بر لب گھگر۔ سجوالی شہر
از قف لشکر بلب آوردہ کف
کیقباد کالب دریا جانا اور کشتی کا ڈولنا

روزِ دگر شاہ بر آئین گشت
کرد صفیہ بر لب آب رواں
تیغ زن مشرق از ان سو آب
بر لب آب آمد و آراست صف
چشم پدر بہر بگر گوشہ تر
دید چو شہ سیل مرہ بیکراں
گفت بجای کہ ازین چشم تر
حاجب فرزانہ از آنجا شتاب
آمد و زان سو او دھ برگشت
سودہ ہم پہلوے ہر پہلو اں
کرد چو روشن کہ رسید کہ آفتاب
تافت دو خورشید ز ہر طرف
گوشہ ہر چشم شدہ پر بگر
حاجب خود کرد بکشتی رواں
مرداک چشم مرادہ سبر
شست بکشتی و رواں شد چو آب

چوں بمیانِ سرودِ رسید
پو رُختری ز کرائش بید
تیر برآورده ز کیشِ خدنگ
از سر کیں کرد کماں را بچنگ
تیر کہ در کشتی شاں رخنہ کرد
از سر کشتی بہ تہ اُفتاد مرد
رفت بصدِ جیلہ فرستادہ باز
پیش شہِ شرق فرو گشت راز

ناصرالدین کی پریشانی | کشتی کے واقعہ کا سبب حضرت خسرو نے ظاہر نہیں
کیا۔ غالباً یہ کیتباد کے بدخواہ مشیروں کی بد
کشتی کے واقعے سے | آموزی کا نتیجہ تھا تاکہ ملاقات کی نوبت ہی نہ پہنچے

بلکہ باپ بیٹوں میں لڑائی ٹھن جائے اس فعلِ ناروا سے ناصرالدین کے دل پر
چوٹ لگی اور غصہ بھی آیا۔ پھر سوچا کہ مبادا! یہ نادان لڑکا مفسدوں کے اغوا سے
جنگ کر بیٹھا تو اُس کو گزند پہنچے گا یا محکو۔ بہ نفع میرے لئے سخت مصیبت
کا سامنا ہے۔

رات بھر نیند نہ آئی۔ اسی سوچ بچار میں صبح کر دی کہ کیا کرے کیا نہ کری۔
شاہ کہ از خونِ خود آں زخم دید
نالہ چوں تیسرِ دل پر کشید
خشم ہی گفت ز کینش سخن
مہر ہی گفت کہ ہے ہوا بکن
آنکہ چنیں ست نویدم از د
بہتر ازیں بود امیدم از د
گر پسرم راز جوانی و ناز
غرم بر آں شد کہ شود رزم سا
جیلہ چہ سازم؟ بچنیں کار تنگ
با پسرخویش کہ کردہ است جنگ

چارہ ندانم کہ دریں کا رصیت؟ بخت کہ داند کہ دریں یا رکیت؟
 بود بحیرت کہ چو شب بگذرد وزیرِ چارہ چہ پیش آورد؟
 تا بسحر بود گفت و شنید کہ شب زائندہ چہ آید پدید؟

باب بیٹوں کے | جب دن نکل آیا تو ایک معتمد کو زبانی پیام دیکر دریا پار بیٹے
 کے پاس بھیجا۔ اور اسی سلسلہ میں کئی بار پیامبروں کی آمد
 شد جاری رہی۔

پیام پدر

کز پدر اول برسانش سلام و آخرش آئین دعا کن تمام
 کائے خلف! از راہ مخالف باب تیغ بفلک کہ منہم آفتاب
 از پدرم کہ رسد ایں فن بتو؟ از پدر من بمن۔ از من بتو
 و ز بد آموز شد ایں رہ پدید گفت بد آموز نباید شنید
 گرچہ کنی دعوی و آتش و لیک نیک بدانم کہ ندانی تو نیک
 چوں تو شب روز ادب افزوں کنی بے ادبی با چو من چوں کنی
 بر سرِ خواں آے کہ ہم توشہ یاد نمک کن کہ بگر گوشہ

جواب پسر

گفت بجا جب کہ بشہ باز پوسے خدمت من گوی و پس آنکہ گوسے
 بامنت از بہر تمنائے ملک خام بود چختن سودائے ملک

پنختہ آخر! دمِ خاماں مزن
من ز تو زادم۔ نہ تو زادنِی من
ملک بمیراث نیاید کسے
تا نزد تیغِ دو دستی بسے
نیستم آن طفل کہ دیدی نخت
بالغِ ملکم بلاغت درست
حسنہ و مخوانم کہ ز دور ز من
داد خدا دور بزرگی من
جز تو کسے گردم این در زدے
سر ز نش تیغِ منش سر زدے
لیک توئی چوں بہ پے این ہیر
من ندہم۔ گر تو توانی بگیہ

پیام پیر

اے سراز آئین وفا تافتہ !
وز تو دلم تافتگی یافتہ !
گرچہ بغیبت شدہ کسینہ تو ز
رنجہ چہ داری بحضورم ہنوز
با چو منے دور کن از سرمی
چوں بصفتمن تو ام و تو منی
تیغِ مکش۔ تانشوی شرمسار
از من اگر نیست ز خود شرم دا
تخت رہا کن کہ سزای تو نیست
تا منم۔ این پایہ بیای تو نیست
گر کمر کسینہ کنی استوار
پیش تو بیش از تو در آیم بکار
در بدار کشد این گفت و گوی
نیز نہ تا ہم ز وفاے تو روے
لیک بشرطے کہ دریں را من
جائے پد رگیرم و تو جائے من

جواب پسر

داد جوابے ادب آمیختہ
تعبیہ ہائے عجب آمیختہ
نامتقی

کاسے برخم چشم جفا کردہ باز!
 باہمہ این قوت و جوش سپاہ
 گر گہر صلح پذیرد نطنام
 تیر تو گر خواست بجانم رسید
 گر بگہرتاج ستان توام
 تخت جہاں بہر تو برپای کرد
 خواست یکی خواستہ لیکن نیافت
 در یقین در دل تو آں ہواست
 تاج زمن می طلبی چرخ ساسے
 اس مطیعانہ جواب کو سن کر باپ نے بھی استمالت اختیار کی۔

پیام پدر

اے زنب گشتہ نزلے سیر بر!
 چشم منی! ہیچ غبارے میار
 تا تو ندانی کہ دریں جستجوے
 گرچہ تو انم ز تو ایں پایہ برد
 باش بنام کہ بنام توام
 دیدہ کہ نادیدہ دیدار تست
 در پیرے ہچو پدر بے نظیر
 دیدہ نشاید کہ بود پر غبار
 از پلے ملک ست مرا گفتگوے
 از تو ستانم۔ یکہ خواہم سپرد
 زندہ و نازندہ بنام توام
 دیدہ و نادیدہ گرفتار تست

نیست بنزدیک من از بیش و کم بیشتر از دور لے تو ہیج عنم
بہر خد صورتِ خویشم نہائے روے مگردانِ تبرس از خدا

جواب پسر

لے نہ مشرق شدہ چوں آفتاب وز تو جہاں در حدِ مغرب تاب
گر ہمہ براہ رسد افسرم ہم تیرے پایے تو باشد سرم
سدِ سکندر زردہ ام از سپاہ فتنہ یا جو جِ مغل را پناہ
رو تو چو خورشید ز مشرق برآ من بستم اسکندرِ مغرب کشائے
تا تو بمشرق بوسے ومن بعرب حربہ خورد ہر کہ در آید بحرب
در ہلاقات رہی رے تست افسر من خد متے پایے تست
نیست مرا آن محل و آن شکوہ کز سر خود سایہ فنا نم بکوہ
در گند رے تو بر بندہ تاب ذرہ شوم پیش چناں آفتاب

غرض ملاقات کا مژدہ سن کر ناصر الدین کی باچھیں کھل گئیں۔ بہت خوش ہوا
مجلس طرب آراستہ کی اور متوسلین کو انعام و اکرام دے کر شاد کیا۔

ناصر الدین کی طرف | پھر اپنے فرزند اصغر کی کاؤس کو بلایا اور بڑی شان و
تک سے بہت تحائف، اسلحہ اور ہاتھی دیکر کیتباد کی
سے کی کاؤس کا جانا
خدمت میں روانہ کیا۔

بادشہ شریک کہ آں مژدہ یافت روش (چو خورشید ز مشرق) افتاب

کرفشا طمے ورامش گراں مجلسے آراست کراں تاکراں
 ہر کہ در آں بزم سخن سازگشت دامن پر گوہر زربازگشت
 روی بہ کاؤس کے آورد و گفت تاشود آں ماہ بخورشید جفت
 سوے برادر شود آراستہ با سپہ و کوکبہ و خواستہ
 جست پیے ہدیہ نصیحت گراں دیدہ فردوز ہمہ قیمت گراں
 جامہ ہندی کہ ندانست نام آتش کے تن بناید تمام
 مانند چیدہ بناخن ہناں باز کشائیش - پوشہ جہاں
 عود بخردار - ترفنل بمن خرمنے از نافہ مشک ختن
 عنبر و کا فور معنبر سرشت صندل خالص چو درخت بہشت
 سرفلک بردہ بسے زندہ پیل کوہ گراں را بقیامت دلیل
 داد شہزادہ و کردش رواں ساختہ با کوکبہ خسرواں
 اور شہزادہ کی کاؤس کو سمجھا دیا کہ ہماری طرف سے بڑے بھائی جان کو دعا
 کے بعد یوں کہنا :-

اے غم تو کردہ سبب انم اثر تو ز من و حالت من بے خبر
 صبر من از دوری تو رفت دور مر جھتے کن کہ بسانم صبور
 من کہ صبور یں نتوانم ز تو واسے ! کہ محروم بسانم ز تو

۱۵ ایک ہندوستانی کپڑا ہے جس کا نام نہیں معلوم۔ ایسا مہین ہی جس میں بدن نظر آتا ہے ۱۲
 ۱۶ پلیسٹو تو ذرا سا ہو جائے کھولو تو آتا بڑا تھان کہ دنیا بھر کو ڈھانک لے۔ غالباً مل ڈھاکہ ۱۲

آمدنم نرپے ایں کار بود کافر و استیلم تو انم ر بود

تشنہ دیدار تو ام روز و شب شربت خود باز گیرم ز لب

شاد کن ایں جانِ غم اندیش را روئے نما منتظر خویش را

تختہ حالِ دلِ ریشمِ نجاں یا بمن آ-یا برِ خویشمِ نجاں

جب کاؤس کی سواری دریا سے پار اتر چکی تو کیتباد کو اطلاع کی گئی کہ

چھوٹا شہزادہ قد مبوسی کے لئے آتا ہے۔ اُس نے دربار آراستہ کیا۔ اور بہت

سی فوج سرداروں کے ہمراہ بھیج کر بڑی دھوم سے اُس کا استقبال کرایا۔ دہلیز

شاہی پر پہنچ کر شہزادہ گھوڑے سے اتر پڑا اور جو پیشکش لایا تھا پیش کیا اور جو باتیں

شاہ بابا نے سمجھا دی تھیں بڑے بھائی سے عرض کر دیں۔ کیتباد بھائی سے ملکر

بہت مسرور ہوا۔ اور اُس کی خاطر وندرات میں بزمِ طرب آراستہ کی۔

شاہ برویش چون نظر کر چست دید در آں آئینہ خود را درست

گرم فروجبت ز تختِ بلند کرد باگوش تنِ ارجمند

داشت باغوشِ خودش تا بے یار سیر نشد چوں شود از عمر سیر؟

با خودش از فرشِ براورنگ بُرد تختِ کیاں باز کیاں را سپرد

گاہ ز دیدہ بہ نثارش گرفت گاہ دوبارہ بکنارش گرفت

گاہ نظر بر بُرخِ زیباش کرد گاہ دل از مہرِ شکیباش کرد

پُرسش از اندازہ زعایتِ گزشت حدِ نوازش ز نہایتِ گزشت

کی قباد کی طرف سے | دوسرے دن کی قباد نے اپنے فرزند کیو مرث کو دادا
جان کی خدمت میں تحفہ دہایا دے کر روانہ کیا۔ چونکہ
کیو مرث کا آنا یہ بچہ تھا عارض کو اُس کے ساتھ بھیجا۔

جب شہزادہ کیو مرث مع جلوس دریا پار پہونچا تو دادا جان کی طرف سے
بڑی آؤ بھگت ہوئی۔

سجدہ کناں پیش خداوند خوشتر	کارگزاراں ہمہ رفتند پیشتر
سکہ نوبر درم نوزدند	پیش عنان بانگ رواروزدند
تادر دہلیز بہ پشتِ سمند	رفت خراماں ملک ارجمند
گشت زمیں پر سمن و یاسیں	روے چو گل سود بہ پشتِ زمیں
داشت بر آئینِ بزرگانِ نگاہ	حرمتِ آلِ خسرو شہ دیں پناہ
گاہ سرش بوسہ زد و گاہ پا	کرد چو نورش بدل و دیدہ جای
بود کمر بستہ بخدمتِ گری	عارضِ از آئینِ ادب پروری
خدمتِ عارض محلِ عرض یافت	تا نظرِ شاہ بر آں سوے یافت

جب تک ناصر الدین پوتے کو پیار کرتا رہا عارضِ سلطنت دست بستہ
چپ کھڑا رہا۔ جب اُس کی طرف دیکھا تو اُس نے عرضِ معروض کا موقع پایا اور
وہ شاہانہ تحفے جو نذر کے لئے ہمراہ لایا تھا پیش کئے۔ اور کی قباد نے پیام کے
جواب میں جو کچھ عرض کیا تھا سنا دیا۔

جواب پسر (عارض کی زبانی)

آنچہ دل شاہِ بداں مائل ست راے مرا نیز ہماں درد دل ست
آدم ایک ہزاراں نیاز تا کم ایں دیدہ بروے تو باز
بود ز من پر سش شاہِ زمن کا مدن از خود طلبی۔ یا ز من؟
من بدرشتہ بسر آیم دواں چوں سپراں بر پدر مہرباں
شتر چنباں ست کہ در بحر و بر چشمہ کند بر لبِ دریا گذر
لیک سزد۔ گر شہِ دریا نشان بر سر ایں چشمہ شود دُفِشاں

ناصر الدین کی طرف | ناصر الدین نے خوش ہو کر عارض کو خلعت و انعام
عطا کیا۔ اور کیو مرث کو بہت سے نادر تحفے اور ایک
سے ملاقات کا وعدہ | ہاتھی مع عماری زرین دیا۔ اور وعدہ کیا کہ ہم کل صبح
ضرور ملاقات کے لئے آئیں گے۔ اس کے بعد کیو مرث اور عارض اپنے خیمہ
گاہ کو واپس گئے۔

وعدہ چنباں رفت کہ فردا پگاہ جنبشِ خورشید شود سوے ماہ
منزلِ سعیدین شود برجِ تخت مجمعِ بحرین شود دروے تخت
خرم و خوش عارض فرزندِ شاہ باز نوسختند سوے خانہ راہ

کیتباد کے ہاں | عارض کی زبانی ناصر الدین کے آنے کی خبر سنتے ہی کیتباد
دربار کی تیاریاں | کے دائرہ دولت میں دربار کی تیاریاں شروع ہو گئیں۔

اب تک سرپردہ سلطانی شہر اودھ سے اوپر کی جانب ایک تنگ میدان میں نصب تھا۔ اُس کا موقع فوراً شہر سے نیچے کی طرف تبدیل کر دیا جہاں میدان بھی وسیع تھا اور دریا کا پاٹ کم ہونے کی وجہ سے کشتی کی آمد و شد آسان تھی۔ اس عمدہ موقع پر کارکنانِ دولت نے ایک شان دار دربار دونوں بادشاہوں کی ملاقات کے لئے لب دریا ترتیب دیا۔

ناصرالدین کا آنا | چونکہ گرمی کے دن تھے، ناصرالدین دن ڈھلنے کے بعد جب کہ دھوپ کی تیزی کم ہو گئی تھی کشتی میں سوار ہو کر چلا اور ملاقات

مغزالدین کی قیاد اپنے شاہانہ دربار میں اورنگ سلطنت پر بیٹھا باپ کی آمد کا منتظر تھا۔

جس وقت باپ کو آتے دیکھا بے اختیار تخت سے اُتر برہنہ پا دوڑا، اُدو قدمبوسی کے لئے سجھا۔ باپ نے فوراً گلے لگا لیا۔ اور دونوں بغل گیر ہو کر دیر تک زار زار روتے رہے :-

روزِ چو آخر شد و گرما گذشت	چشمہ خور خواست دریا گذشت
تا جو شرق بر آہنگ آب	کر دطلب کشتی گردوں رکاب
کشتی شہ تیز تر از تیغ گشت	در زدن چشم ز دریا گذشت
راست کہ شد بر لب دریا رسید	گو ہر خود بر لب دریا بدید

خواست کہ از سوزِ دل ہمیت را
 ہر جہد از کشتی و گیر و کنار
 صبر ہی خواست۔ مٹی آمدش
 گریہ مٹی خواست۔ ہمی آمدش
 بود بریں سوے معرّجہاں
 ساختہ بر جا آدب چوں شہاں
 پیش شد از دیدہ نثارش گرفت
 شدہ بدوید و بکنارش گرفت
 تشنہ دو دریا ہم آورده میل
 تشنہ وار دیدہ ہمی رانیدیل
 یکدگر آورده باغوش تنگ
 ہر دو نمودند زمانے درنگ
 رونے کے بعد ہوش آیا تو تخت پر اجلاس کرنے کے لئے ایک دوسرے
 سے اصرار کرنے لگے :-

از پسِ دیرے کہ بخویش آمدند
 ہمدگر از عذر بہ پیش آمدند
 گفت پسر باید راینک سریر
 جاسے تو من بندہ فرماں پذیر
 باز پدر گفت کہ این ظنِ بسر
 کز پسر افسر بر باید پدر
 باز پسر گفت کہ بالا خرام
 کز تو برد پایہ تخت تو نام
 باز پدر گفت کہ اے تاجدارا
 تخت ترا بہ کہ تولی بختیار

ناصر الدین نے بیٹے | الغرض بہت سی جیس جیس کے بعد باپ نے کہا کہ میں
 کو تخت نشین کیا | تیری تخت نشینی کے وقت موجود نہ تھا کہ اپنے ہاتھ سے
 تخت پر بٹھاتا۔ اب خدا نے وہ دن دکھایا ہے کہ یہ
 رسم خود ادا کروں۔ اتنا کہ کر بیٹے کو تخت پر بٹھایا دیا۔ اور خود ہاتھ باندھ کر تخت

کے روبرو کھڑا ہو گیا۔

خسرو نے اس کی تاویل یہ کی ہے کہ باپ کا یہ فعل اُمرا کے لئے ہدایت
تھی کہ تم کو بادشاہ کی تعظیم و خدمت اس طرح کرنی چاہئے۔ باپ کے حکم کی تعمیل
کر کے فوراً ہی کیتباد تخت سے اُتر آیا اور اُمرا سے دربار نے دونوں بادشاہوں
پر زروگو ہز نثار کیا اور جو خلقت باہر کھڑی تھی اُن میں لٹا دیا :-

چوں پدراز جانبِ فرزندِ خویش	شرطِ ادب دید ز اندازہ بیش
گفت کہ یک آرزویم دردِ دست	ق منته لہ! کہ کنوں حاصل ست
آنکہ بدستِ خودت لے سکیجبت!	دست بگیرم بنشام بہ تخت
زانکہ بغیبت چو شدی بر سیر	من نہ بدتم تا شدی دستگیر
با پسراں نکتہ چو لختے بر اند	دست گرفت و بسریش نشاند
خود بنگال آمد و بر بست دست	ما نذاں کار عجب ہر کہ ہست
داشت دریں زیر خیالے نہاں	آگہی داد بکار آگہاں
گرچہ پدر بر سر تختش کشید	شست و فرو و آمد و پیشش دِید
چوں خلفاں شرط و فامی نمود	خواہشِ عذرے بسزائی نمود
دولتیاں ہر طرفے بستہ صف	کردہ طبقہ کے جواہر بکف
لعل و زبرجد کہ در آویختند	برد و سرفراز ہی ریختند

رسم نثار و تصدق کے بعد دربار ختم ہو گیا اور سلطان ناصر الدین جس کشتی

میں آیا تھا اُسی میں سوار ہو کر خوش و شرم اپنی فرو د گاہ پر واپس آ گیا :-
 چوں پدر اقبالِ پسر تازہ کز ق زان شرف آفاق پر آوازہ کرد
 گفت کہ امروز بس است این قلہ روز دگر جہلوہ ملکہ دگر
 زیں غطا از کام چو دمساز گشت فرقِ پسر بوسہ زد و باز گشت

مراسم اتحاد اور یہ درباری ملاقات تو آئین شاہانہ کے بموجب اس بات
 کا اعلان تھا کہ سلطان ناصر الدین نے مغز الدین کی قباد
 خانگی ملاقاتیں کی تخت نشینی باضابطہ تسلیم کر لی اور دونوں بادشاہ متحد ہو گئے۔

دوسرے روز تخت و ہدایا کا مبادلہ اور خانگی ملاقاتیں شروع ہوئیں کی قباد
 نے نہایت بیش بہا گھوڑے بطور پیشکش بھیجے اور رات کے وقت باپ کی ضیافت
 بڑی دھوم سے کی۔

اس ضیافت کا بیان خسرو نے خوب جی لگا کر کیا ہے اور بزم مغزی کی ہر
 ایک چیز کے اوصاف میں فصاحت و بلاغت کے دریا بہائے ہیں۔

جب آب و طعام اور رقص و سرود سے فارغ ہو چکے تو سلطان ناصر الدین
 نے ایک ملازم خاص کو بھیج کر تاج و تخت اور ایک ہاتھی اپنی خیمہ گاہ سے طلب
 فرمایا اور تحفہٴ فرزندِ دلہند کو عطا کیا :-

گفت بخاں زیکے شاہِ شرق تارود از آب گذرا چو برق
 آرد پیش کشد ز خفا خاص تخت ز روتاج ز روپیلِ خاص

رفت شائبندہ باورنگ گاہ کرد رواں جملہ بسنہ بان شاہ
 الغرض آں پیل وہاں تاج تخت ق کاں زرسد بخند اوند تخت
 دید شہنشاہ چو مسیابہ پیش روے کرم کرد بہ دل بند خویش
 گفت کہ ایں افسرداں پیل کا بہر تراداشتہ بودم نگاہ
 نیست مرا بہتر ازین پنج چیز تا دم از دیدہ چشم عزیز
 یہ ہر یہ دیکر ناصر الدین نے بیٹے سے فرمائش کی کہ میری آرزو یہ ہے کہ
 میرے باپ کی دو یادگار چیزیں جو تجھ کو پہنچی ہیں ایک تو چتر سپید ایک کلاہ
 سیاہ یہ پہلے اپنے سر پر رکھ پھر جھکودے ڈال۔ دوسرے روز کیتباد نے اس فرمائش
 کی تعمیل کی جو شخص یہ چیزیں لے کر آیا تھا ناصر الدین نے اس کو انعام دیا:-
 گفت بفرزند کہ در خورد شاہ چتر سپید آرو کلاہ سیاہ
 تاجو آں چتر و کلاہ سیاہ کرد بمیعاد رواں سوے شاہ
 ہر دو فرستاد بحکم شہی بر شہ شرق آں دو نشان مہی
 شاہ شد از دیدن آں تخت شاہ بستد و بوسید و بہر بر نداد
 داد بآرندہ آں ہر دو چیز خلعت خاص دزربیار نیز

ناصر الدین کی نصیحتیں | ایک شب پھر دونوں کی ملاقات ہوئی تو ناصر الدین
 نے فرزند ولسبند کو ازراہ دل سوزی بہت سی نصیحتیں
 فرزند ولسبند کو | کیں جن کی نظم میں خسرو شعرا نے کمال سخن گستری

کی داد دی ہے :-

چوں سخن رفت بے داوری
دانشش بدعاے پناہ
رخیت پس آں گاہ بھرِ تمام
کے پسر! از ملک و جوانی مناز
خشم بہر جرم میاور بکس
چوں گبنہ معترف آید کسے
در حق آں کش بر خود داشتی
ہر کہ زند در رہ اخلاص گام
واں کہ بر آرد بخلاف سرے
خرد مبیس دشمن بد زہرہ را
دشمن خود خرد نباید شمرد
گرچہ جاں جلد ہو خواہست
دشمن اگر دوست نماید پیوست
جائے مدہ دشمن کیں تو ز را
خاص کن آں را کہ خرد ہست بیش
گرچہ دلت ہست فرست شناس
دور در آمد بہ نصیحت گرمی
کایزدت از حادثہ دار و نگاہ!
داروے تلخش ز نصیحت بہ کام
ناز بد و کن کہ شد او بے نیاز
ز آتش سوزندہ نگہ گسار خس
عفو نکو تر ز سیاست بے
دیر خصومت شود زود آشتی
کار برو کن بعنایت تمام
سر بز نش پیش کہ گیرد برے
آب دہ از زہرہ ادد ہرہ را
در تہہ دندان چکند سنگ خرد؟
ہم بکن آں خار کہ در راہ بست
فرق کن از دشمن خود تا بدست
گوش مکن گفت بد آموز را
راہ مدہ بے خبراں را بخویش
گفت کساں نیز ہمی دار پاس

باشد اگر سوے محبتِ روے
 رخصتِ تدبیرِ ثنا ساں بجوے
 گر شود تِ خصمِ تدبیرِ ریاچہم
 تیغِ نشاید کہ کشتی از نیام
 حق چو ترا جاے بزرگاں سپرد
 خویشتنت خرد بسببِ شمر د
 جدو ترا داد کم و بیشِ خویش
 بختِ دشمن از تو بختِ دشمن
 بیش کن آنہا کہ زیزداں بود
 چشمِ رعایتِ زرعتِ مگر
 عدل بود مایہ امن و امان
 داد گری کن کہ ز تاشیہ داد
 تا بزمانے کہ تو بادا بسے
 دولتِ دنیا کہ مسلم تراست
 دولتِ جاوید نبرہ است کس
 پیشہ کوئی کن و از بدترس
 نیتِ خیرت اگر امروز خاست
 یافتی از کشتِ ازل خوشہ
 ترسِ خداوندِ جہان کن بدل
 کار چہاں کن کہ بہنگامِ کار
 چوں بو غا جہد کنی در جہاد
 رخصتِ تدبیرِ ثنا ساں بجوے
 تیغِ نشاید کہ کشتی از نیام
 خویشتنت خرد بسببِ شمر د
 بیش د کم از سوے نہ کمی و بیش
 کم کن از انا کہ نہ فرماں بود
 تا بودت ملکِ عمارتِ پذیر
 بیش کن ایس مایہ زماں تا زماں
 بس در دولت کہ توانی کشاد
 نشود آوازِ قطنِ کسے
 جانبِ دیں کوش کہ آں ہم تراست
 نامِ نکود دولتِ جاوید بس
 از بد کس نے۔ ز بد خود بترس
 وعدہ بفر دامنِ کس کاں خطا
 راست کن از بہر ابد تو شہ
 تا ز خداوندِ منانی نخل
 از دریزداں نشوی شرمسار
 باش گراں جنبش و دیر ایستاد

باز طلب صحبتِ مردانِ پاک
 صحبتِ آلودہ رہا کن بجاک
 ہوش براں نہ کہ شوے ہوشیار
 تاکہ بغفلتِ نرودر دوزگار
 غفلتِ شاہ است زیانِ ہمہ
 خوابِ شبانِ ست بلائے رُکھ
 شاہ بود از پئے پاسِ حباں
 خوابِ نشاید کہ کند پاسباں
 چوں تو خوری بادۂ کافور بو
 پس غم گیتی کہ خوردی خود بو
 پیشہ تقویٰ است پسندیدہ فر
 از ہمہ دز شاہ پسندیدہ تر
 چوں ہمہ کس خدمتِ سلطان کنند
 ہر چہ ز سلطان نگرند آں کنند
 کوششِ پوشیدہ کن اندر شراب
 تان شود رکنِ شریعت خراب
 شاہ بدیں گوئے بفرزند خویش
 داد بے زاد و نو۔ از پند خویش

ناصر الدین نے رور و کریمیتیں تمام کیں۔ آدھی رات ہو گئی تھی۔ قیام گاہ کو
 مراجعت فرمائی اور کہا کہ کل کوچ کا ارادہ ہے آخری وقت ملاقات کے لئے صبح
 پھر آؤں گا۔

وداعی ملاقات | جدائی کی گھڑی آپھونچی۔ صبح دم دونوں شکروں کا کوچ
 شروع ہو گیا۔ ڈیرے خیمے لدنے لگے ایک نے مشرق کی اور
 دوسرے نے مغرب کی راہ لی۔

ناصر الدین رخصتی ملاقات کے لئے دیر پا رُتھا۔ یہاں کتیباد پہلے ہی سے باپ
 کے انتظار میں کمر بستہ کھڑا تھا۔ دونوں ایک چہو ترہ پر جو اس ملاقات کے لئے مخصوص

کیا گیا تھا جا بیٹھے۔

تہائی کا وقت تھا مصلح ملک داری کی نسبت کچھ راز کی باتیں ہوئیں۔ باپ نے بیٹے کو سمجھا یا کہ فلاں شخص تیرے چمنِ دولت میں زہر ملا کاٹنا ہے اُس کو جلد کھال کر پھینک دے اور فلاں شخص کو اپنا مشیر بنا۔ بیٹے نے باپ کی نصیحت دلِ جان سے سنی اور گرہ باندھی پھر دونوں رخصتی معافہ کے لئے کھڑے ہو گئے اور باپ نے رو رو کر اپنا دردِ دل سنایا (ان خیالات کی ترجمانی طوطی ہند نے اپنے اشعار میں نہایت سوز و گداز سے کی ہے) آخر کار معافہ کیا اور آنسو بہاتا اپنی کشتی پر سوا ہو گیا ادھر کشتی چلی ادھر کیتبا دچنیں مار مار کر رونے لگا جب کشتی نظر سے اوجھل ہو گئی تو گھوڑے پر سوار ہو اپنے خیمہ گاہ کو روانہ ہوا خیمہ کے پردے چھڑوائے لوگوں کا آنا جانا بند کیا اور باپ کی یاد میں دن بھر پُراوتا رہا۔

شب چود و دایِ مہ و سیارہ کرد	صبح دم از مہرِ پارہ کرد
کو کبہ شرق سوے شرق تافت	لشکرِ مغرب سوے مغرب تافت
سرورِ شرق بود اے پسر	گریہ کنان کرد ز دریا گذر
خاص شد از بہرِ دایِ دو شاہ	چو ترہ بایستہ آرام گاہ
خلوت ازین گو نہ کہ محرم نبود	ہیچ کس از خلوتیاں ہم نبود
آنچہ بد از مصلحتِ ملک راز	یک بد گر ہر دو نمودند باز

کاں چمن ازخار تہی کردنی ست داں گل رنگیں کفت آوونی ست
 در حقِ این شو بکرم رہنوں داں دگرے را بزمیں یزخوں
 آں ہمہ گفتارِ پد رکیقتباد دل نتواں گفت کہ درجاں نہا
 از پس آں بہر دو بپا خاستند عذر بد و نیک ہی خواستند
 خستہ پد را ز دل پر خون وریش دست در آو دو بد لبند خویش
 نالہ ہی کرد کہ لے جانِ من جاں نہ از آں دگرے زانِ من
 چوں توشدی دل ز کہ جوید ترا دیں بکہ گویم؟ کہ بگوید ترا
 بے خبرم بہر تو شب تا بروز گر خبرت نیست چہ نیم مسوز
 سوختہ شد جانِ عنسم اندوختہ تا چہ شود؟ حالِ من سوختہ
 کاش نبود دی۔ دوسہ روزی وصال تانشدے دیدہ اسیر خیال
 اے ز تو در دیدہ تاریک نور! مرد می کن مشوا ز دیدہ دور
 صبر سہر ما کہ صبور یم نیست دور ز تو طاقتِ دور یم نیست
 گرچہ ترا ہم کششے در دل ست آنچہ کہ من می کشم آں مشکل ست
 چند کنی از پتے رفتن شتاب یک دم از سوختگان و متاب
 باتو اگر ہمہ سیم مشکل ست اشکِ منت ہمہ صد منزل ست
 خامہ من زیں پس و تحسیر در اشکِ واں یک بیاباں نور

حضرت خسر و کے حسنِ خلاق نے اُس شخص کا نام ظاہر کرنے کی اجازت نہیں دی مگر مومنین نے بالاتفاق بیان کیا ہے کہ ناصر الدین کی یہ آخری نصیحت ملک نظام الدین داربک کی نسبت تھی جو عصبِ سلطنت کی فکر میں تھا ۱۳

آہ! کہ صبر از دل و تن می رود خون من از دیدہ من می رود
 چون شغبِ ناله ز غایت گذشت گریہ وزاری ز نہایت گذشت
 یک نفس زان منظر از ہوش رفت کش سرفرزد ز آگوش رفت
 و آن خلفِ پاک ہم از درد دل خاکِ رہ از گریہ ہی کرد گل
 بستہ دل و جاں بوفاسے پد دیدہ ہی سودِ پیاسے پدر
 اشکِ فشانان بدلِ دردناک مردکِ دیدہ فتادہ بنخاک
 ہر دو بجاں شیفۂ یک دگر دوختہ بودند نطسہ بانظر
 روے ہم کردہ چنین تا بدیر ہیچ نگشتند ز دیدار سیر
 عاقبت الامر در آں تہنق چونکہ ندیدند گزیر از منساق
 ہر دو بخِ خوں شدہ عتاب رنگ یک دگر آغوش گرفتند تنگ
 رفت پدر پائے بکشتی نہاد دیدہ رواں از قرۂ طوفاں کُشا
 گریہ کنان بادلِ بریانِ خویش کشتی خود را ند بطوفاںِ خویش
 او شدہ زیرِ سوپرِ رومند آہ بر آورد بیانگِ بلبند
 گریہ ہی کرد زمانے دراز سوے پدر داشتہ چشم نیاز
 راندہ ہی از قرۂ سیلابِ خوں تا ز نظر کشتی شہ شد بروں
 دید چو خالی محل از شاہِ خویش رخس رواں کرد بہ بنگاہِ خویش
 رفت بہ شکر در خرگاہ بست دآمد و شد راز میاں راہ بست

جامہ بھنیہ دغاں می درید جامہ رہا کن تو کہ جاں می درید

کیقباد کی مراجعت
دلی کو

اودھ سے سلطان مغزالدین کیقباد کے لشکر کا کوچ عین
برسات کے موسم میں ہوا۔ آسمان پر گھٹا کا شامیانہ جھل
سنہ زار دھان کے کھیت لہلہ باغوں میں آموں کی

کثرت ندی نالے چڑھے ہوئے۔ راہ رستے پانی کا تختہ بنے ہوئے۔ گنگا کو
گھاٹ تک یہ کیفیت تھی۔ کچڑ پانی کی وجہ سے لشکر کے اونٹ گھوڑوں کی جان
آفت میں تھی۔ منزل پر پہنچ کر گھاس چارہ تو افراط سے ملتا۔ لیکن دانہ مشکل سے نصیب ہوتا تھا

کر دچورہ در سڑاں آفتاب چشمہ خورشید فرد شد بآب

ابر سراپردہ ببالا کشید سنہ صفِ خویش بصر اکشید

تندی سیلاب زبالاے کوہ از شغب آورد زمین راستوہ

برق بہر سوے بتابے دگر دشت بہر جوے بآبے دگر

ثالی سر سبز ندانم ز چسیت کاب گذشتش ز سر آنگاہ ریت

غوطہ مرغابی رعنا بجوے از سڑوفاں شدہ پایاب جے

آب رواں گشتہ بہر سایہ یافتہ از میوہ زمیں مایہ

ابر در افشاں شہ دریا نوال ابرش خودراند بدرا الجلال

آب فراخے ہمہ رہ تا بہر گنگ آمدہ لشکر ہمہ از آب تنگ

پاے ستوراں بزمیں در شدہ گاؤ زمیں راسمِ شاں سر شدہ
بود بہر جا کہ نزولِ سپاہ تنگی جو بود و منہ رخی کاہ

سلطان کی قیادت | سلطانی لشکر منزل بمنزل کوچ کرتا ہوا دلی پہونچا تو کوکبہ
دلی پہونچا | شاہی بڑی شان و شوکت سے شہر کے اندر داخل ہوا۔ ہاتھی
گھوڑے سوار پیادے تیغ زن تیسرا انداز

نسیزہ بردار علم بردار جلو میں۔ رایت دولت کا پرچم اڑتا ہوا سلطان جم جا
گھوڑے پر سوار۔ سر پر چتر سیاہ کا سایہ گرد اگر دبر ہنہ تلواریں قطار در قطار۔
اس دھوم سے سواری در دولت پر پہونچی۔ رخش سلطانی کے قدموں پر بہت سا
زرد جواہر نثار کیا گیا۔ نقارے پر چوب پڑی شادیا نے بجنے لگے مطربوں نے
مبارک باد کا راگ الاپا۔ رقاصوں نے ناچنا شروع کیا۔ حضور والا گھوڑے کی
باگ رو کے یہ تماشا دیکھتے ہوئے آہستہ آہستہ چل کر دولت خانے میں جا اترے
اُس وقت فرق مبارک پر رسم نثار ادا ہوئی زمین پر زرد گوہر کا فرش ہو گیا۔
بخیر و عافیت سفر سے واپس آنے کی خوشی میں کئی دن تک شاہانہ جشن کئے انعام
واکرام اور خیرات و مہربانیاں میں خزانے لٹائے۔

رخش طلب کر دشنہ کام گا شد بگہ چاشت بدولت سوا
از روشیں پیل کراں تا کراں سر بسزنام زمیں شد گراں
صف سیاہ از علم سنج وزر نسخہ دیب چہ نور وزر کرد

شہ بہتر سیم می چمید
 اول شب صبح دوم می میس
 تیغ بہ پیر امن چستش تظار
 ابریکے قطرہ آبش ہزار
 بود یک جاے صف تیغ و تیر
 ہم چو نیساں بلب آب گیر
 بانگ روارو کہ برآمد بلند
 غلغلہ در گنبد گردوں منگند
 کو کبے چون فلک آراستہ
 گردِ طعنه تا بہ فلک خاستہ
 شاہ بدروازہ دولت شافت
 داد بدروازہ کشادے کی یافت
 توسن شہ راز نثار نگناں
 گشت بکھل بجواہر عیساں
 کوس خبر کرد گوش از خروش
 دوزخبرش بخبری یافت گوش
 نعمتہ مطرب ز گلو گاہ ساز
 گوش نیوشندہ ہی کرد باز
 ماہوشاں چرخ زناں پای کوب
 گشتہ بمو از رہ شہ خاکروب
 شاہ بہ نظارہ آل کار گاہ
 نرم ہی راند و غناں می کشید
 نرم ترین راند فرس را براہ
 بسکہ نشانند ز ہر سونثار
 تابشرف خانہ دولت رسید
 جشن فریدون و طرب گاہ جم
 فرس زین شد ز درشا ہوار
 از دل خواہندہ بستار لچ گنج
 تازہ شد از مجلس شاہ عجم
 خواستہ می داد وہی برد رنج

امیر صاحب نے تو کیتباد کو دلی پہونچا کر ثنوی کا قصہ ختم
 کر دیا ہے مگر تو ایرنج سے ثابت ہی کہ کیتباد نے دلی پہونچے
 ملک نظام الدین کا انجہام

کے بعد سلطان ناصر الدین کی وہ نصیحت جو بوقت وداع کی تھی

در حقِ ایں تو بحکمِ رہنمویں داں دگرے را بزینِ نیرخوں
یاد رکھی اور اس پر عمل کیا۔ بعض سرداروں کو قید کر دیا بعض دامنِ کوہ کی
طرف بھاگ کر آوارہ ہو گئے۔

فیروز خاں خلجی کو شالسی خاں کا خطاب دے کر اقطاعِ برن (بلند شہر)
سپرد کئے گئے۔

ملک نظام الدین اقطاعِ ملتان کے لئے نامزد ہوا۔ وہ بھی اس تغیر کی لم سمجھ
گیا جانے میں لیت وعل کر تا رہا بعض مقربوں نے سلطان کے اشارہ سے کوئی چیز
پلا کر اُس کا کام تمام کر دیا۔

یہ شخص بڑا مدبر اور کارِ داں سردار تھا۔ مگر سلطنت کی ہوس اُس کے حق
میں آخر کار زہر کا گھونٹ بن گئی۔

خسرو کی ملازمت کا | امیر صاحب دورِ مغزی سے پہلے ملوک و خوانین کے ندیم
اور درباری شاعر رہ چکے تھے اور ان کے کمالِ سخنوری کا
حالِ بربیلِ اجمال | شہرِ ایران و توران تک پہنچ لیا تھا۔

وہ اولِ اول ملک چھو کے ندیمِ دلی میں رہے پھر شہزادہ بغرا خاں کے ندیم
سامانہ میں رہے اور اُس کے ہمراہ سفرِ بنگال کیا۔ جب یہ شہزادہ سلطانِ لکھنوتی بنایا

گیا تو امیر صاحب ترک ملازمت کر کے دلی واپس چلے آئے بعد ازاں قآن ملک سلطان محمد خاں کے پاس دربار ملتان میں رہے جس معرکے میں سلطان محمد خاں شہید ہوا خسرو اسیر مغل ہو گئے اس قید سے کسی طرح رہا ہو کر دلی آئے۔ پھر اپنی والدہ اور عزیزوں کے ساتھ پٹیالی چلے گئے اور وہاں اُس زمانے تک مقیم رہے کہ سلطان معز الدین کی قیادت تحت نشین ہوا اور اُس نے امیر صاحب کو دلی بلایا لیکن اس اندیشہ سے کہ ملک نظام الدین ان کا مخالف تھا دربار مغزی میں جانا خلافت مصلحت سمجھا اور اس خطرہ سے بچنے کے لئے حاتم خاں خان جہاں کے پاس چلے گئے اور اُس کی مذہبی اختیار کر لی۔

حاتم خاں خان جہاں سلطان بلبن کا مولازادہ اور نامور سردار تھا۔ یہ امر تحقیق نہیں ہوا کہ جس وقت خسرو خان جہاں کے دربار میں گئے تو وہ کہاں تھا؟ اور کس عہدہ پر تھا؟ قیاس غالب یہ ہے کہ وہ اودھ ہی میں کسی عہدہ پر تھا اور اودھ کے مجمع میں وہ اور اُس کے ساتھ خسرو بھی موجود تھے قصائد خسرو میں ایک قصیدہ ہے جو دربار اودھ کی تہنیت میں انشاکیا گیا ہے اس قصیدہ سے بھی ظاہر ہوا کہ خسرو کا اس موقع پر موجود ہونا قرین قیاس ہے۔

سلطان ناصر الدین اور کیقباد کی دوسری ملاقات کے ذکر میں امیر صاحب فرماتے ہیں۔

صفتِ حریفانِ زدو جانبِ قطا ہر یک از ایشان ملک نامدار

بانگِ ندریانِ قصیدہ سرا باز سانیدہ سخن برسا
 اس مجلس میں کہ دونوں بادشاہ و ملوک و اُمرا موجود تھے شعر اُنے اپنے
 قصیدے سنائے غالباً بطوطی ہند نے بھی اپنا قصیدہ سنایا ہو گا اس قصیدہ کے
 منتخب اشعار یہاں نقل کئے جاتے ہیں۔

قصیدہ

زہے ملکِ خوش چوں دوسلطان یکے شد	زہے عہدِ خوش چوں دو پیمای یکے شد
دو چتر از دو سو سربِ آردا زور	زمینِ زراں دو ابرِ در افشاں یکے شد
پسربادشاہ و پدرِ نیز سلطان	کنوں ملکِ بیچوں دوسلطان یکے شد
زہرِ جہاں داری و بادشاہی	جہاں را دو شاہِ جہانباں یکے شد
یکے ناصرِ عہدِ محمود سلطان	کہ فرہانش در چارار کاں یکے شد
دگر شہِ معزز جہاں کی قبادے	کہ در ضبطش ایران و توران یکے شد
بدیو و پری گوئے لے باد! کاینک	دو وارثِ بملکِ سلیمان یکے شد
کنوں روئے در چینِ نیارند ترکاں	بہندوستان چوں دو خاقان یکے شد
بروں شد دوئی از سرِ ترک و ہندو	کہ ہندوستان با خراسان یکے شد
بصدِ میہمانی صلا داد عالم	چو بر خوانِ شاہی دو مہماں یکے شد
خان جہاں کو قطع او دھ کی حکومت ملی	امیر صاحبِ اسی شہنوی میں فرماتے

ہیں کہ جب لشکر کی قیاد اودھ سے واپس چلا اور کنت پور کی حد میں پہنچا تو
خان جہان کو اقطاع اودھ کی حکومت عطا ہوئی خسرو تو پہلے ہی سے اُس کے
ملازم تھے اور وہ ان کا بڑا قدردان و محسن تھا اس لئے اُس کے ساتھ اودھ
میں رہنا پڑا۔

باغِ نفع در اں راہِ دور	سایہ نشاں شد بحد کنت پور
خانِ جہاں حاتمِ مفلس نواز	گشت باقطاع اودھ سرفراز
از کفِ جود و کرم حق شناس	کرد فراہم سپہ بے قیاس
من کہ بدم چاکرِ او پیش ازاں	کرد کرم آنچہ کہ بد پیش ازاں
تا ز چاں بخششِ خاطر فریب	بندہ شدم لازمہ آں رکیب
در او دم بُرد ز لطفِ چاں	کیست کہ از لطف بتابد عنان؟
غربت از احسانش چانم گذشت	کم وطن اصل فراموش گشت
دراودھ از بخشش او تا دو سال	ہیچ عسَم و نالہ نبود از منال

خسرو کی رخصت | امیر صاحب کو وطن سے جدا ہونے کے قریب دو سال کے
دور بار خان جہاں سے ہو گئے تھے مادرِ مہربان اُن کے فراق میں بے تاب تھیں
پیہم خطوط بھیجتی تھیں کہ جلد آؤ اُن کا دل بھی وطن کی یاد

۱۵۔ اس شعر میں قیام اودھ دو سال بیان کیا ہے لیکن یہ عرصہ کی قیاد کی روانگی کے بعد سے اگر شمار کیا
جائے تو حساب بالکل غلط بیٹھتا ہے۔ البتہ ۱۸۶۶ء سے دو سال شمار ہو سکتے ہیں جبکہ خسرو خان جہاں کی
ملازمت میں داخل ہوئے ہیں ۱۲

میں بقیار تھا مگر خانِ جہاں کے احسانات نے اُن کے لب پر مہر خاموشی لگا رکھی تھی۔

آخر کار خانِ جہاں سے والدہ کی تاکید اور اپنی حالت عرض کی اُس نے بخوشی دل جانے کی اجازت دیدی اور دو کشتیاں اشرفیوں سے بھری ہوئی بطور زادراہ پیش کیں۔

من زپئے شرمِ خداوندِ خویش	رفتہ زجاے خود و پیوندِ خویش
مادرِ من پیسِ رزنِ سبھِ سنج	ماندہ بدہلی ز فرستہمِ برنج
روز و شب از دوریِ من بقیار	سختِ داغِ منِ خامِ کار
در عسمِ وزاری ز جدا ماندِ غم	نامہ نویاں زپئے خواندِ غم
گرچہ دلمِ ہم ز غمش بودِ ریش	چند گئے راہِ ندامِ پنجِ ریش
چو کششِ سینہ ز غایتِ گشت	باعثِ دلِ ز نہایتِ گشت
حالِ خود و نامہ اُمیدوار	باز نمودمِ جہنمِ داوندِ کار
دادِ اجازتِ برضاے تمام	تا نسیمِ اندر رہِ مقصودِ گام
حسیحِ رہمِ ز اں کفِ دریا	گرمِ رواں کرد و کشتیِ زر
تا زچناں بخششِ مفلسِ پناہ	شکرِ کناں پائے نہادِ براہ

خسرو کی روانگی | اب خسرو کمرِ ہمت باندھ کر اودھ سے چل کھڑے ہوئے۔ غمِ ماؤ اور دلی پوچھنا | زادِ سفر ہے اور شوقِ وطن بدرقہ راہ چلتے چلتے ایک مینے

میں دلی پہنچے وطن کے درو دیوار کو دیکھ کر اور دوست آشناؤں سے مل کر
دل باغ باغ ہوا۔

پیاری اماں کے قدموں پر سر رکھ دیا۔ اُس غم زدہ نے رو رو کر پیار کیا
کلیجہ میں ٹھنڈک پڑی۔ بیٹے کے بخیر و عافیت پہنچنے کی منت مان رکھی تھی اب
مراد پوری ہوئی تو وہ منت بھی پوری کی۔

شوق کشاں کر دو گریبانِ من	گریہ زدہ دست بد اماںِ من
حائلِ خوں کر دِ غنیمِ مادرِ من	زاد ہمیں بود براہِ اندرِ من
قطعِ کناں راہ چو پیکانِ تیز	بلکہ چو تیر آدہ اندر گریز
یک مہِ کامل یکشیدم عنال	راہ چنیں بود شوشِ آنچنال
ہم چو مہِ عید خوش و شاد بہر	در مہِ ذلیقہ رسیدم بشہر
خندہ زناں ہجو گل بوستاں	چشم کشادِ من برخِ دوستاں
منعِ خزاں دیدہ بہ بوستاں رسید	تشنہ بہرِ چشمہ حیواں رسید
مردہ دل از حال پریشانِ خویش	زندہ شد از دیدنِ خوشیاںِ خویش
دیدہ نہادِ من ہزارانِ نیاز	بر قدمِ مادرِ آرزوم ساز
مادرِ من خستہ تیارِ من	چوں نظرِ من گند بدیدارِ من
پردہ ز روئے شفقت برگرفت	اشکِ فشاںِ بزمِ در گرفت
داد سکوئے دلِ آشفتم را	کرد و فاندِ بر پذیرفتہ را

خسرو دربار | خسرو شعرا کو دتی پہونچے دوہی دن گذرے تھے کہ سلطان
معزی میں | معزالدین کیتباد کو اُن کے آنے کی خبر لگی فوراً حاجبِ سلطانی
دوڑا آیا کہ چلے حضور نے یاد فرمایا ہے۔

یہ اُٹھے اور چلنے کی تیاری میں مصروف ہوئے اسی رواروی میں ایک
مہرِ قصیدہ بھی مرتب کر لیا۔

مجلس خانہٴ سلطانی میں پہونچکر آدابِ بجالاے مگردل میں دھکڑ پکڑ تھی رشاید
اس خیال سے کہ پٹیالی میں جو فرمانِ طلب پہونچا تھا اُس کی تعمیل نہیں کی تھی ہخیز
قصیدہ حیب سے نکالا اور بلند آواز سے پڑھ کر سنایا۔

قصیدہ

منت ایزد را کہ شہ بر تختِ سلطانی نشست	در دماغِ سلطنت بادِ سلیمانی نشست
شہ معزالدین والدِ نیا کہ از دیوانِ غیب	نام او برنامہٴ دولت بعنوانی نشست
یکتباداں گوہرِ تاجِ کیاں کر زخمِ تیغ	باج از ایراں بستہ بر تختِ توانی نشست
بخت را بنمود کایں پیشانی دولت کرستہ	تاج ز ریش کہ بر بالائے پیشانی نشست
قصہٴ دریا نگر بر گوہرِ والاے خویش	تا بگستاخی چرا بر تاجِ سلطانی نشست
بر سرش چوں سائبانِ شہِ چتر می گفت آسمان	سایہ را دیدی کہ باخورشیدِ توانی نشست
تیز نتواند بعالم دیدن اکنوں آفتاب	چوں ز چترش علیٰ دَظَلِ سلطانی نشست
انس و جان از مہرِ گردوں در خیال افتادہ اند	مہر او تا در خیالِ انسی و جانی نشست

تاغبار باد پایش چشم جاں را سرمہ داد
 خاک را بر منتِ ہر دیدہ تابانی نشست
 از زبان تیغ تا از بہرِ ہاشانہ ساخت
 در سہرِ ہر کس کہ بد موے پریشانی نشست
 روزی ہجا از خیالِ ناوکِ ترکان ۱ و
 نیسانی در دل شیر نیسانی نشست
 در دل بد خواہ پیکانش کہ از خونِ لعل گشت
 گو یا در سنگِ خارِ اعلیٰ پیکانی نشست
 ابر دستا! داد در دستِ خدایتی چو آب
 تاغبار کا فر از راہِ سلمانی نشست
 چون بہ تختِ سلطنتِ بنہستی از حکمِ ازل
 تا ابد بنہشیں کہ آنجا ہم تو میدانی نشست
 زان کمر ہائے مضع کز تو بر بستند خلق
 ہر بزرگے تا کمر درگو ہر کانی نشست
 ابر صدار آبروے خویش را بر خاکِ یخت
 بردِ قصرِ چو فردوسِ تو رضوانِ بہشت
 دیدِ قصرِ شاہ را با برجِ جوزا ہم کمر
 شاخِ طوبی را عصا کہ دو بدر بانی نشست
 بندہِ حسرتِ چوں عطار در شناختی نشست
 بندہ حسرت چوں عطار در شناختی نشست

چشمِ تو بیدارِ دولت باد تا از عونِ نخت!

جملہ بیداراں بچہ بند و تو بتوانی نشست

بادشاہ کو ان کا کلام ایسا پسند آیا کہ تمام شعرے دربار اُس کی نظر میں بھیکے
 پڑ گئے از راہ بندہ پروری ان کا وظیفہ مقرر کیا اور دو بدرے درم کے نقد عنایت فرما
 اور اپنے ندیمانِ خاص کے زمرے میں منسلک کر لیا۔ چنانچہ فرماتے ہیں

بعد دو روزے کہ رسیدم ز راہ
 ز آمدنم زود خبر شد بشاہ
 حاجے آمد بشتا بسنگی
 داد نویدم بصفِ بندگی

خاستم و برگ شدن ساختم محمد تے تازہ سپر و اختم
 رفتم و رخسارہ ہنادم بجاک تن ادب آموز و دل اندیشاک
 نقشِ طرزیدہ کشادم زبند کردش انشا و بیانگِ بلند
 شہ چو درِ چیدہ من دیدہ تر مہرہ بچید از ندماے دگر
 داد با حسان رہی بردرم جاگی خاص و دود بردہ درم

کیقباد کی فرمائش | جب بادشاہ اپنے بیل و کرم سے خسرو کو ممنون کر چکا تو ان کے کمال بخوری کی ستایش کے بعد کہا کہ تمہارے فن سے

ہماری بھی ایک غرض متعلق ہے اگر تم فنِ سخن کرو تو ہماری خواہش پوری ہو سکتی ہے۔ پھر ہم بھی اس کا اتنا صلہ دیں گے کہ آئندہ طلبِ مال و زر سے بے نیاز ہو جاؤ۔ خسرو نے عرض کیا کہ حضور والا! میں تو یہی ٹوٹی پھوٹی فارسی جانتا ہوں اگر اس سے وہ غرض پوری ہو سکے تو میں اپنی خوش قسمتی سمجھوں گا۔ سلطان نے کہا ”میری خواہش یہ ہے کہ تم کلیف گوارا کر کے میری اور میرے باپ کی ملاقات کا حال اور جو ماجرا میرے اور ان کے درمیان گذرا ہے ایسی سحر بانی سے نظم کرو کہ باپ کی مفارقت جس وقت مجھ کو پریشان کرے وہ نظم پڑھ کر دل کو تسلی دے لیا کروں۔“

اتنا کہہ کر خازنِ دولت کو اشارہ کیا وہ خسرو کو اپنے ساتھ لے گیا اور اشرفیاء اور خلعتِ شاہانہ دیا۔

گفت کہ ”اے ختمِ سخن پروراں! ق ریزہ خورِ خواخسپُ تو دیگر ایں

از دلِ پاکت کہ ہنر پر درست ہمت مارا طلبے در سرست
 گر تو دریں فن کنی اندیشہ چیت از تو شود خواستہ من درست
 خواستہ چندانست رسانم ز گنج کز پیے خواہش نبری ہیچ بربخ
 گفتش "اے تاجورِ جہم جناب ! بخت ندیدہ چو تو شاہِ پنجاب
 من کہ بوم داعی مدحت طراز تا چو توے را بمن آید نیاز
 باغ نہ از گل طلبد رنگ و بوے ابر نہ از قطرہ بود آب جوے
 حاکم از طبعِ کثر و فکرِ مست نیست مگر پارسی نادِ درست
 گر غرضِ شاہ بر آید بداں دولتِ من روے نماید بداں
 گفت "چناں بایدم اے سحر سنج ! کز پیے من روے نہ پیچی زربنج
 جسمِ سخن را بہنرِ حباں دہی شرحِ ملاقاتِ دو سلطانِ دہی
 نظم کنی حبلہ ببحرِ زباں قصہ من باید رِ مہرباں
 تا اگر مہمبہ در آرد زپاے آیدم از خواندنِ آلِ بجاے
 ایں سخنم گفت و بگجورِ جو د از نظرِ لطف اشارت نمود
 بُرد مرا خازنِ دولت چو باد مہرِ زر و خلعت شاہِ سیم دا

تصنیفِ شبنومی | چونکہ یہ الطافِ شاہانہ بغیر سابقہ خدمت تھے اس لئے خسرو
 شرمندہ احسان ہو کر بارگاہِ سلطانی سے اپنے گھر آئے اب تو

جو خدمت سپرد ہوئی تھی اس کی بجا آوری فرض ہو گئی۔

کنج غزلت اختیار کیا اور سب سے ملنا جلنا چھوڑ دیا۔ یار و مددگار تھے تو یہی قلم
دوات اور کاغذ ۳۶ سال کی عمر تھی اور منکر سخن کا دریا جوش و خروش پر۔ تین
مہینے تک شب و روز محنت کر کے مثنوی کا خاکہ لکھیںچ لیا اور تین مہینے اُس کی کتابت
دارائش و پیرائش میں صرف کئے۔ غرض کہ چھ مہینے میں اس مثنوی کو سلطان مغالدین
کیقباد کے مطالعہ کے قابل بنا دیا۔ رمضان کا مہینہ تھا اور ۷۷۷ھ۔

از درِ شہ با ہمہ شہر مندگی	آدم اندر وطنِ بندگی
خم شدہ از بارِ گمگرد غم	فرض شدہ خدمتِ شہ کردم
گوشہ گر فتم ورقِ دل بدست	عقل سرا سیمہ و اندیشہ مست
روسے نہاں کردم از ابناء جنس	نئے عظیم بلکہ خود از جن و انس
آپ معافی زدلم زاد زود	آتش طبعم بستم داد و دود
چوں بتوکل شدم اندیشہ سنج	سینہ خاکیم بروں داد گنج
ہمت مردانہ بہ بستم بکار	رحیم از خامہ درِ شہ ہوا
باز نیامد قلم تا سہ ماہ	روز و شب از نقش سپید و سیاہ
تا ز دل کم ہنر و طبع مست	راست شد این چند خطِ نادارت
ساختم گشت از روشِ خامہ	از پسِ شش ماہ چنین نامہ
در رمضان شد بسعادت تمام	یافت قراں نامہ سعدین نام
انچہ بتاریخ ز ہجرت گذشت	بود سنہ شش صد و ہشتاد و ہشت

سال من امروز اگر برسی راست بگویم ہمہ شش بودی^{۳۶}
 زین مفا آراستہ بکرے چوماہ باد قبول دل داناے شاہ
خاتمہ مثنوی | خسرو نے اس مثنوی کا ایک طولانی خاتمہ لکھا ہے جو مختلف
 مضامین پر مشتمل ہے۔ اُس کے مطالعہ سے اس مثنوی کی نسبت اور
 حضرت خسرو کی عادات و اخلاق کے بارے میں بعض مفید معلومات حاصل ہوتی ہیں۔
 ان معلومات کا ذکر ہم ذیل میں کرتے ہیں:-

اپنی محنت | اس مثنوی کی تصنیف میں خسرو نے جو محنت اٹھائی ہے اُس کا ذکر اس
 طرح کیا ہے کہ یہ مضامین میں نے خونِ جگر پی کر اور پیشانی کا پسینہ
 بہا کر پیدا کئے یہ جھکو ایسے عزیز ہیں کہ کبھی ان کو جگر میں رکھتا ہوں کبھی پیشانی پر جگہ
 دیتا ہوں۔

کس چہ شناسد کہ چہ خونِ خرہ ام کایں گمراہ حقہ بر آوردہ ام
 ساختم ام ایں ہمہ لعل و گمراہ از خوی پیشانی و خونِ جگر
 تا نم از فکرِ پهنایشش گمہ بجگر گاہ بہ پیشانیش
تعداد اشعار مثنوی | اس مثنوی کے اشعار کی نسبت فرماتے ہیں کہ میں نے اول
 بار گنتی نہیں کی تھی اُن میں سے کسی قدر کم ہو گئے ہیں اب
 حساب کر کے امانت دار لوگوں کو ایک مثنوی سپرد کر دی ہے اُس کے مقابلہ سے
 کمی بیشی کا اندازہ ہو سکے گا۔

تین ہزار نو سو چالیس بیٹیں ہیں۔ نساخین سے درخواست کی ہے کہ ان میں سے کوئی بیٹ کم نکریں کیونکہ اس شخص کو بڑی تکلیف ہوتی ہے جس کا منہ زندہ گم ہو جاتا ہے۔

من چونکہ مردم عدو دش از نخت گم شد و سرمایہ نماندش درست
گشت ضرورت کہ کنونش بعقد بستم و دادم بامیان نقد
تا چو دریں بگری اے ہوشمند! بیش و کمش باز شناسی کہ چند
ور ز جل باز کشانی شمار نہ صد و چار و چهل و سہ ہزار
خواہمش از خامہ زنان گزین آنکہ نگر در تھے کم از یس
زانکہ خراشیدہ مردم بود آہ کسے! کس خلفش گم بود
اس بیان سے یہ بھی ایک نتیجہ نکلتا ہے کہ یہ خاتمہ انتقام ثنوی سے ایک
مدت بعد لکھا گیا ہے۔

وصف نگار می | اوصاف اشیا کی نسبت کہتے ہیں کہ ”کبھی کبھی میرے دل میں یہ خیال پیدا ہوتا تھا کہ صفات اشیا بیان کر کے اُس کا نام صحیح

اوصاف رکھوں طرز سخن میں یہ ایک نئی ایجاد ہوگی چنانچہ اس ثنوی کے ضمن میں وہ خیال پورا کیا ہے آئندہ اس مضمون پر قلم اٹھانے کا ارادہ نہیں ہے۔

بود در اندیشہ میں چند گاہ ق کردل داندہ حکمت پناہ
چند صفت گویم و آبش دہم جمع اوصاف خطابش دہم

باز تمام صفت ہرچہ ہست شرح دہم معرفت ہرچہ ہست
 طرز سخن را روشِ نو دہم سکے ایں ملک بختِ نو دہم
 آنچہ ز سر جوشِ دلِ نقش بند ق معنی نو بود و خیالِ بلند
 موے بویش بہرِ حینِ تم پختہ و سنجیدہ درویرِ ختم
 زیں پس اگر عمر بود چند گاہ ق کرم ہوس آید بسفید و سیاہ
 رنگِ زیادتِ مذہمِ خامہ را سادہ ترین نقشِ کرمِ نامہ را
 کانچہ ہی شد بدلمِ خار خار یافت دریں گلشنِ رنگینِ نگار

صلہٴ شنوی سے | اس شنوی کے صلہ کی نسبت فرماتے ہیں کہ ”بادشاہ نے صلہٴ
 وافر کا وعدہ کر کے مجھ کو اس کام پر آمادہ کیا تھا۔ مگر میں نے اسکی
 طمع میں یہ شنوی نہیں لکھی ہے میرا سخن بجائے خود ایک خزانہ

ہے اُس کے سامنے گنجِ زر کی کیا حقیقت ہے اگر بادشاہ کچھ عطا کرے گا تو میں
 لے لوں گا۔ مذے گا تو مجھ کو کچھ پرواہ نہیں۔ شاعری کی بدولت مجھ کو جو صلہ
 ملتا ہے اُس کو وہ چند کر کے مستحقین میں تقسیم کر دیتا ہوں۔“

”اول مرتبہ جو بادشاہ نے کرم کیا تھا وہ بھی اس محنت کا معاوضہ نہیں ہو سکتا
 سب جانتے ہیں کہ اتنے موتی و دتین بدرہ زر کے مقابلے میں کون دیتا ہے۔ اگر
 سلطان مجھ کو فریدوں و جمشید کا سا خزانہ بھی عطا فرمائے تو میرے ایک حرف کا
 صلہ نہو گا میرا اہلی مقصد تو بقائے نام ہے جو کوئی اس شنوی کو دیکھے گا مجھ کو یاد کر گیا۔

گر چہ شہ از بہرِ پُنین نامہ داد مرا گرمی ہسنگامہ
 نزپے آں شد قلمِ سحرِ سنج کزپے ایں مارِ نشینم بہ گنج
 من کہ ہنادم ز سخنِ گنجِ پاک گنجِ زرا نہ ز نظرِ چسیت؟ خاک
 گر دہدم تا جوہرِ سر بسند درِ تتواں باز بدریا فلکند
 ورنہ ہد ز آن خودم را گناں رنجِ نہ کردم چوتھی ماگناں
 یک جوازیں فنِ چو بدماں نہم دہ کنم آں را د بصد تن دہم
 شیرم ورنجِ ازپے یاراں برم نے چوسگِ خانہ کہ تنہا خورم
 ایں ہمہ شربت نہ بداں کردہم کآبِ ز دریاے کرم خوردہ ام
 ہر ہمہ دانند کہ چسندیں گہر کس نفتا نہ بدوسہ بدرہ زر
 ورنہ دہم گنجِ فریدوں جوہم ہدیہ یک حرف بود۔ بلکہ کم
 اس بیان سے منکشف ہوتا ہے کہ جس وقت تک یہ خاتمہ لکھا گیا سلطان
 نے حسب وعدہ اس شہنوی کا صلہ نہیں دیا تھا مگر خسرو نے فردوسی کی طرح مذمت
 کا زہر نہیں اگلا بلکہ صرف اپنا استغنا ظاہر کیا ہے۔

دوسری یہ بات معلوم ہوئی کہ خسرو میں صفت ایثار اعلیٰ درجے کی تھی مگر
 سخن کی محنت دوسروں کے فائدہ کی غرض سے گوارا کیا کرتے تھے۔

دزدانِ معنی | پھر کہتے ہیں کہ ”وصف نگاری میں جو میں نے تازہ مضامین پیدا
 کی شکایت | کئے وہ میری ہی افکار کا نتیجہ ہیں! لگے شعرا کی تقلید نہیں ہے

مگر میں تازہ مضامین زبان پر لانے سے اس لئے ڈرتا ہوں کہ لوگ سنتے ہی چوری کر لیتے ہیں اور لطف یہ کہ خود مجھ سے ہی اُس کی داد چاہتے ہیں میں شرماتا ہوں اور ان کی تعریف کر دیتا ہوں مگر وہ چور ہو کر بھی ذرا نہیں شرماتے۔“

ہر صفتِ را کہ برا نگینم شعبۂ تازہ دروِ حینم

مور شدم بر شکرِ خویش و بس در نردم دست بکولے کس

دزد نیم حسانہ بُردِ دیگرے خانہ کسادہ ز درِ دیگرے

ہر چہ کہ اڈل درِ مکنوں کشم زہرہ آں نیست کہ بیروں کشم

ز انکہ نگہ می کنم از سرِ کراں اینینیم نیست ز غارت گراں

دزدِ متاعِ من و بامن بچش شاں بزباں آوری و من خموش

نقدِ مرا پیشِ من آرند راست من کنم احسنت کز آن شامت

شرم ندارند و بخوانند گرم بامن و من ہیچ نگویم ز شرم

طرفہ کہ شان دزدِ من از شرم پاک حاجب کالامن و من شرم ناک

معارضین کا ذکر | خسرو نے اپنے معارضین کا ذکر نہایت سنجیدگی و تحمل کے ساتھ کیا ہے :-

آنکہ بقصانِ خیالِ مند جملہ گواہانِ کمالِ مند

بر ہنرِ آید ہمہ را گفت و بس بے ہنراں را نکند یا کس

در سخنِ فستہ ہمہ را پیچ پیچ چوں سخنِ نیست پگوند؟ ہیچ

آنکہ وراور سخن آوازہ بیش زخم زناں بروے زاندا زہ خوش
 ہر گل و خارے کہ رسد زین خراب لے خوش ازاں گردم و فی رنج زرا
 ہر چہ تائیش کندم مرد ہوش گرچہ بود راست نیارم بگوشت
 زانکہ چو زین فن لعنہ و راو فتم ترسم ازین مرتبہ دورا و فتم
 چرب زبانی بنود سودمند طفل بود کش بفریبی قبند
 آنکہ شناندہ این گوہرست گر ہمہ نفیس کندم در خورست
 خسرو کی شہرت اور کلام کی خوبی دیکھ کر جو لوگ جلے مرتے تھے
 اُن کا ذکر بھی نہایت ٹھنڈے دل اور حکیمانہ انداز سے کیا ہے۔

باز کسے راکہ حسد رہ زند زخمہ دریں رہ نہ یکے وہ زند
 گر مثل صد ہنر آرام زغیب ہیچ نکاہے نکند جز بعیب
 صد سخن راست نگیرد بیچ یک رقم کز کند انگشت پیچ
 گر بہ ازین ہست گھر سفتش عیب بود عیب کساں گفتش
 در کم ازین مایہ رسیدش زغیب طفل رہ ماست ز طفلان صغیب؟
 مدح گوئی سے بیماری اور خسرو شعرائے دور مغربی کے اُمر پر سختی کے ساتھ
 محکمانِ زمانہ کی شکایت لے دے کی ہے مگر کسی خاص شخص پر حملہ نہیں کیا
 بلکہ عام شکایت ہے۔

تاریخ سے بھی ثابت ہے کہ اس عہد میں اکابر و معارف اور شریف النفس اُمر

دلوک غزلت گزیں ہو گئے تھے۔ سفلے دون ہمت اور جاہ طلب بادشاہ کے
مقرب اور کاروبار میں دخل تھے یہ صاف گوئی خسرو کی دلیری اور اخلاقی جرات
کی بے دلیل ہے۔

گرمی دل نیست چو حاصل مرا	سرد شد از آب سخن دل مرا
تا کے دریں شیوہ بہ ننگے شوم	بے غرض آماج خدنگے شوم
نام گداے کنم اسکندرے	خلعت عیسیٰ فلکم بر خرے
مختشانند دریں روزگار	مس بیزاندوہ ناقص عیار
کور دل از دولت و کوتہ نظر	دولتِ شاں از دل شاں کورتر
گوش گراے ہمہ ناموس حے	سفلہ و نش دوں صفت تنگ شو
بے کرے نام فروشی کمند	بے گمرے مرتبہ کوشی کمند
خوردہ بدرویش نیارند پیش	بیش رسانند بدانجا کہ بیش
گر برسانند (مثل) برگداے	یک درے دہ طلبند از خداے

پھر اسی سلسلہ میں فرماتے ہیں :-

ایں سخن چند کہ بیخو است ست	شاعری نیست ہمہ راست ست
لیک بخواہش چو مرانیت راہ	جز بختدایا بدر بادشاہ
ہرچہ بگفتم ز کسے باک نیست	زہر نخوردم غم تریاک نیست
نیت آل دارم ازیں پس بداز	کز درشتہ نیز شوم بے نیاز

پشتِ بخیم نہ پنا ہے ز کس چوں بخداوند کم روے دس

مثنویاتِ نظامی | امیر صاحب خواجہ نظامی گنجوی کو صنفِ مثنوی کا استاد
کامل مانتے ہیں اُن کی مثنویات کی خوبیوں کے معرفت
کی ثنا و صفت

در ہوسِ مثنویت در دل ست حلِ کمِ ایں بر تو کہ بس مشکل ست

در روشتے کز تو نسیا ید مرو گفتِ بدمِ مثنو و نیکوِ مثنو

نظمِ نظامی بہ لطافتِ چو در دُر در آوِ سر بسر آفاق پر

پختہ از و شد چو معانی تمام خام بود بختنِ سوداے خام

بگذر از ین خانہ کہ جائے توست ویں رہِ باریک بہ پائے توست

گفتہ اور اشنو و گوشِ باش گفتِ مرا بشنو و خاموشِ باش

سحر و رانے کہ در و دیدہ اند خاموشیِ خویش پسندیدہ اند

مثنوی اور است ثنا کے بگو بشنوش از دور و دعا کے بگو

در ہوست می نگذارد عنال می کشد دلِ بخیالِ چناں

کوششِ آن کن کہ دیرِ اہِ تنگ زان گلِ تربوے دہندت نہ زنگ

سوزِ سخنِ رانہ بہ خامی طلب پنجگیش ہم ز نظامی طلب

سوزِ کلفتِ خس و فاکسرت چاشنیِ سوخاں دیگر ست
 غزلِ سعدی کی شنا و صفت | امیر صاحبِ صنفِ غزل میں سعدی کے
 مقتصد تدریج اور مستلذ ہیں۔

و غزلت یادِ جوانی و حسرت و زخوشی طبعِ نشانی و حسد
 تن زن ازاں ہم کہ کساں گفتہ ہرچہ تو گوئی بہ ازاں گفتہ اند
 نوبتِ سعدی کہ مباد اکسں ! شرم نداری کہ بگوئی سخن
 اس خاتمہ کی تصنیف | اگر مصنف نے کچھ تصریح نہ کی ہو تو عام دستور کے مطابق
 یہی خیال کیا جائے گا کہ خاتمہ کتاب اور اس
 کتاب کی تویید کا ایک ہی زمانہ ہے۔ لیکن رفقہ

اشعارِ مثنوی کے عنوان میں ہم اپنا شبہ ظاہر کر چکے ہیں کہ یہ خاتمہ
 مثنوی سے ایک عرصہ بعد کا معلوم ہوتا ہے۔

آگے چل کر ذیل کے اشعار صاف صاف ظاہر کرتے ہیں کہ اس
 وقت خسرو کی عمر چالیس سے گزر کر پچاس تک پہنچ گئی ہے مثنوی
 کہی تھی چھتیس سال کی عمر میں۔ تو خاتمہ چودہ برس بعد

امیر صاحب خود اپنی طرف سے خطاب کرتے ہیں :-
 ایک اگر نیند من آری بگوش مصلحت آنست کہ مانی خموش
 چل شد در چہبت آنست پیش ہیں پیش کہ اُفتی نشست
 نوبت تو بہت گرانی مکن لئے بہ پیری ست جوانی مکن
 لیکن اس خاتمہ کا آخر صفحہ (جہاں اس مثنوی کی نسبت چند دعائیں مانگی ہیں
 اور سلطان کیتباد کے حضور میں اُس کی قبولیت اور شہرت کی توقع ظاہر کی ہے)
 خاتمہ کی نسبت پھر کچھ نیا پیدا کرتا ہوں :-

بار خدایا! من غافل بہ را از ق این رقی سادہ کہ ہستم طراز
 گر چہ کہ امروز جمال من ست عاقبت الامر وبال من ست
 عفو کن آں کہ نئے نیست توبہ وہ از ہر چہ برائے توست
 چون تو شد ایس ہمہ ناخیر چیز ہم تو کنی در دل خلق غریز
 عیب شناساں بہ کین من اند بے ہنزاں جملہ بہ کین من اند
 تو بکرم عیب من عیب کوش در نظر عیب شناساں پیش
 بوکہ بر آرد بہ چنین نامہ نام بردر شہ خدمت من و اسلام

یہ اخیر شعر اس بات کی شہادت دیتا ہے کہ ابھی سلطان کیتباد زندہ ہی تویہ اُسی
 زمانے کی تحریر ہے جب کہ مثنوی لکھی گئی ہے۔

ان اختلافات سے ہم یہ نتیجہ نکالتے ہیں کہ خاتمہ کا آخر حصہ مثنوی کے

ساتھ ساتھ لکھا گیا اور پہلا حصہ بعد میں اضافہ کیا ہو گا جب کہ خسرو علیہ الرحمۃ کی عمر ۵۰ سال کی ہو گئی تھی۔

کیتباد کا انجام ایک قیاد جب اودھ سے روانہ ہوا تھا تو باب کی نصیحتیں چند روز یاد رکھیں راگ رنگ کی تعطیل کر دی تسلیع و مصلّا بنھن لائے مگر باب نشاط کی فوج قاہرہ لشکر کے ہمراہ چلی آتی تھی جس نے ہفتہ عشرہ ہی میں سلطان کو مغلوب کر لیا۔ اور اثنائے سفر ہی میں توبہ ٹوٹ گئی ۷

آفتِ نہد و توبہ شد ترک شرخا بن یار گرا دست کے بود توبہ وز ہدیان دلی میں سامانِ شوق کی کیا کمی تھی جو مشاغل پہلے تھے وہی اب تھے اس نڈی و بادہ خواری نے عین جوانی میں اُس کو پیرِ ناتواں بنا دیا عوارض جسمانی لاحق ہوئے۔ آخر کار لقوہ اور فالج نے حس و حرکت سے معذور کر دیا۔ کچھ عرصہ تک علاج ہوتا رہا۔

اول ۱۶۸۹ء میں دم واپس آ پھنچا اور اُس کی عبرت انگیز شمعِ زندگی گل ہو گئی اور سلطنت بھی ہمیشہ کے لئے ترکوں کے خاندان سے خلیجوں میں منتقل ہو گئی۔

یہ شہنوی کیتباد نے بڑے شوق سے تصنیف کرائی تھی معلوم نہیں اس کی سیرِ نصیب ہوئی یا نہیں۔ غالباً مرض الموت کی تکلیفات نے اُس کو

ثنوی کا صلہ موعود دینے سے باز رکھا۔ اگر دیا ہوتا تو خسرو علیہ الرحمۃ اُس کا ذکر شکریہ کے ساتھ دیباچہ غزۃ الکمال میں ضرور کرتے جہاں سلطان کیقتباد کی وفات کا تذکرہ کیا ہے۔

کلام پر ایک نظر

اب تک ہم نے اس مثنوی کے اصل قصے اور اُس کے متعلقات پر نظر کی ہے۔ ابھی اس مثنوی کی نظم و ترتیب اور محاسن کلام کا مطالعہ کرنا باقی ہے یہ کام اب شروع کرتی ہیں مثنوی الہیہ

خصائصِ مثنوی | اس مثنوی کی ترتیب میں چند خصوصیات ایسی ہیں جن شرعے عجم کی مثنویات خالی ہیں۔ لیکن یہ خصوصیات لازماً مثنوی میں شمار نہیں ہو سکتیں۔ بلکہ یہ خسرو کی جدت آفرینی ہے کہ اس مثنوی کو دلاویز بنانے کی غرض سے اختیار کی ہے۔

(۱) نظم عنوان (۲) تضمین غزل (۳) وصف ہشیا

مثنوی میں اکثر قصص، تاریخ، اخلاق، تصوف یا کوئی خاص بیان کیا جاتا ہے اور جب مضمون طویل ہوتا ہے تو اُس کی تقسیم فصول ابواب یا داستانیں

کیجاتی ہے اور ہر فصل یا داستان کا عنوان نثر میں ہوتا ہے۔ یہ قدیم دستور ہے مگر خسرو نے اس مثنوی میں ہر داستان کا عنوان بھی نظم کیا ہے۔ اگر کل اشعار عنوان جمع کیجئے تو ایک قصیدہ، ۳۴ شعر کا مرتب ہو جائے گا جس کی بحر مثنوی کی بحر سے مختلف ہے اور بحر ایسی اختیار کی ہے جس میں مضمون عنوان کی گنجائش بخوبی ہو سکتی ہے چند

اشعار عنوان بطور نمونہ نقل کئے جاتے ہیں ۷

شکر گویم کہ بتوفیق خداوند جہاں
بر سرِ نامہ زحید و شتم عنوان
نامِ ایں نامہ والا ست قرآنِ سعید
کز بلندیش بسعدین سپہرستِ قراں
در تضرع بدرِ حق کہ گنہگار راں را
داد بارانِ گنہ شوے ز غینِ غفراں
نعتِ سلطانِ رسالتِ مسیحِ بدیش
پڑہ داری ست نشستہ ز پشاوراں
وصفِ معراجِ پیمر کہ لبش روشن شد
سر اسرارش ز زلفِ سیمکِ نشان
۵۔ مدحتِ شاہ کہ ہمیش فلکِ فت چنانکہ
نقشِ آں داغ شدہ تنگِ فلکِ برراں
در خطابِ شہِ عالم کہ بسکِ خدش
آیم و این گہرِ چنفتاںم ز زباں
۱۰۔ صفتِ حضرتِ دہلی کہ سوادِ اعظم
ہست منشورے از سرِ سہا لہ نشان
صفتِ مسجدِ جامع کہ چنان ست درو
شجرہ طیبہ ہر سوے چو طوبی بچناں
صفتِ شکلِ منارہ کہ ز رفعتِ سنگش
از پے خنجرِ خورشید شدہ سنگِ نشان
۱۱۔ صفتِ حوض کہ در قالبِ سنگیں کوئی
ریختہ دستِ فلکِ آبِ خضر صورتِ جاں

اس دسویں عنوان کے تحت میں اول تو صفتِ شہر کی طرف باز گشت ہو
جس کا بیان عنوان ہفتم میں بھی ہو چکا ہے۔ علاوہ بریں کئی اور مضمون بلا عنوان ہیں
مثلاً صفتِ مردمِ شہر۔ کیتبا دکی تحت نشینی۔ ناصر الدین کی لشکر کشی اودہ پر۔
اور یہ بات اور جگہ بھی پائی جاتی ہے کہ صفتِ نگاری کے بعد اصل قصے کو بلا عنوان

۱۔ اشارہ ہے اس آیت کریمہ کی طرف سبحان الذی اسریٰ بعبدہ لیلۃ من المسجد الحرام ۶۱
لفظ اسریٰ جو اس آیت میں آیا ہے فعل ماضی ہے جس کا مصدر اسرا ہے جس کے معنی ہیں شبِ راہ رفتن۔ راتوں رات چلنا

شروع کر دیتے ہیں۔

تضمین غزل | خواجہ نظامی سکندر نامے کی دو تانوں کے آخر میں دو چار شعر خیالی ساقی کی مخاطبت میں لکھتے اور اُس سے بادہ و پیمانے

کی خواہش کرتے ہیں خسرو نے سلطان کی قباد کے اصلی ساقی و معنی سے کام لیا ہے اور اُسی کے ساتھ ایک عالیہ غزل بھی تضمین کی ہے۔

ثنوی میں غزل کا اضافہ :-

دو تین غزلوں کے اشعار تو اصل قصے کے ضمن میں ہم لکھ چکے ہیں چند دیگر غزلوں کے چیدہ اشعار مع ساقی نامہ و معنی نامہ یہاں نقل کرتے ہیں :-

۱۔ فصل دے یعنی موسم سرما کی صفت کے بعد ایک غزل اپنے حسبِ حال کہی ہے جس کے مقطع میں حسنِ طلب بھی ہے :-

چاکر او گشتہ سکندر بہ رزم ساقی او خضر ہنگامِ بزم
بندہ ز یادش بہ حالِ شاد ویں غزل از حالِ نشِ دا دیا د

غزل

شد ہوا گرم کنوں آتش و حر کاہ کجاست بادہ روشن رخسارِ دل خواہ کجاست؟
آتشِ اینکِ دل و گریہِ خونیں تین خر کہ گرم و لے ماہِ بخر کاہ کجاست؟

کتنا مضمون اس شعر میں کھپا یا ہے! یعنی میرا دل سوختہ آگ بن گیا ہے اور خون کے آنسو میرے لئے بجائے شراب ہیں اور میرا جسم گرم خیمہ کی مانند ہے مگر افسوس ہے

کہ اس خیمہ کے اندر معشوق ماہر و نہیں ہے۔
 دی ہی رفت و زبس دیدہ کہ غلطید بجا گفت یارب کہ بچا پئے نغم؟ راہ کجاست
 (دہ کل جاتا تھا اور بہت سی آنکھیں فرش رہ بگئی تھیں۔ بولا اٹھایا! کہاں پاؤں رکھوں؟

ان آنکھوں کے ہجوم میں تو رستہ ہی نہیں ملتا!)

مصرعہ آخر میں جو تعجب ظاہر کیا ہے وہ نہایت پر لطف ہے۔
 ماہ من! کور شد اس دیدہ ز سیداری شب آخرا ز زلف نہ پُرسی کہ سحر گاہ کجاست؟
 (صبح کے انتظار میں رات بھر جاگتے جاگتے ہماری تو آنکھیں پھوٹ گئیں۔ آخر تو اپنی زلف سے
 کیوں نہیں پوچھتا کہ وقت سحر کہاں ہے؟ (یعنی) تیری زلف سیاہ نے یہ اندھیر ڈال رکھا ہے وہ
 سر کے اور تیرا رخ تاباں کھلے تو صبح نمودار ہو)

غرم حج دار و خسرو پئے تو بہ عشق توشہ اینک غم دل بار کہ شاہ کجاست؟
 (خسرو کا ارادہ یہ ہے کہ حج کو جائے اور وہاں جا کر عشق سے توبہ کرے لیکن زاد راہ تو یہی غم دل
 ہے اس سے کیا گزارہ ہوگا) کوئی یہ تو بتاؤ کہ بارگاہِ سلطانی کہاں ہے؟ (وہیں سے کچھ مانگ لے لگلا)
 ۲۔ جب کیتقاد کے لشکر کی تیاری ہو رہی تھی :-

جملہ عالم بونفا جویش خاطر خسرو بہ ثنا گویش
 ایں غزل از مطرب زو اصول یافتہ در گوش ہمایوں قبول

غزل

سوار چابک من باز غم لشکری دار دل من بر و پار۔ اسال با جان داوری دار

من اند خاک میدانِش لکد کو بستم گشتم
سلماناں! نگہدارید بچارہ دل خود را
توئی دیوانہ و شجاناں کہ داری سالیسو
مرا چوں صید خود کردی شفاعت میکنی جا
بہ بدنامی برآمد نامِ خسر و کرپے دید
ترد منی کے معنی ہیں گناہ۔ اسی لفظ کو الٹ کر مقدارِ گناہ ظاہر کی ہے اور
یہ کمالِ سخنوری ہے۔

۳۔ موسمِ خزاں کی صفت کے بعد

چنگِ نوازیں بہ ہوا سر کشید
چنگِ نوازندہ نوا بر کشید
گفت بر ہنگِ نطہاے تنگ
ایں غزلِ نغز بر آوازِ چنگ

غزل

برگِ یز آمد و برگِ گل گلزارِ برفت
سرخِ رومی ز رخِ لالہ و گلزارِ برفت

(پت جھڑکا موسم آگیا۔ گل گلزار کا سامانِ رخصت ہوا۔ لالہ اور انار کے پھولوں کی سرخی جاتی رہی)
خونِ دل گرچہ کہ بسیارِ برفت اندک ماند
صبر ہر چند کہ بود اندک و بسیارِ برفت
(اگرچہ دل کا خون بہت نکل چکا۔ پھر بھی تھوڑا باقی ہے۔ لیکن صبر تھوڑا بہت جو کچھ تھوڑا سب جاتا رہا)

یعنی بالکل نہیں رہا)

لے کیش و تیردان اس دوسرے معنی سے یہاں کیا ہے ۱۲ لے نطہاے تنگ راگ کے
باریک پردے ۱۲

ہرچہ از عقل فزوں شد مہم عمرم جو جو اندرین غارتِ غم - جملہ بیک بار ہر
(عقل کا سرمایہ جو کچھ میں نے عمر بھر میں تھوڑا تھوڑا کر کے جوڑا تھا اس غم کی لوٹ میں دفعۂ سب
غارت ہو گیا)

۴۔ صفتِ بہار کے تحت میں -

شاہ درین فضل بعثرت گری باگل و بلبل بطب گستری
مطب بلبل نفس از نعمت دس غزلش بردہ بسے ل دست

غزل

آمد بہار و شد چمن دلالہ زار خوش و تھے ست خوش بہار کہ وقت بہار خوش
در باغ با ترانہ بلبل دریں ہوا مستی خوش ست بادہ خوش ست ہما خوش
مایم و مطربے و شرابے و مخرے جائے بزمِ سایہ شاخ چنار خوش
اے باد! کاہلی کن سوئے دست مارا کن بامدن آں نگار خوش
ذیل کے قطعہ بند اشعار میں باد صبا سے درخواست ہے کہ دو تو میرے دست
کے پاس جا اور اس کو بٹا کر لا

چرب دگر گم کوے وہیں گو کہ دچمن سبزہ خوش ست آب خوش و جو بہار خوش
گر خوش کند ترا بجدیشے کہ باز گرد پیشش کن دیار - مشور زینار خوش
اگر میرا محبوب تجکو بات بنا کر خوش کر دے اور کہے کہ واپس جا تو ہرگز خوش نہونا بلکہ اس کو

لے یہ جملہ دعائیہ یعنی اس کو خوش مالی نصیب ہو فعلِ باد، یہاں سے محدود ہے مثلاً تھے وقت تو خوش
کہ تھیں خوش کر دی

اپنے آگے آگے لانا

ور بنیش کہ مست بود خشن مدہ
ہم بھجناش مست بنزد من آر خوش
من مست خوش حریفی اویم کہ آں لہ
سر خوش خوش ست مست خوش و ہوشیار خوش
سر و پیادہ خوش بود اندر چمن و لیک
آں سر و من پیادہ خوش ست سوار خوش
ازوے خوش ست برنگنی ماہراہ ناز
وز خسرو شکستہ فغاں ہاے زار خوش

۵۔ جس وزیران مغل کا قتل ہوا ہی اور بادشاہ نے جشن منایا ہی یہ
غزل اُس قصے کے ذیل میں تصنیف کی ہے اور اشعار کا مضمون مقتولین کی زبا
سے ادا کیا ہے۔

نورِ نشاط از افقِ جامِ تافت
شہ زے و مے زلش کامِ فیت
بادِ ہمہ وقت بشادی و ناز
بادہ کش و خصم کش و بزم ساز
گفت ہی زہرہ بر بلطنش
ایں غزل تر ز زبانِ نش

غزل

تیغ بر گیر تا ز سر بر ہم
تیر بکشائے کز نظر بر ہم
آتشکارا بکش کہ تا بارے
ہم ز سر ہم ز دردِ سر بر ہم
وہ کہ شب در میاں کنم ہر دم
از تو روزے کہ لے سپر بر ہم

(لے لڑکے! جس دزیرے ہاتھ سے بچ جاتا ہوں تو یہ کہتا ہوں کہ اب تو شب در میان ہے

لے سر خوش جس کو تھوڑا نشہ ہو۔ مست جس کو زیادہ نشہ ہو۔ یہ مست جس کو بہت زیادہ نشہ ہو ۱۲
لے سر و پیادہ چھوٹے قد کا سرو ۱۲ لے برنگنی۔ مونہ پھیرنا۔ روٹھ جانا ۱۲

(یعنی اس وقت تو رہائی ملی) کل کی بات کل دیکھی جائیگی

۶۔ غمِ خسرو بگویمت کہ اگر از رقیبان بے ہنر برہم
جب خان جہاں مغلوں کو نہر میت دے کر لاہور کی طرف سے واپس آیا ہی
اور کیتا دو فتح کا قردہ سنایا ہی اُس موقع پر یہ غزل تفسیم کی ہی۔

زاوَلِ رُوزِش بطرب تابشام دور نشدے ز کفِ دلبِ جام
گاہ بہر جرعہ گہ می فشاند گاہ بہر زمرہ ز رمی فشاند
[کبھی شرب کے ایک گھونٹ پر کبھی راگ کے ایک ترانے پر لوگوں کو زور و جواہر انعام دیتا تھا]
عمر ابد باد بعیش اندرش ویں غل اندر لبِ خینا گرش

غزل

دشمنِ ناگہ بمنِ دل شدہ آں مہ برسید دلِ مقصودِ خودِ المنتہِ اللہ برسید
آمد آں روشنی چشم و باستقباش مردم دیدہ دواں تا بسرہ برسید
آمد آں سادہ زنج - برمنِ بہوشِ ز آب بر سرِ تشنہ نگہ کن کہ چسپاں چہ برسید
گریہ پر سوزِ منش آمد و بر سوختگاں ایں چہ بارانِ کرم بود کہ ناگہ برسید
خسرو اگر سدِ ابد بہشت ایں عجیب عجب آں میں کہ بہشتے تولاہ برسید

مقطع کے مصرعہ اولیٰ کا مضمون اس حدیث سے ماخوذ ہے اہل الجنة
بلہ یعنی اکثر اہل بہشت بھولے بھالے آدمی ہونگے۔

مصرع ثانی بادشاہ کی حالت کے مناسب ہے کہ نہ کہیں دشمن پر چڑھائی

کی نہ جنگ میں شریک ہوا۔ خدا نے گھر بیٹھے اُس بے وقوف بادشاہ کو فتح کی مسرت نصیب کی۔

۷۔ کیا کوس اور کیتباد کی ملاقات کے بیان میں یہ غزل تضمین کی گئی ہے

ہر چہ بہ مجلس غزل ترزند جملہ بنام شہ کشور زند
 بردار و مطرب فرخندہ فال دور مباد از غزل و از غزال
 با خوشی دل چو شود بادہ کش زیں غزلم گوش گریش خوش
 غزل

باغ سایہ بیدست آب رسایہ ازیں سپس من جانان خواب رسایہ
 بسایہ خفتہ بدست کہ یار آمد و گفت چہ خفتہ کہ رسید آفتاب رسایہ
 چوپایہ بند تو شد جان آفتاب گرد مسوز جانم و باز آفتاب رسایہ
 بگفت حسرت و کشتی زلف ناشنید حریف مطرب چنگ و باب رسایہ

۸۔ جس دربار میں ناصر الدین اور کیتباد کی ملاقات ہوئی ہے اُس بیان کے

آخر میں :-

چنگی او عقل فزائے جہاں عاقلہ عیش و نشاط شاہاں
 ایں غزل از تار ترنم سرا در سر او یافتہ چوں عقل چاہ

غزل

نرم آں محطہ کہ مشتاق بیارے برسد آرزو مند نگارے نہ نگارے برسد
لذتِ وصلِ ندادند مگر آں سوختہ کہ پس از دوری بسیار بیارے برسد
قیمتِ گلِ نشاند مگر آں مرغِ اسیر کہ خزاں دیدہ بود پس بہ ہمارے برسد
خسرو! یارِ تو گرمی نہ رسد خود میگو بہر تسکینِ دل خویش کہ "آرے برسد"
۹- ناصر الدین اور کیتباد کی دوسری ملاقات کے ذکر میں :-

بادلِ آئینہ اسکندر شش بادۂ خوں نگ صفا پرورش
داد مرا ایں غزلِ پر خیال بردلِ چوں آئینہ او جمال

غزل

ز سرِ کرشمہ یک ہگزے بسوے من کن بنایتیہ کہ داری نظے بسوے من کن
من از آرزو مردم دلت اچہیت بہن بتکلف ارتوانی شبے آرزوے من کن
منم و دے دورے ز غمت چہ ناتوانا بزکوۃ تندرستی گزرے بسوے من کن
۱۰- کیتباد نے ایک دُر مجلسِ نشاط و ہوم و حام سے آراستہ کی ہو :-

شاہِ گراں سرزمے خوش اثر بادِ مباداش گرائی بسر
دستِ بیک زخمہ مطرب برود عود گراں سر بنوائے سرود
مجلسِ وزیں غم گشت مست مست و گراں سر شدہ کس کہ مست

غزل

آفتِ ہد تو بہ شد ترک شرخِ ازمین یارِ گراست کے بود تو بہ نوزدیا مین ؟
 چوں تو سوار بگری دیدہ گہفتاں کھم خواہ قبول خواہ ردست ہڑیں شامین ؟
 ۱۱۔ خاتمہ مثنوی کے آخر میں :-

در نظرِ شاہ مبادا ! کس ایں غزلم ختم ہریں شد سخن
 غزل

نامہ تمام گشت بجاناں کہ می برد ؟ پیغام کا لہ لبوے جاں کہ می برد ؟
 ایں خطِ پر زمرہ بلب کہ می دہد ؟ دینِ رد سر بہرِ درماں کہ می برد ؟
 مایم و شرط بند گیش با ہزار شوق ایں بندگی بحضرتِ ایشان کہ می برد ؟
 گفتم بباد گفتم کہ ”دیوانہ گشتہ“ اندوہ مور پیش بیلماں کہ می برد ؟
 گفتم ”جگہ دار بفرمانِ خویش دل“ ”دارم وے بکوے کہ فرماں کہ می برد ؟
 درد اکہ دل ز خسرو بیچارہ می رود و آگاہ نے ز برنِ دل آں کہ می برد ؟

مثنوی میں قصیدہ غالباً مثنوی میں قصیدہ اور غزل کا پیوند گانا حضرت
 اور غزل کا پیوند خسرو نے بھاشا کی شاعری سے اخذ کیا ہے۔ حضرت کو
 بھاشا کی شاعری میں بھی ایسی ہی دستگاہ تھی جیسی کہ

فارسی شاعری میں -

بھاشا کا شاعر آغازِ داستان میں ایک دوہا یا چو پائی یا چھند لاتا ہے اور
 ختمِ داستان پر کبھی کبھی سورٹھا موزوں کرتا ہے اور اس رنگارنگی سے اُس کا مقصد

تفنن طبع ہے کہ ایک ہی مضمون پڑھتے پڑھتے جی اُکتا نہ جائے۔

حضرت امیر خسرو نے آغاز داستان کے لئے قصیدہ کا شعر اور خاتمے پر غزل کا التزام کیا ہے۔ ہمارے نزدیک یہ جدت طرازی نہایت لطف و بامرہ ہے مگر اس کی تقلید یک فن شاعر کا کام نہیں۔ جو شاعر مثنوی، قصیدہ اور غزل ان ہر سہ اصناف میں یدِ طولیٰ رکھتا ہو وہی خسرو کی تقلید کر سکتا ہے۔ علاوہ بریں حضرت خسرو کو اس مثنوی کا ممدوح بھی خوش قسمتی سے ایسا ہاتھ لگا ہے کہ ساتی و منفی و شاد و بادہ و ساغر کا ذکر محتاج تکلف نہیں۔ بلکہ اُس کی بزمِ عیش کا ایک معمولی ہنگامہ ہے۔ انوری کی طرح خسرو کو یہ شکایت ہرگز نہ تھی کہ

نیست معشوقے سزاوارِ غزل

وصف اشیا | اس مثنوی کی تیسری خصوصیت یہ ہے کہ اصل قصہ کے ضمن میں اشیا کی وصف نگاری موقع بموقع اتنی کی گئی ہے کہ اُن اوصاف کا حجم اصل قصہ سے بھی زیادہ ہو گیا ہے۔ اس کا اندازہ ذیل کی فہرست سے بخوبی ہو سکتا ہے۔

فہرست

۱۔ صفت حضرت دہلی	۴۔ صفتِ حوض
۲۔ جامع	۵۔ مردمِ دہلی
۳۔ منارہ	۶۔ آتش

۲۲ صفت اسپان	۷- صفت شهر نو و قصر نو
۲۵ = شب	۸- = فصل خزاں
۲۶ = شمع	۹- = فصل بهار ان
۲۷ = چراغ	۱۰- = موسم نوروز
۲۸ = سیر بروج	۱۱ = پترسیه
۲۹ = اخت و طالع	۱۲ = لعل
۳۰ = بادہ	۱۳ = سپید
۳۱ = قرابہ	۱۴ = سبز
۳۲ = صراحی	۱۵ = گل
۳۳ = پیالہ	۱۶ = دورباش
۳۴ = ساتی	۱۷ = تیغ
۳۵ = چنگ	۱۸ = کمان
۳۶ = رباب	۱۹ = تیر
۳۷ = نامے	۲۰ = رایت لعل
۳۸ = دف	۲۱ = موسم گریا
۳۹ = پرده	۲۲ = خرنیزہ
پرده شناسان	۲۳ = کشتی

۴۰ صفت مادہ خاص	۴۶ صفت صبح
۴۱ = بیرہ تنبول	کلاہ سیاہ
۴۲ = نغمہ گری	چتر سپید
زنانِ مطربہ	۴۷ = چشمہ خورشید
۴۳ = تاجِ مکمل	۴۸ = موسمِ باراں
۴۴ = تخت	۴۹ = قلم
۴۵ = پیل	۵۰ = مجرہ (یعنی دوات)
	۵۱ = کاغذ

امیر صاحب کو یہ خیال تو پہلے سے مرکوزِ خاطر تھا کہ ایشیا کی وصف نگاری کریں اور اس کا نام بھی مجمعِ اوصاف تجویز کر لیا تھا۔ اب کیتباد کی فرمائش ہوئی تو یہ قصہ نہایت مختصر۔ اس میں اتنا پھیلاؤ ممکن نہ تھا کہ ایک معقولِ شنوی مرتب ہو سکے۔ کوئی عام دلچسپی کا سامان بھی اس قصہ میں نہ تھا۔ لہذا خسر و نے اس شنوی کو وصف نگاری کے ذریعہ سے نگارستان بنادیا کہ شاہ و گدا سب کے لئے موجبِ افسادِ خاطر ہو۔

دلی اور دلی کی عمارات کا، ہندوستان کے موسموں، پھولوں، پھلوں جانوروں اور اُس زمانے کی شاہی محفلوں کے تکلفات کا ذکر ہمیشہ کے لئے

ایک لاویز مضمون ہے اس کا زمانے پر حضرت خسرو نے جو فخر کیا ہے بجا ہے :-

انچہ ز سر جو شس دل نقشند منی نو بود و خیال بلند
موے بولیش بہ ہنر بنجتم پختہ و بنجیدہ در و ختم
وصف نہ زان کہ نہ شد از دل برو کان دگرے را بدل آید کہ چوں

دوسرے مقام پر فرماتے ہیں :-

ہر صفتے را کہ بر انجختم شعبہ تازہ در و رختم
مور شدم بر شکر خویش و بس در نہ ز دم دست بدامان کس
نیت ز کس لوے لالے من زرف ہیں در تہ دریائے من
نکتہ من گوہر کان من ست زان کسے نیت از آن ست

وصف نگاری کا نقص | البتہ وصف نگاری کی وجہ سے یہ نقص پیدا ہوا کہ اصل قصہ کا سلسلہ ٹوٹ جاتا ہے۔ امیر صاحب

نے اس نقص کو محسوس کیا اور خاتمہ میں اس کی معذرت اس طرح فرمائی ہے کہ اصل قصہ میں کچھ جان نہ تھی اس لئے وصف نگاری کی گئی مگر اس کی وجہ سے قصہ کی غرض فوت ہو گئی۔ یہ تکلف اس لئے کیا گیا کہ مثنوی میں ایک ندرت اور خوبی پیدا ہو۔ سو یہ عیب ایسا نہیں جس کو میں نے چھپایا ہو۔ بلکہ جو سب کہیں گے وہی میں خود کہتا ہوں :-

چوں سخن از لطف لسانے ندرت کالبدش صورت جانے ندرت

وصف براں گونه فروزانده ام کز غرض قصہ فرمانده ام
 غای تحلف ز روش برجبال نظر نماید مگر اندر خیال
 عیب چنان نیست کہ نہفتہ ام کاخچہ بگویند ہمہ گفتہ ام
 ہست آمیدم کہ سخن پرور چون نگرند از رہ بنیش درآں
 عیب یکے نیست کہ جویند باز چوں ہمہ عیب ست چکویند باز
 اب وصف اشیاء میں سے ہم ”مشتہ نمونہ از خروارے“ پیش کرتے ہیں:-

صفتِ حضرتِ دہلی

حضرتِ دہلی کفِ دیں و داد جنتِ عدن ست کہ آباد باد!
 ہست چو ذاتِ ارم اندر صفات حرسھا اللہ عن الحاد لیت
 از تہ ہمارش دوجہاں یک مقام دزد و جہاں یک نفس دہ سلام
 حصنِ برویش ز عالم برون عالم بیرونش بحصن اندرون
 حصنِ رونیش تو کوئی مگر چرخِ بزرگست ہمارش زبر
 قبة سلام شدہ در جہاں بستہ اوقبہ ہفت آسمان
 ساکن او جملہ بزرگانِ ملک گوشہ بگوشہ ہمہ ارکانِ ملک
 تخت گہ تا جورانِ بلند گشتہ ز اقبالِ شہاں سر بلند

۱۔ کف۔ پناہ ۲۔ نام ایک بہشت کا ۳۔ ایک شہر تھا قوم عاد کا۔ اس شہر کا ذکر قرآن شریف میں آیا ہے اَوْدَ ذَاتِ الْعِمَادِ الَّتِي لَمْ يُخْلَقْ مِثْلُهَا فِي الْبِلَادِ یعنی ارم ستونوں والا ہے جس کی مانند شہر وہاں کوئی پیدا نہیں کیا گیا ۴۔ گنبد خیمہ ۵۔

صفت مسجد جامع

مسجد جامع کہ زفیض آلہ زفرمہ خطبہ اوتا بہ ماہ
آمدہ دروے ز سپہر بکود فیض ز یک خواندن قرآن فرو
غلغل تبیح بکبند دروہ رفتہ زنہ بکبند بالا بروں
ہر کہ سعادت بودش رہنما بر در او سر نہند آنگاہ پاک

صفت منارہ

شکل منارہ چستونہ ز رنگ از پے سقف فلک شیشہ ز رنگ
دیدن اور اکلہ انگنہ ماہ بلکہ تماش گہ دیدن کلاہ
از پے برفتن بہشت آسماں کردہ زمیں تا بفلک نہ دباں
مسجد جامع ز دروہں چوں بہشت حوض نہیروں شدہ گوہر بہشت

صفت حوض

در کمرنگ میان دو کوہ آب گہر صفوہ و دریا شکوہ
ساختمہ سلطان سکندر صفات در سد کوہ آئینہ ز آب جات
یعنی سلطان شمس الدین لہتمش نے یہ حوض مستحکم پہاڑ میں ایسا بنایا تھا گویا آب حیات
کا آئینہ ہی ۔ یہ حوض حوض شمس کہلاتا تھا :-

شہر گرازوے بنود آب کش کس نخورد در ہمہ شہر آب خوش
ور نخورد آب وے اند زمین کے بزمیں در خورد آب خشن

اس کا پانی زمیں میں جذب نہیں ہوتا۔ ایسا پانی زمین میں جذب ہوئے
قابل کب ہو؟ اور یہ امر واقعہ ہے کہ پہاڑ کی وجہ سے اس حوض کا پانی زمین میں
جذب نہیں ہوتا بلکہ بہکر جمنا میں جاگرتا ہے۔

نیم فلک ہست بزمِ زمیں چوں تہشِ نیستِ زمیں آں ہیں
حوض نہ گویم کہ جہاں بے زور نورِ کز و دیدہ بد باد و دور !
اس کے بعد بغیر عنوان قائم کئے شہر کی صفت پھر شروع کر دی ہے۔ اور اسی
ضمن میں مردم شہر کی صفت ہے۔

صفتِ مردمِ شہر

مردم او جملہ فرشتہ شہر خوش دل و خوش خوی چو اہل بہشت
ہر چیز صنعت بہم عالم ست ہست در ایشان زیادتِ ہم ست
بیشتر از علم و ادب بہرہ مند اہل سخن خود کہ شمار کہ چند
ہر طرفی سحر بیانے پوست ریزہ چیں کمترِ شاں خسروست
پنج ہزار از ملکِ نامدار لشکرِ شاں بیشتر از صد ہزار

صفتِ فصلِ دے

زالِ جہاں سپرخ زدن کرد ساز دادِ لبش نشہ بغایتِ دِراز
روزِ چہاں تنگِ مجالِ آمدہ کشِ بگہ چاشتِ زوالِ آمدہ
لبتنِ تیغ بود بہر بوستان گرچہ نہ بد برف بہند و ستاں

قطرہ کہ شد ز ابر چکاں برہوا مہرہ بلور شدہ در ہوا
 ہر کہ شبے کرد گلیمے فراز کردہ باندا زہ آں پا دراز
 و آنکہ زاندا زہ بردن برد پا سردی ایام نمودہ سزا
 گرم شدہ از مدد جامہ مرد مردم بے جامہ بجاں گشتہ سرد
 دلدک دندان برہنہ تنان پویشخت چو بک چو بک زنان
صفت آتش

آتش از انجا کہ بدل جائے کرد دود بر آمد ز نفس ماے سرد
 یعنی چونکہ آگ نے دل میں جگہ کر لی ہے اس لئے ٹھنڈی سانس سے دھواں
 نکلتا ہے یہ حسن تعلیل ہے کہ سردی کے سبب جو منہ سے بھاپ نکلتی ہے اس کا
 سبب یہ قرار دیا ہے کہ دل میں آگ نے جگہ کر لی۔ اور دل میں جگہ کرنا کف یہ
 محبت و الفت سے ہے۔

گرچہ زبردستِ عناصر شست گشت بسر ماہمہ رازیر دست
 پختہ از و گشت ہمہ دیک مرد دیک بسے پخت وے خود و خود
 گاہ بہر خانہ وطن خستہ گاہ بسے خانہ بر انداختہ
 خلق بہ پیش آتش و پنبہ زپس خود و بمیان ماندہ چنین دیکس؟

لے چوبک ایک ڈنڈا اور ایک تختہ ہوتا تھا جس کو رات کے وقت چوکیداروں کا افسر اس غرض سے
 بجایا کرتا تھا کہ چوکیدار ہوشیار رہیں۔ سونہ جائیں ۱۲
 لے یہ قدیم خیال ہے کہ کڑو نار سبے بالا ہے۔ اس کے نیچے باد۔ اس کے نیچے خاک۔ پر آب ۱۲

قصر نو و شہر نو

یہ وہ قصر اور شہر ہی جو کیتباد نے کیلو کھڑی میں جہنا کے کنارے
تعمیر کرایا تھا:-

قصر نہ گویم کہ بہشتے فراخ	روفتہ طوبے در اور ایشاخ
بام سفیدشن فلک سود سر	کرد بخورشید سفیدی اثر
آئینہ گشتہ ز گج صاف خشت	دیدہ در و صورت خود را بہشت
ہر چہ کہ در آئینہ بند جواں	پیر دران خشت بہ بند ہاں

ایسی اینٹوں پر پیا چونہ گچ کیا گیا تھا کہ بہشت اس میں اپنی صورت دکھتا تھا اور جو کچھ جوان آئینہ
میں دیکھتا ہی بوڑھا آدمی ان اینٹوں میں دیکھ لیتا ہی (

یہ ایک عام مثل ہی جس کو اس قصر کی اینٹوں سے مخصوص کر دیا ہی۔ مثل یہ ہی
”انچہ پیر درخست خام بند جواں در آئینہ نہ بند“ اس مثل کا مطلب یہ ہے کہ
اہل تجربہ تو جھٹ پٹ بات کی تہ کو پھینچ جاتا ہی اور نا تجربہ کار غور کرنے سے
بھی نہیں سمجھتا۔

ہر چہ کہ نقاش بیک کشید	عکس بدیوارِ دگر شد پدید
طرفہ عرو سے شدہ آراستہ	آئینہ از آب رواں خواستہ

{ یہ قصر و شہر نو تو بنی سنوری ہوئی دامن ہی اور جہنا کا پانی اس کا آئینہ ہی یعنی جہنا ہی

اس کا عکس نمودار ہی }

صفت فصل خزاں

فصل خزاں چوں بچمن خانه ست	باد رواں کره به گلزار خست
جامه خود کرده بنفشه کبود	گشت چو صوفی بر کوع و سجود
سوخته از آتش خود لاله زار	گشته درونش ز خزاں پر غبار
هر شجر باغ ز سر تابنه	مانده ز بے برگی خود برهنه
ز گیس بے دیده رواں کج روش	خار عصا باد خزاں کور کش
رنجستنی کرد و درختاں ز سر	گشته زمین پُر ز درمناے زر
بر زمیں افتاده بے نازین	لرزه کناں بر سر شاں یاسین
گر چه ز که لاله نهاں کر دپے	لاله نوساخت شه از جام مے
گر چه چمن بود پر از برگ زرد	شاه زمیں در ته دینار کرد
گر چه که بر بست هوا سیم آب	شاه کشاد از کف خود سیم ناب
از کرم شه که عدو سوز بود	فصل خزاں موسم نوروز بود

صفت فصل بهار

فصل بهاراں که علم بر کشید	ابر سر پرده بر اختر کشید
سکه گل چوں درم شه زدند	سکه لصد و جیه موجهه زدند
جامه گل پاره شده بر تش	غنچه گره بر زده برداشتش
گل ز کرم زرد دهاں را که بست	وز پے خود جامه نسا زد دست

آب کہ آہن شدہ بود از سپہر
 ہر گل بالاکہ دہد بوستاں
 ویں گل بندی کہ چمن کرد را
 کیورہ ہر برگ چو سیم سپید
 ماندہ چو در جامہ شمیم
 یک گل بیل و دہ دیگر دروں
 مولسری خرد و بزرگ از ہنر
 بلوے آں را کہ بغیر امید
 چند نہ در شہر کہ در روم و ریں
 طرفہ گل چنیہ بعالم کہ دید
 کشت ز سر شرف گل ز روم د
 آہن او آب شد از تاب مہر
 بیشترے ہست ز بند و ستاں
 نے بخراسان کہ بعالم نہ خاست
 عود از و سوختہ چوں مشک بید
 جامہ نماںد کہ بمبازند شمیم
 گل ز گل و گل ز گل آمد بروں
 خرد و بزرگ از ہنرش بہرہ و
 بلوے دگر گل کہ تو اند کیشد
 جمع شود ہر شاہ و عویں
 کان زمرہ کہ زرا آمد پدید
 گل بز میں گو نہ زروام داد

ہجو مغل

جب کہ بادشاہ کے سامنے اسیران مغل پیش کئے گئے ہیں تو اُس موقع
 پر حضرت خسرو نے مغلوں کی ہجو دل کھول کر کی ہو۔ اس کا سبب ظاہر ہے کہ مغلوں
 نے اسلامی سلطنتوں کو برباد کیا تھا اور مدت ہائے دراز تک اُن کے متواتر
 حملے ہندوستان پر بھی ہوتے رہے اس لئے مسلمانوں کو اُس قوم سے سخت
 نفرت تھی۔

کافرِ تاتار برون از هزار
 روے چو آتشِ کله از چشمش
 سر برآئیده ز بوسِ قلم
 رخنہ شدہ طشتِ مس از چشمِ تنگ
 زشت تر از رنگِ شدہ بونے نیل
 پھرہ شاں و بے نم یافتہ
 بینی پر رخنہ چو گوئے خراب
 معے ز بینی شدہ ہر لب فراز
 کردہ زنجِ شاں ز محاسنِ کنا
 از پیشانِ سینہ سپید و سیاه
 بر تنِ شاں از سپیشِ بے شما
 خورہ سگِ خوگِ بدنِ بد
 شہِ عجبِ ز اس سہمِ رو ہائے شہ
 دیو سپید آمدہ ہر یک برو
 کرد دگر گوئے براشتر سوار
 آتشِ سوزاں شدہ بالشمِ خویش
 زان قلمِ کجیختہ خداں رقم
 دیدہ در انداختہ در رخنہ سنگ
 پست تر از پشتِ شدہ روئے شام
 جائے بجا کجکام و خم یافتہ
 یا چو تنوے کہ نہ طوفانِ آب
 سبقتِ شاں گشتہ بغایتِ راز
 اہل زنجِ را بہ محاسنِ چہ کار
 کاشتہ کنجِ بزمینِ تباہ
 پشتِ چو کینختہ شدہ اندہا
 ہر ہمہ دندانِ خرد بے خرد
 کایز و شاں ز آتشِ دوزخِ شہ
 خلقِ بہ لاول ز ہر چار سوے

۱۱ کاٹے جانے کے لئے ۱۲ بے برگی۔ بے نصیبی ۱۳ تھکے ۱۴ کھ سلاٹ ۱۵

۱۶ موچ ۱۷ بال ۱۸ جوں ۱۹ تھقل ۲۰ کناہی ۲۱ احمق سے ۲۲

صفتِ موسمِ گرما

آتشِ خورشیدِ عالم گرفت	ہر دمِ صبحی کہ دما دم گرفت
روزِ چو شہلے زمستان دراز	شب شد چوں روزی اندر گزار
سایہ گریناں بہ پناہِ درخت	خلق کشاں در پینہِ سایہ خرت
سایہ بدنبالہٴ مردم رواں	جانبِ سایہ شدہ مردم دواں
خوے شدہ از پوستِ بولِ آمدہ	خونِ برگِ مرد ز بولِ آمدہ
ز آبلہ برقبہ چو نانِ تنور	پایے مسافر برہِ گرم و دور
آہوے صحرا شدہ آہوے خواں	ز آتشِ گرما کہ شد از سر خواں
وز دمِ اوباد بدستِ ہمہ	بادِ زنہ باد بدستِ ہمہ
مرغ شدہ پختہ خور و خام سوز	پر پر ہر میوہ ز تابِ تموز

صفتِ خرنیزہ

گوے بود از ثمراتِ بہشت	خرنیزہ کوئی کہ بصحرایِ وگشت
خامِ خضر پختہ چو آبِ حیات	از مزہ گرد آمدہ در فے نبات

صفتِ کشتی

خانہ گردندہ بگردِ جہاں	ساختہ از حکمتِ کارِ آگہاں
خانہ رواں خانگیاش مقیم	ناورہ حکمِ خداے حکیم

لہ وہ موسم جس میں آفتاب بہت تیز ہوتا ہے ۱۲

ماہِ نویے کا صلے از سالِ جا^{نامِ درخت} یک مہِ نوگشت بدہ سالِ راس^{ست}
 ہم چو کہاں پر خم و تیر از میاں تیر ستادہ بہت کماش رواس
 بیشتر از مرغ پرودر کشاد بیشتر از باد رود روز باد
 گر چہ بدریا گزرد بیش و کم آب نہا شد مگر شش تا شکم
 گزرد از آب و سوارش بخواب غرق مگرد چوں سوارانِ آب
 با سبکی بار تواند کشید از سبکاں بار کشیدن کہ دید؟

صفتِ اسپاں

تیر تگمانے ہمہ تاژی نژاد چوں دُٹمہ آتش و انبانِ باد
 تیر تگم گوش چو پیکاں پدید بر سر یک تیر دو پیکاں کہ دید؟
 از ہنر آراستہ پاتا بفرق گاہِ روشں ابر بختن چو برق
 کوہ گراں لیک گراں سنگنے یک تگشاں جز بد و فرسنگنے
 از تگشاں کاں ہر صرزد باد بدیوار بے سرزدہ
 آبِ واں از پے صحر گشت باد صبا از پے گلگشتِ دشت
 پیکر آں راہ نور دانِ پاک بادِ مجہم شدہ برے خاک
 تیزی تنگانِ محیطِ آرموں آبِ بزر از فلکِ نیل گوں

لے لوہاروں کی تابنے کی دھونکنی ۱۲ لے لوہاروں کی چڑے کی دھونکنی ۱۳ لے پید گھوڑا ۱۴
 لے کاوہ لگانے والا ۱۵

صفت برہ تبول

نادرہ برگے چو گل بوستاں خوب ترین نعمت ہندوستان
 طرفہ نباتے کہ چو شد در دہن خوش چو حیواں بدر آید ز تن
 خوردن آں بجے دہن کم کند سستی دندان ہمہ محکم کند
 سیر خورد - گر سنہ در دم شود گر سنہ را اگر سنگی کم شود
 [شکم سیر شخص پان کھائے تو بھوک گھاتا ہی اور بھوکا کھائے تو بھوک کو کم کرتا ہی]
 سرتی رویش ز سفیدت گرش چونہ و فوغل شدہ رنگ آورش
 گرچہ کہ آتش بنوی ہست بیش کہنہ شود بیش کند آبخش
 (اگرچہ پئے پان کی آبداری زیادہ ہوتی ہی مگر پرانے کی آب اور بھی زیادہ ہوتی ہی)
 برگ کہ باشد بد رختاں فراخ زود شود خشک چو افتد ز شاخ
 برگ عجب ہیں کہ گستہ زبر از پس شش ماہ بود تازہ تر

صفت پیل

پیل چو کوہے کہ بود بے ستون چار ستوں - زیر گہ بے ستوں
 پچپش خرطوم بسان کند اثر در افتادہ ز کوہ بلند
 در زمین آنجا کہ سرا فراختہ مار ز سر - غار ز پا ساختہ
 کشتی عاج ست تو کوئی روں گشتہ دو گوش زود و سوباو باں

رے چو در حلقہ نند گاہ کیں زاد میاں حاملہ گرد و زیں
چوں جبرش در روش آواز داد گنبد گردنہ صدا باز داد
بانگ بلندش زودہ بار عد کوس ابر بلندش بقدم داد بوس

ف

ہست سہ پیر آنکہ چو آرنیش بیش کشد دل چو میندیش
بوزنہ و طفلِ نخلگوے و پیل دیدہ امیں راتجارب لیل

(یعنی تین چیزیں ایسی ہیں کہ ان کو جتنا زیادہ دیکھو اتنی ہی دلچسپی زیادہ ہوتی ہے۔ بندہ
بائیں کرتا ہوا بچہ اور ہاتھی۔ محکویہ بات تجربہ سے ٹھیک ثابت ہوئی ہے)

شعرا کا دستور ہے کہ ثنوی کے بعض مقامات پر زور طبع
مقاماتِ ثنوی صرف کرتے اور اپنے فن کا کمال دکھاتے ہیں مثلاً

حمد، نعت، معراج، مناجات، ثنائے ہمدوح، رزم، بزم، سراپا،
وصال، فراق، چنانچہ خود مصنف نے بعض مقامات کی نسبت فخریہ کہا ہے۔

ساخنۂ امیں ہمہ عمل و کمر از خونِ پشانی و خونِ جگر
ہر خطِ توحید بریں لوحِ راز ہچو بلالے ست بباہنگِ غاز
ہر رقمِ نعتِ رموزِ حبیب چوں شبِ معراج پر انوارِ غیب
ہر غزلے دستہ عشاق کش پیش کہ بکشد ز دروں پردہ پیش
ابوحِ معانی نہ بمقدارِ طبع بلکہ گزشتہ ز ساداتِ سبع

پیش

اس ثنوی میں حمد لغت معراج کے مضامین نہ محض شاعرانہ بلکہ
عارفانہ و محققانہ ہیں جس کی توقع ایسے ہی شاعر سے ہو سکتی ہے جو اصحاب
حقیقت و ارباب معرفت سے ہو۔

اب ہم بعض مقامات کے اشعار حسبہ جستہ پیش کرتے ہیں۔

حمد

واجبِ اول بوجودِ قدم نے بوجودِ یکہ بود از عدم
[خداے تعالیٰ کی ذات واجبِ اول ہے جس کی ہستی قدیمی ہے نہ ایسی ہستی کہ عدم کے بعد
پیدا ہوئی ہو جیسی مخلوقات کی]

نورِ فزائے بصر و در ہیں دیدہ کشائے دلِ عبرت گزین
[جو نگاہ دور بین ہے اس کو خدا نے ہی روشنی دی ہے اور جو دل کہ اتنا قدرت کو دیکھ کر نصیحت
چاہل کرتا ہے اس کی آنکھ خدا نے ہی کھول دی ہے]

رخِش علل در رہش انگندہ سم علت معلول در و ہر دو کم
[معرفتِ الہی کی راہ میں علتوں کا گھوڑا لنگڑا ہے۔ کیونکہ اس راہ میں علت و معلول دونوں کم ہیں
یعنی حکما جو علت و معلول کے طریقہ سے استدلال کرتے اور ذاتِ حق کو علتِ اعلیٰ قرار دیتے
ہیں اُن کا یہ طریقہ عنانِ ذاتِ حق کے لئے محض ناکافی اور پہنچ و پونچ ہے]

کس نہرِ در راہ بہ تحقیق او در بردِ اِلّا کہ بتوفیق او
[حقیقتِ ذاتِ الہی کی طرف کوئی راہ نہیں پاتا اور اگر کوئی پاتا ہے تو محض اُسی کی مدد سے]

ہستی ما نزدِ خرد اندکے ست واں ہمہ ہستی مالیکست

(ہماری ہستی عقل کے نزدیک بہت ہی تھوڑی ہے اور وہ بھی ہماری نیستی کے برابر ہے)
یعنی ہماری ہستی عارضی ہے حقیقی نہیں اور وہ بھی چند روزہ۔ اس لئے نیستی کی
برابر ہے۔

من کہ ہمہ ہستی من نیستی ست ہستی بے نیستِ مذخِرم کہ پست؟

(میری ہستی سراسر نیستی ہے۔ ایسی ہستی کہ عدم سے پاک ہو میں نہیں جانتا کہ کیسی ہوتی ہے؟)
یعنی ہر مخلوق ایک عدمی تعین ہے جو صفات و اسمائے الہیہ کا منظر ہے۔ اس لئے
بظاہر موجود نظر آتا ہے۔ لیکن وجود حقیقی جو لوٹ عدم سے مُنرہ ہے وہ ایک عارضی
موجود کے ادراک و فہم میں نہیں سما سکتا۔

نیست شناسندہ ہستی مگر آنکہ در نیستِ زمستی گزر

(ہستی مطلق کو کوئی نہیں پہچان سکتا۔ اگر پہچان سکتا ہے تو صرف وہی جس کی ہستی اصلی و حقیقی ہے)
مطلب یہ ہے کہ حق تعالیٰ اپنا شناسا آپ ہے۔

ثباتِ مطلق بصفات احد زندہ باقی بہ بقائے ابد

(ذاتِ خدا ثبات ہے بغیر کسی قید کے احدیت کی صفت کے ساتھ۔ یعنی باوجود کثرت یگانہ ہے)

اس کی حیات و بقا ابدی ہے

بود در اول کس از و پیش نے ماند در آخر کس از و پیش نے

(وہی اول تھا اُس سے پہلے کوئی نہ تھا۔ وہی آخر میں رہا۔ اس کے سوا کوئی نہیں)

کردنِ خود و وحدتِ اورا بسجود ثانی اور متمنع اندر وجود
(عقل نے اس کی یگانگی کو سجدے کئے۔ کیونکہ اُس جیسے دوسرے کی ہستی ناممکن ہے)
حکماء صوفیہ نے حضرات وجودِ تین قرار دیے ہیں :-

(۱) واجب الوجود

(۲) ممکن الوجود

(۳) متمنع الوجود

(۱) واجب الوجود جس کی ہستی ضروری ہے۔ وہ وجودِ حق ہے۔
(۲) ممکن الوجود جس کی نہ تو ہستی ضروری ہے نہ نیستی۔ یعنی ہونا نہونا یکساں ہے
اور وہ مخلوقات ہے۔

(۳) متمنع الوجود جس کی ہستی محال ہے یعنی جس کا نہونا ضروری ہے۔ وہ ثانی
ذاتِ حق ہے۔

شرک نہ در مملکتش دست ساء خود نتوان بود بشرت خدا

(اُس کی حکومت میں شریک نہ ہاتھ نہیں لگایا۔ کیونکہ شرک کے ساتھ خدا تو ہو ہی نہیں سکتا)

آنکہ نہ گنجد نہ خیال و صورت چون؟ و چرا؟ کے کذا آنجا گزر؟

(جو خیال و صورت ہی میں نہ سما سکے وہاں چون و چرا کا گزر ہی نہیں یعنی اُس کی نسبت یہ سوال ہی

نہیں ہو سکتا کہ وہ کیوں ہے؟ کیسا ہے؟ کس لئے ہے؟

پاک نہ آلودگی آب و خاک پاک تہ از ہر چہ بگویند پاک

(وہ آبِ خاک کی آلودگی سے پاک ہے یعنی وہ جسمانی نہیں ہے بلکہ جس طرح کاپاک اُس کو کہتے ہیں وہ اس سے بھی پاک تر ہے)

دیدنِ اہست ز مردم دروغ تا ہم از و دیدہ نیابد فروغ
{ لوگوں کی طرف سے اُس کے دیدار کا دعویٰ جھوٹ ہے جب تک اُسی کی طرف سے آنکھ کو روشنی نہ حاصل ہو }

یعنی ان آنکھوں سے اُس کو کوئی نہیں دیکھ سکتا۔ بلکہ اُسی کے نور سے اُس کو دیکھ سکتا ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے: سَرَّیْلَتُ سَرَّیْنِیْ بِرَبِّیْ۔

دورِ زمیں را بنماں باز بست دام و دوا زوے با ماں باز

{ گردشِ زمیں کو زمانہ سے وابستہ کر دیا ہے۔ یعنی کبھی دن ہے کبھی رات کبھی فصل بہار ہے کبھی موسم خزاں اور ان تغیرات کی وجہ سے جملہ حیوانات کو امن و آسائش حاصل ہے }

اس شعر کے مضمون سے صاف ظاہر ہے کہ حضرت خسرو کے حکمائے معاصر اور ان سے بھی متقدم حکما گردشِ زمین کے مسئلہ سے واقف تھے گو یہ مسئلہ عام طور پر مسلم نہ تھا۔

ملا نور الحق ابن شیخ عبدالحق محدث دہلوی اس شعر کی شرح میں لکھتے ہیں:-

”بعضے حکما گویند حرکتِ یومیہ از حرکتِ زمین ست یعنی فلک کو اکب برجائے خود

ایستادہ اند و زمین حرکتِ دوریہ از مغربِ مشرق می کند و آنچه بدست آزا بخود ہمرا

میگرداند و ازوے کو اکب گاہ غارب گاہ طالع نمایند۔ آں چنان کہ سوار کشتی را کہ

کہ چون کشتی حرکت کند چنان در تخیلش در آید کہ ساحل متحرک است و نفس الامر حرکت از کشتی است۔ بریں مذہب زماں وابستہ بدور زمین شدہ ہے

مناجات | یہ مضمون بھی پر اثر اور عارفانہ ہے :-

سویں خودم کش کہ الہی شوم	خازنِ گنجینہ شای شوم
آں عل آور ز من اندر وجود	کاں بتو ام راہ تواند نمود
آنچہ دلم راز تو دوری دہ است	دور ترک دار کہ دوری بہ است
بر من رسوا شدہ عیب کوش	عیب تو پوشی کہ توئی عیب پوش
من کہ بحکم تو دریں کار گاہ	از عدم این سوز دہم بار گاہ
بختو شناسندہ این از کیست ؟	کا مدن و رفیق من ہر پست ؟
بہ کہ چو آوردی و باز مبری	ہم بسوی خویش فرازم مبری
ستر مرا چوں ہمہ اندہ	باز رہا غم کہ رہا نندہ
گر چہ تن من نپے سوز را ست	رحمت تو از پے این دوز را ست
از عمل خود چو نشینم نخل	ذیلِ کرم پوشش بریں تنگل
نعت پیش رو کو کتبہ نبیا	کو کیش از منزلتِ کبریا
از حدِ ناسوت ہروں تا ختہ	بر خطِ لاہوت وطن ساختہ

۱۔ انبۂ شکر ۲۔ عالم اجسام۔ ملکوت، عالم ارواح۔ جبروت، عالم صفات الہیہ ۱۲

۳۔ مقام ذات ۱۳

نورِ بخشش چو علم برکشد شامِ عدم را سحر آمد پدید

[یعنی سب سے اول نورِ محمدی ظاہر ہوا اور اس نور سے معدومات پر فیضان وجود ہوا]

ہستی او تا بعدم خانہ بود نقشِ وجود از ہمہ بیگانہ بود

از کرش غرقہ آب فنا یافتہ در بحرِ بے آشنا

بے خط و قرطاسِ ز علم ازل مشکل لوح و قلمش گشتہ حل

[یعنی رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا علم حروف و کاغذ کے ذریعے سے نہیں بلکہ ازلٰی تھا۔

اسی سبب آپ کو لوح و قلم کی مشکلات سب حل ہو گئیں]

چوں قلم اندازہ علمش نہشت علم بدل کرد و قلم را گزشت

نعت کے ضمن میں قرآنِ مبین کے حق ہونے کی ایک مورخانہ دلیل بیان کی

ہی کہ رسولِ کریم صلعم کے زمانہ مبارک سے اس وقت تک سات صدیاں

ہونے آئیں مگر فرمانِ خداوندی ہمارے پاس اُس سے زیادہ تازہ ہو جیسا کہ

بوقتِ نزول تھا۔ اگر یہ دینِ میتین (نعوذ باللہ) لغو ہوتا تو جیسے رسولِ اکرم صلعم

اس جہان سے رحلت فرما گئے ایسے ہی کلامِ مجید کی عظمت بھی برقرار نہ رہتی

کیونکہ جو آیاتِ الہی نہیں ہوتیں اُن کا رواج ہمیشہ نہیں رہ سکتا۔

چنانچہ فرماتے ہیں :-

مدتِ ہفصہ شد از و تا بجا تازہ ترست ایس خطِ والا بجا

گر ز گدازِ بے ایس ہیا او شد و ایس نیز نما ندے بجای

ہرچہ نہ آثارِ خدائی دہد کے ہمہ وقت روانی دہ
 نیست شمع کو ز جہاں لبست با دولت اوتا بہ ابد پایے دا
 معراج رفتہ و باز آمدہ در یک ماں رفتن و باز آمدنش تو اماں
 دوسرا مصرعہ پہلے کی تفسیر ہو اور لفظ تو اماں اس مصرع کی روح ہی جو سامع
 کے دماغ میں مضمون کا پورا پورا نقش بٹھاتا ہو۔
 معراج سے مراجعت کا مضمون خواجہ نظامی نے بھی مثنوی مخزن الاسرار
 میں بیان کیا ہے :-

”واں سفر عشق نبیاز آمدہ در نفسے رفتہ و باز آمدہ“
 مگر خسرو کے شعر میں لفظ تو اماں نے بید لطافت پیدا کر دی ہے۔
 چشم یقینش چو بر حمت قتاد اُمت بیچارہ ز نقش زیاد
 آب کہ خود خورد ازاں زمرہ قطرہ چکانید بکام ہمہ
 قطرہ او چشمہ والا شدہ چشمہ چو گویند کہ دریاشدہ
 نیم شب آں پیک الہی دو آمد و آورو براتے ز نور
 داد نویدش کہ ازیں قعر جاہ خیر و بد ریاے ابد جسے راہ
 برق صفت جہت بہشت ہر کردہ ہمیشاق شباب از وثاق
 جہت بروں جو ہر شاکن نکاں یافت مکانے بحد لامکاں
 از زبرد زیر بروں برد ذات زیر و زبر ہیچ نہ انداز جہات

منزلے یافت منازل نور کیف و کم از راہ بردن برد گرد
 پردہ خویشی ز میاں خاستہ مرتبہ بے خودی آراستہ
 چوں ز میاں رفتہ حجاب خیال بے جہش جلوہ نمود آن جمال
 جام عنایت ز صفا نوش کرد وز خودی خویش فراموش کرد

مدحت شاہ | اگرچہ ممدوح کا رویہ ناممدوح تھا مگر شاعر کو شیوہ شاعری کے
 لحاظ سے یہ رسم بھی ادا کرنی تھی :-

سلک سخن را کہ دُرافشان کغم پیش کش حضرتِ سلطانِ کغم
 لے سخن ! از رشتہ بڑوں آرد وز دُرخود کن ہمہ آفاق پُر
 زانکہ چو بوسم در دولت پناہ تحمہ ازیں بہ بنود پیش شاہ
 شاہ سکندر و دوارانشاہ آئینہ رُف سکندر و شاہ

اس ملح میں ایک شعر خسرو کے قلم سے بے لاگ اور مورخانہ نکلا ہی جو قیقاہ
 کی سہ سالہ سلطنت کا خلاصہ ظاہر کرتا ہی :-

تا تو گرفتہ ہمہ عالم بنام تیغ فروخت میانِ نیام
 یہ بات بالکل سچ ہی کہ اس کی داد و دہش اور عیش و عیاشی کا شہرہ تو دُور دُور
 ہوا۔ مگر نہ کوئی جنگ ہوئی نہ کوئی ملک فتح ہوا۔

بزم مغربی | سلطان ناصر الدین کی شبینہ ضیافت جس کا ذکر ہم خانگی ملاقاتوں
 کے تحت میں کر چکے ہیں جس کے بیان میں خسرو شاعر نے ہر ایک ادنیٰ

اعلیٰ شے کی صفت نگاری کی ہی اس میں سے کچھ اشعار ضیافتِ طبع ناظرین کے لئے یہاں نقل کئے جاتے ہیں :-

صفتِ شب

شب چو بیار است سر پر سپر	گشت مکمل تنقِ ماہ و مہر
یافت فلک پردہ گوہر نگار	رشتہ شب از پئے آں بود و تار
طاقِ سما کرد چرخِ آشکار	طاقِ یکے بود و چرخِ ہزار
جوہری شام بود اگر ی	کردہ گہ پیشکشِ مشتری
چرخِ یکے حلقہ نگشتن	بر سر یک حلقہ ہزارانِ نگین
خوشہ چرخ از علفِ خانہ نیز	بہر خروسانِ سحر دانہ ریز
کر یک شب تاب ز بہر ہاں	ہیچو شہر از سر آتشِ ہاں

صفتِ شمع

شمع بہر بزم گئے سر فراز	خاصہ بہر بزم شہِ عالم نواز
شمع نہ بل اخترِ عالم فروز	دردِ دلِ شب شمعشہ پیوند روز
ساختہ از دودِ مداوے ز سر	دادہ بہ پروانہ سوادے ز سر

صفتِ چراغ

گشتِ رواں خانہ بجائے چراغ	آتشِ او در دلِ شب کردہ داغ
پنبہ دہانے بزمبانے دراز	باہمہ کس گرم سرِ سوز و ساز

پیش رو راه ز نورِ بصر گم شده را در دلِ شب را بهیر

صفت باد

مؤ که عرق از تنِ مردان کِشد گوهرِ هر مرد از و شد پدید
پیش چنان گوهرِ یا قوتِ ننگ کوه زده بر سرِ یا قوتِ ننگ
نامِ حرامِ ارچه بر و شد وبال هر چه ننگِ رمدانِ جزِ حلال
طرفه حرامی که بهر دست گاه حقِ ننگِ دازین سالِ نگاه
لاجرمِ او دشتِ ننگِ اغریز حرمتِ او دشتِ همه خلقِ نیز

صفت قرابه

سینه قرابه بر آورده شور و زخسِ خودِ چشمِ بدان کرده کور
خونِ دشتِ گرچه بسا غری هم نه کشد سرِ تو اضعِ گری

صفت پیاله

گشت لبالبِ ز جانِ سر کرده حدیثِ از لبِ جوئے بهشت
باد تو گوئی که در و از صفا هست معلقِ بمیانِ هوا

صفت ساقی

ساقی صوفی گش و مردمِ نری برده بیک غمره ز عالمِ تشکیب
ز گسِ نازنده او نیم باز نیم از خوابِ دگر نیم باز
از کفِ او دو دو مادمِ خوش و مثلِ جور بود هم خوش است

چوں بدہ بادہ و گوید کہ "نوش" مست بروزِ دگر آید بہوش

صفت چنگ

چنگِ سرافکنده سرافراخته موے بمویش ز مہر ساخته

صفت رباب

کاسِ رباب از شغبِ دلنواز برده دلِ مردم و جانِ دہ با

صفت نی

نامِ دہاں بستہ و بسیار گے نامِ مگوکش بفسوں مار گے
باز کند لبِ چو زباں آورے لیکِ بانس بلبِ دیگرے

صفت دف

زہرہ زدورش بسرود آمدہ خیرش از چرخِ فرود آمدہ
بستہ جلاجل بکر جاجکا چوں مکر چرخِ جلاجل منکا
ہر سخنِ نغز کہ بادوست کرد آں ہمہ در پردہ و دور پست کرد

صفت مادہ خاص

گرم ترین کار گزارانِ خواں مادہ کردند ز مطبخِ رواں
خونچہ آراستہ پیشِ ہزار ہر ہمہ الوانِ لغم کردہ بار
صدقہ از شیرہ آبِ نبات در مزہ ہمیشہ آبِ حیات
نانِ مینک صاف بدان گونہ بود کز بستکی رو بدگر سو نمود

نانِ تنوری ز طربِ تہمت زان کہ بخوانِ شہِ عالم نشست

صفتِ زنانِ مطربہ

شد زنِ مطرب بنوا پروری انخنے پر ز مہ و مشتری
پردہ بر انداختہ از آفتاب کردہ بیک غمرہ جانے خراب
روے چو خورشید بر افروختہ جانِ کساں ز آتشِ خود سوختہ
یافتہ از نغمہ گلو شاں خراش صوتِ خراشیدہ شاں جانِ خراش
زار بے خم پشتِ کماں سختہ تیر مرقہ نیم کش انداختہ

زنانِ مطربہ کی ابرو مثل کمان تھی اور مرقہ مثل تیر۔ یہ تشبیہات متبذل ہیں مگر تیر مرقہ کا جو وصف بیان کیا ہے کہ ”نیم کش انداختہ“ اس میں ایک اداس خاص کی تصویر کشی کی ہے جس سے مضمون شعر نہایت بلند ہو گیا۔

دل میں کیتباد نے جشنِ نوروزی کیا ہے۔ خسرو نے
جشنِ نوروزِ مغری | اُس کا تمام سامان اس بیان میں سجایا ہے۔ گھوڑوں

اور ہاتھیوں کی قطاریں ساز و پراق سے آراستہ کھڑی ہیں۔ دربار کی آرائش
تین قسم کے گل و بوٹوں سے کی گئی ہے:-

(۱) زریں (۲) مومیں (۳) اصلی یعنی گلہتوں کا

دیواریں طلسم سے سجائی گئی ہیں۔ زرِ لبث کا فرش ہے۔ بادشاہ تخت پر جلوہ
فرما ہے۔ فوجی سردار صفت بہ صفت حاضر ہیں۔ نذریں پیش ہو رہی ہیں۔ محاسب

اُن کا حساب لکھ رہا ہے۔ حاجب پکار پکار کر تفصیل بیان کرتا ہے۔ رات کو
بزمِ نوشی کی دھوم دھام ہے۔ اور بادشاہ کی طرف سے خلعتِ انعام۔

ازدو طرف رایتِ لعل دیا سایہ رسانید زما ہی بہ ماہ

یک دہزار سپ مُصنع تمام از دُم خود بستہ صبار امدام

[ایک دہزار گھوڑے جن کا زیور بڑا اوتھا۔ ایسے تیز کہ باد صبا کو اپنی دم سے ہانڈھ رکھا]

مِمنہ جہا سِیہ انداختہ آتشی ازدو دِسلب ساخته

[دایں طرف گھوڑوں پر سیاہ جھولیں پڑی ہیں گویا گھوڑے آگ ہیں اور اُن کا سیاہ لباس

دھوئیں کا]

میسرہ از پوششِ جہا لعل جلوہ کنان با دِزگل لعل

[بائیں طرف گھوڑوں کی جھولیں سنخ تھیں گویا گھوڑے ہوائے اور جھولیں لال لال ہوں]

وز پسِ سپانِ صفِ پیاہست ابرو ہوا کردہ لبِ شاست

قلعہ آہن تہ بر گستواں قلعہ بجا ماندہ ستونش رواں

[ہاتھی ایسا معلوم ہوتا تھا گویا لوہے کے قلعے پر پاکھڑ پڑی ہے۔ قلعہ قائم ہے اور ستون یعنی

ہاتھی کے پاؤں چلتے ہیں]

باغ زر آراستہ شد بجائے با کردہ برو ابر جو ہر نشا

۱۔ تمام گھوڑے کا زیور ۲۔ مِمنہ۔ دایں طرف ۳۔ سلب۔ لباس ۴۔

میسرہ۔ بائیں طرف ۵۔ مراد گھوڑوں سے ۶۔

از در و یا قوت درختان فراخ مرغ ز زر ساخته بالکے شاخ
 شاخ تو گوئی کہ بخوا ہد چکید مرغ تو گوئی کہ بخوا ہد پرید
 (یعنی وہ مصنوعی شاخ ایسی بنائی گئی تھی کہ گویا اُس میں سے پھل ابھی ٹپک پڑے گا اور
 پڑیا ایسی ہی کہ گویا اڑا چاہتی ہو)

ساختہ از موم بے نخلِ حِست کاں بجز از موم نیاید دست
 باغِ سوم چوں گزری نہ دباغ یافتہ از لالہ و ریاں فراغ
 بستہ بے دستہ گل دلفریب کوششِ صد دستہ نمودہ برب
 (بہترے دل فریب گلہ سے تیار کئے تھے جن کی زیبائش میں سو ہاتھوں کی کوشش
 صرف ہوئی تھی)

یافتہ سبزہ زچمن ہا درود بہر درود آمدہ آں جافرود
 قصرِ ہمایوں ز زمیں تا سماکٹ زیور زربستہ چو فردوسِ پاک
 طلسمِ رعبت بدیوارِ سنگ دادہ بہر سنگ ز یا قوت رنگ
 کردہ مسلسل ز گم بوبریا کانِ زرشخِ نغماندہ فلکِ برب
 خاکِ ازاں مفرش زربافتہ خلعتِ نوروزِ زشہ یافتہ
 جشنِ چو آراستہ شد یک سرہ از طرفِ مینہ و میسرہ

۱۱ کاٹا گھاس وغیرہ کا۔ دوسرے مصرعے میں بمعنی دعا۔ آفریں۔ تحنیں ۱۲ ۱۱ نام ہے
 ایک ستارہ کا ۱۲ ۱۱ بے شک و شبہ ۱۲ ۱۱ فرش ۱۲

شاہ جہاں شست بزیں سیرِ پشتم جہاں دُختہ از قد چوتیر
 آبِ دُر از تاج و قبا و کمرِ تابکر تا بہ گلو تا بہ سر
 چونکہ بادشاہ کے تاج، قبا اور پٹکے میں موتی ٹکے ہوئے تھے تو پٹکے کی
 چمک کمر تک اور قبا کی گلے تک اور تاج کی سر تک تھی۔ اس شعر میں
 ایک تولف و نشر ہی بہ ترتیب معکوس اور دوسرے ایہام کیا ہی لفظ آب کے
 حقیقی معنی سے۔ اگرچہ اس شعر کی بنیاد ایہام پر ہی مگر بندش الفاظ اور
 حسن معنی کے لحاظ سے پُر لطف شعر ہو۔

تن چو دراز خلعتِ دشنِ جغتِ خونِ یوقیت بگردنِ کمرت
 (بادشاہ نے جب یہ خلعت زیب تن کیا تو یا قوتوں کا خون اُس کی گردن پر تھا۔ یعنی یا قوت
 اس رشتہ سے خون ہو گئے کہ خلعتِ شاہی میں ہم کو جگہ نہ ملی یا یہ کہ یا قوت جو گریبان میں ٹکے
 ہوئے تھے وہ بادشاہ کی گردن کی سُرخی دیکھ کر شرمندہ ہو گئے)

جہنیشِ سہمِ الحشَم از ہر کراں سہمِ زناں جہشِمِ اختران
 (فوجی سردار جو ادھر ادھر چل پھر رہے تھے ایسے چست و چالاک تھے کہ گویا تاروں
 کی فوج پر بھی تیر مارتے تھے)

شحمہ ببار آمد و صفِ رست کرد ترکِ فلکِ سہیت از دُخت کرد
 پیش کشیدند کراں تا کراں خدشتی ہر ہمہ خدمت گراں

(اس سرے سے اُس سرے تک جملہ ملازمان شاہی نے مذہبیں پیش کیں)

گشت پُر از نافِ چینی زیں	باد شد از نافِ زیں نافِ چیں
ہر دُصف از صفِ شکار گشت را	تنیغ و اُن دست چپ دست را
حاجبِ فصّالِ چو قمری و سار	نغز نو آگشتہ بفضّالِ بہار
شب چو بر آئینِ بہار اُن میں	کرد ہوا پُر ز گل و یاس میں
شاہِ نخلو تگہ دولتِ شتافت	خلوت از دولتِ جاوید یافت
کرد در اُن برفِ چوں لالہ زار	بادِ گل رنگِ بہوے بہار
شاہِ بہر جہ کہ بر خاکِ نخت	در جگرِ خاکِ دُرِ پاکِ رخت

اب ہم چند مختلف مقامات کے اشعار بھی (جن میں خاص متفرق مقامات) خاص خوبیاں پائی جاتی ہیں پیش کرتے ہیں۔

جوش و اثر

مناجات میں فرماتے ہیں ۷

اے گنہ آمرز و شفاعت پذیر	پُر گنہاں را بکرم دستگیر!
گرچہ تِن من پئے سوزِ رست	رحمتِ تو از پئے ایں روز رست
من کہ نہ نیکیِ یہمہ بد کردہ ام	نیکِ بد خود بتو آور دہ ام

۷ تفصیل بیان کرنے والا چوہدر ۱۲ ۷ مینا ۱۲ ۷ پئے کے بعد ”را“ بمعنی برا

عذر ز عاصی بود اندر گناہ طرفہ کہ من عاصی او عذر خواہ

نعت میں فرماتے ہیں ے

تا بسیر عرب آں جم نشست رعب عرب در ہمہ عالم نشست

خطبہ لولاک سپرداختہ منبر نہ پایہ ازاں ساختہ

ہستی او تا بہ عدم خانہ جود نقش وجود از ہمہ بیکانہ بود

چوں ز وجودش عدم آواہیافت تختہ ہستی رستم تازہ یافت

بیان معراج میں فرماتے ہیں ے

جام غایت بصفانوش کرد وز خودی خویش فراموش کرد

بسکہ بروں برد وصالش پوشت فرق مذہب نہ خود تا بدوست

راہ کہ پر گم شد ازاں جبریل دہم ملائکہ نشد آنجا دلیل

غرم ازاں قبلہ گہ دل کشید بیشتر از خویش بمنزل کشید

رفتہ و باز آمدہ در یک ماں رفتن و باز آمدنش تو اماں

یہ اس شکر کا بیان ہے جو سلطان ناصر الدین کے ساتھ بھگالے ہو

آیا تھا ے

لشکر مشرق زاودہ تا بہ بنگ چیرہ دل ذخیرہ گمش و تیزخنگ

ترک خدنگ افکن سنداں گزرا ہر ہمہ شیر افکن و اثر در تنکار

۱۔ جو شخص اپنا تیر سنداں سے پار کر دے۔ سنداں لوہاروں کا وہ اوزار جس پر لوہا کوٹتے ہیں ۱۲

بیشترے نیزہ درو تیع زن	تا جاکت گردن کش و لشکر شکن
پشت بہ پشت از پستے مصفا	راوتِ تروپش زینِ خارا شکاف
خشت نشانند بہ سنگ اندر وں	خشت زنانه کہ گہ آزمون
دادہ بازی سرخود بہر نام	پایک بازی گر موزوں خرم
تذچو ابرے کہ رود روز باد	پیک گراں سنگ سبک ایشا
موج زناں آب ز مردانِ مرد	بحر رواں بشکر دریا نورد
آتشے کوئی بہ بیتاں گرفت	کیقباد کے لشکر کا بیان ہو جو دلی سے روانہ ہوتا ہے
در رخ مہ کرد محاسن پدید	نورِ علما کہ بہ کیوں گرفت
کوس زدہ با فلک کاسہ و شش	پرچم بیرق کہ بگردوں رسید
پیر فلک خانہ ز نے ساختہ	دمدہ کاسہ باد از خوش
زلزلہ در عرصہ عالم فکند	نیزہ کہ بر چرخ سرافراختہ
رے زمیں عرصہ شطرنج بود	ہیکلِ پلایاں بزمیں خم فکند
لرزہ در افکند زمیں را بنف	زاں ہمہ دندان کہ بلا سنج بود
رقص ہی کرد بہانگِ صہیل	جنشِ سپ از سہم خار شکاف
	ہر یک از اں کوہ تنائی چیل

۱۱ اولاد عرب جو عجم میں پیدا ہوئی ۱۲ سہ سردار۔ راجپوت ۱۳ سہ نیزہ کوچک ۱۴ سہ ہندوستان کی ایک قوم ۱۵ سہ آوازِ نقارہ ۱۶ سہ مراد از سپاہ ۱۷ سہ بالفتح آوازِ سپاہ ۱۸

کرد سواراں کہ بخورشید جست نقطہ بر چشمہ خورشید بست
 بلکہ ازاں گردش افزائست چشمہ خورشید شد اپناست
 موی ننگاں بکماں بست زہ زہ زده ابروے کماں راگرہ
 تیغ برہنہ کہ پوشید دشت برہنہ راہیں کہ چہ پوشیدہ گشت
 تیغ نہ بل کاتش فولاد خیز بر دل سنگین عدو گشتہ تیز
 کیتباد کا شکر کوچ کرتا ہوئے لشکر سیارہ فروشد باب
 صبح چو برزد علم آفتاب لرزہ در آورد بروہیں صفا
 کوس غرمت ز در شہریار دم بدم نامے دما دم فگند
 دمدمہ را کرد دما مہ بلند
 کیتباد کی زبان سے فخریہ پیام ناصر الدین کے نام سے
 من کہ ز دروازہ قلم ہند لشکرے آراستہ ام تابہند
 سد سکندر زده ام از سپاہ فتنہ یا جوج مغل را پناہ
 روتو چو خورشید ز مشرق برا من بسم سکندر مغرب کشا
 شوتو سوے کامرواگیر بخش من کنم اقصاے عراقین بخش
 خیز تو از قلعہ چیں جوے گنج ^{نقطہ در نگاہ} من ز در روم شوم سیم سنج

عبرہ ازاں معبرِ دریا تو جوے من دہم از تیغ بہ بچریں شوے

از تو زہند و سدن پل و مال وز قبل من مغلِ قیل و قال

تاجِ زمن - سر ز تو افزائتن عاج ز تو - تختِ زمن ساختن

تا تو بمشرق بویِ من بغرب حربہ خور و ہر کہ در آید بہ حرب

سلطانِ ناصر الدین کشتی میں سوار ہو کر دریائے سر جو کے پار اُترتا ہوں

آب شد از بحرِ رواں تختہ پوش کردہ زہرِ تختہ معلّمِ خروش

(یعنی کشتیوں کی کثرت سے دریا ڈھک گیا اور ہر تختہ کشتی پر ایک معلّم یعنی کپتان ملاحوں کو چلا

چلا کر کشتی رانی کا حکم دینے لگا)

نعرہٴ ملاح کہ می شد باوج برتنِ خود لرزہ ہی کرد موج

آبِ ازاں غلغلہ زاندا زہ پیش گردِ مئی گشت بگردابِ خویش

جس وقت کشتی منجھ ہارسے گزرتی ہو تو ملاح سب مل کر یکبارگی زور لگاتے

اور نعرے مارتے ہیں اُس وقت کی کیفیت بیان کرتے ہیں کہ

”ملاحوں کے شور و غل کو سُن کر موج بھی کانپ رہی تھی اور دریا بھنور

کے گرد گھومنے سے رُک گیا تھا“

کشتی پونیدہ کہ چوں تیر بود بود بجائے کہ زمیں گیر بود

(نیز رو کشتی تیر کی طرح چلی اور فوراً کنارے پر جا گئی)

سوز و گداز

ز سرِ کرشمہ گیرے بسوے من کن بنایتِ کہ داری نظے بروے من کن
منم و دے دورے ز غمت چو ناتوانا بزکوۃ تندرستی گزرے بسوے من کن

ایجاز

گرچہ پدر بر تختش کشید نشست فرو داد و پیش روید

سلطان ناصر الدین نے زبردستی پکڑ کر کیتباد کو تخت پر بٹھادیا تھا۔ دوسرے مصر
میں کس اختصار کے ساتھ تمام کیفیت کی تصویر کھینچ دی ہو کہ

کیتباد تبیل حکم تخت پر جا بیٹھا۔ مگر فوراً اُترا اور دوڑ کر باپ کے پاس چلا آیا۔

اس مثنوی کے اشعار میں تشبیہ و تمثیل اکثر نادرو غیر مکرر ہے۔
تشبیہ و تمثیل | اور بعض جگہ معمولی تشبیہ کو کسی نکتہ کے اضافہ سے لطیف

دل پسند بنا دیا ہے۔ لہذا چند اشعار متضمن تشبیہ و تمثیل نذر ناظرین کے جاتے ہیں۔

شکرِ اسلام کہ آبخارِ سید بود ز میں تشنہ کہ دریایر سید

اسلام کا شکر وہاں ٹپھا گویا پسی زمین کے پاس دریائٹپھا۔ یعنی وہاں امن و خوشحالی پیدا ہوئی

اس شعر میں شکرِ اسلام کے پھنپھنے کو ایسے دریائے تمثیل دی ہو کہ پسی زمین

پر جا پھنپھے۔ اور اس کو سیراب و شاداب کر دے۔

خنجرِ قطرہ آبے شمار قطرہ کہ نبشاند ز میں راغباً

(بادشاہ کے خنجر کو قطرہ آب سمجھو۔ مگر ایسا قطرہ جس نے روے زمین سے گزرو بخار کو دبا دیا یعنی

فتنہ و فساد کو دور کر دیا)

خنجر کو قطرہ کے ساتھ تشبیہ دینا ایک معمولی تشبیہ ہے۔ مگر دوسرے مصرع میں جو
صفت قطرہ کی اضافہ کی ہے اس نے اس تشبیہ میں ایک نازک لطف پیدا کر دیا۔
بود بیک جلے صف تیغ و تیر ہینچو نیتاں بلب آب گیر

(تلواروں اور تیروں کی صف پاس پاس تھی۔ گویا تالاب کے کنارے نیتاں کھڑا تھا)
یہاں صف تیغ کو آبگیر سے تشبیہ ہے بوجہ آب تاب کے اور صف تیر کو نیتاں سے۔

شد زمین از نعل نقش و نگار چون شکم ماہی و اندام مار
(گھوڑوں کے نعل سے زمین پر ایسے نقش و نگار ہو گئے تھے کہ وہ شکم ماہی اور اندام مار
کی مانند معلوم ہوتی تھی یعنی زمین پر نعلوں کے نشان کثرت سے تھے۔ جیسے کہ شکم ماہی اور اندام مار پر
ہوتے ہیں)

تیز تگ و گوش چو پیکان پدید بر سر یک تیر دو پیکان کہ دید؟
(گھوڑا تیز دوڑنے والا ہے اور اس کی کنوتیاں ایسی معلوم ہوتی ہیں گویا ایک تیر کے سرے پر
دو پیکان ہیں)

یہاں گھوڑے کو تیر سے اور اس کے کانوں کو پیکان سے تشبیہ دی ہے۔ اور دوسرے
مصرع میں تعجب مفید مع ہے۔

دائرہ خیمہ ببنری قطار ابر فرد آمدہ در مرغزار

ہر بادل میں خیموں کا کیپ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ سبزہ زار میں بادل اتر پڑے ہیں
یہاں خیموں کو بادلوں سے تشبیہ دی ہے

پیکِ گراں سنگِ سبکِ التیٰ تند چو ابرے کہ رود روزِ باد

(ہاتھی ہے تو بڑا زنی مگر جھٹ پٹ کھڑا ہو جاتا ہے۔ تیز رو ایسا جیسے آندھی کے دن ابر)

یہاں ہاتھی کو ایسے بادل سے تشبیہ دی ہے جو آندھی کے دن ہوا پر دوڑتا ہے۔ وجہ
شبہ تیز روی ہے۔

طرفہ عروسی شدہ آراستہ آئینہ از آبِ رواں خواستہ

قصر کیلو کھڑی کی صفت میں بیان کرتے ہیں کہ :- یہ قصر حسن و زیبائش میں ایک عروس ہے
جس نے جہنا کے آبِ رواں کو اپنا آئینہ بنایا ہے تاکہ اُس میں اپنا جمال دیکھے

اس شعر میں قصر کو عروس سے اور آبِ رواں کو آئینہ سے تشبیہ دی ہے۔

ہمچو دو آئینہ مقابلِ زتاب آبِ راں عکسِ نما۔ رود آب

(یہ قصر اور آبِ جمن دو مصفا آئینے ہیں ایک دوسرے کے مقابل۔ پانی کا عکس تو قصر کی دیواروں میں نظر آتا ہے

اور قصر پانی کے اندر) اس شعر میں قصر اور آبِ جمن دونوں کو آئینہ سے تشبیہ دی ہے

مگر ایسے آئینے سے کہ ایک کا عکس دوسرے کے اندر نمودار ہے۔

نرگس بے دیدہ رواں کو روشِ خارِ عصا۔ بادِ خزاں کو رکش

(یہ موسم خزاں کا بیان ہے کہ نرگس کے دیدے پٹ ہو گئے۔ اندھوں کی طرح چلتی ہے۔ گنا اس آندھی

کی لالچی ہے اور بادِ خزاں اسکو کھینچ کر لے جا رہی ہے) اس شعر میں نرگس کو آندھی سے کانٹے

عہ استاد ذوق نے ایک قصیدے میں اسی تمثیل کو الٹ دیا ہے

ہوا پے دوڑتا ہے اس طرح سے ابر سیاہ کہ جیسے جلے کوئی پیل مستِ زنجیر

کو لٹھی سے اور باد خزاں کو آندھی کی رد نما سے تشبیہ دی ہے۔ وجہ شبہ ہر ایک کی ظاہر ہے۔

نمِ کفِ دست چنار از روشِ زینِ لرزاں کفِ متعش

{ چنار کے پتوں پر تری اس طرح حرکت کرتی ہے جیسے رعشہ والے کی تہلی پر پارہ کا پنتا ہے }
یہاں چنار کے پتوں پر پانی کے بہنے کو ایسے زین سے تشبیہ دی ہے جو کفِ متعش پر
لرزاں ہو۔

جامہ گل پارہ شدہ برنشِ غنچہ گرہ بر زدہ برداش

{ پھول چونکہ گل چکا ہے تو اُس کے تن پر جو کچڑا تھا پھٹ گیا۔ مگر کلی ایسی معلوم ہوتی ہے گویا پھول
کے پٹے دامن میں گرہ لگی ہوئی ہے } یہاں پھول کی پتیوں کو جامہ پارہ شدہ سے تشبیہ دی
ہے اور غنچے کو ایسی گرہ سے جو پٹے ہوئے دامن پر لگی ہوئی ہے۔ پہلی تشبیہ تو متبدل ہے
مگر دوسری میں تازگی و ندرت ہے۔

قطرہ کہ شد زابر چکاں بر ہوا مہرہ بلور شدہ در ہوا

{ شدت سرما کا بیان ہے کہ جو قطرہ بادل سے ٹپکتا ہے وہ سردی سے جگر مہرہ بلور بن جاتا ہے }

یہاں قطرہ آب کو بلوری مہرہ سے تشبیہ دی ہے۔

بادہ چو خورشید پیکہ تابہ شامِ کردہ طلوع و غروبے بجام

{ شراب صبح سے شام تک پیائے میں آفتاب کی طرح طلوع و غروب کرتی ہے۔ یہاں شراب کے آفتاب

اور شراب کے پیالے میں بھر جانے اور نکالے جانے کو طلوع و غروب سے تشبیہ دی ہے }

شہ بہتر سیدھی می جمید اول شب صبح دوم می مید
 بادشاہ چتر کے سایہ میں خزاں خزاں چلتا تھا گویا رات کے شروع ہوتے ہی صبح صادق نمودار ہو گئی تھی
 اس شعر میں چتر سیاہ کو اول شب اور بادشاہ کو صبح صادق سے تشبیہ دی ہے۔ دہر شبہ
 تشبیہ اول تاریکی اور دوم میں نور ہے۔

دکھ کٹ دندان برہنہ تنال چوں شغب چوبک بخت نال
 [جو لوگ برہنہ تن تھے جاڑے کھلے اُن کے دانت بچ رہے تھے۔ دانتوں کے بجنے کی آواز
 ایسی تھی گویا چوبک اور چوبک بجا رہے ہیں]

سبز نورستہ تو کوئی مگر بچہ طوطی ست کہ شد سیخ بر
 [سبزہ جوانہ آگاہ ہوا تھا ایسا معلوم ہوتا تھا کہ طوطے کے بچے نے ابھی کلیاں نکالی ہیں]
 روڈ زن از سینہ بروں بردہ۔ آب چکان دست چوباراں ابر
 [مطرب نے ایسا بجایا کہ لوگوں کے دل ہتھڑا کر دیے۔ اُس کا ہاتھ نہایت لطیف ہو گیا بادل سے میٹھ برس رہا ہے]
 ور کہاں دست برد چوں ہربر قوس قزح داں کہ برآمد ز ابر
 کمان کو قوس قزح سے تشبیہ دی ہے۔

پشتِ ازار گھر خم زدہ چوں بسحر گلشنِ شبنم زدہ
 [بادشاہ کے چتر کی صفت ہے کہ موتیوں کے بوجھ سے ایسا جھک گیا تھا جیسے صبح کے وقت گلشنِ شبنم
 کے بوجھ سے]

سہ شدت سرا سے دانتوں کے بجنے کی آواز ۱۲ ملے چوبک۔ ڈنڈا۔ زمانہ قدیم میں افسر چکیداران
 ایک ڈنڈا اور ایک تختہ رکھتا تھا۔ ڈنڈے سے اس تختے کو بیا یا کرتا تھا کہ چکیدار اپنے اپنے کام پر
 ہوشیار رہیں ۱۲ ملے روزن۔ مطرب ۱۲ ملے آب چکان۔ نہایت ہلکا اور لطیف ۱۲

تودہ لعل کہ بہر گوشہ بود رے زمیں پر ز جگر گوشہ بود
(لعل جو نشانہ کئے گئے تھے ہر طرف پڑے تھے گویا سطح زمین رنگارنگ لعلوں سے پڑھتی یا
وہ لعل زمین کے جگر کے ٹکڑے تھے۔ کیونکہ لعل زمین کے اندر سے نکلتا ہے)

آمد آں سادہ ز نخ برمن ہیوش رجب بر سرِ تشنہ نگہ کن کہ چہاں چہہ برسید
یہاں ز نخ کو چاہ سے تشبیہ دی ہے اور یہ نہایت مبتذل تشبیہ ہے مگر دوسرے
مصرعہ کے مضمون نے کہ ”چاہ بر سرِ تشنہ رسید“ اس تشبیہ میں ایک دلاویزی
پیدا کر دی ہے۔

موے میاں در کمر ز رشدہ رشتہ بیا قوت گم در شدہ

بسایہ بودم خفتہ کہ یار آمد و گفت چہ خفتہ؟ کہ رسید آفتاب در سایہ

پنچہ کسادہ گل لعل از پلہ غرقِ بخوں ناخن سیریلہ اُردا د۱۲

ز ابروے خم پشت کاں سختہ تیر مژہ نیم کش انداختہ

اودہ میں ایک شب سلطان ناصر الدین کیتباد کی خمیہ گاہ میں آیا ہے۔ اور
دونوں بادشاہ ایک ہی تخت پر جلوہ فرما ہوئے ہیں۔ اس موقع کے بیان میں

لے پلہ یا پکس۔ درخت ڈھاک ۱۲ عہ بزم مغزی کے آخر میں اس شعر پر نوٹ دیا گیا ہے ۱۲

خسرو شہزاد نے بہت سی تمثیلیں نکالی ہیں جس سے طبیعت کی جولانی اور تخیل کی وسعت ظاہر ہوتی ہے

ہر دو بیک تن چو دو پیکر شدند	بر فلک تخت چو مہ بر شدند
گشت بہ برج دو قمر طبع گیر	گشت فرین بدو سلطان سریر
ملک یک تخت و دارا نمود	دہر بیک آب دو دریا نمود
روے زمین فرد و جمید یافت	پشتم جہاں نور و نورشید یافت
خاتم جم را دو نگین دست داد	افسر کمرے بہ دو فرق اوقاد
دبدبہ کوس دو شکر زدند	نوبت اقبال دو سحر زدند
گلشن دولت بدو گل تازہ گشت	صوت دو بلبل بیک آوازہ گشت
مصلحہ چرخ دو بنجر زدود	آئینہ ملک دو صورت نمود
سایہ یکے کرد دو قرہاے	پایہ یکے ساخت و لشکر کشاے
شاخ بہم سود دوسر و جواں	موج بہم داد دو آب و اں
گشت یکے باغ و فارادو جو	گشت یکے منع صفار و دورو
گشت زمین آب و باران چشید	منغر جہاں بوی و بستان کشید

چرخ یکے شد بہ دو ماہ تمام
بزم یکے شد بہ دو دور مدام

کشتِ نہیں آبِ دوباراں چشید مغزِ جاں بے دو بتاں کشید

چرخِ یکے شد بہ دو ماہِ تمام بزمِ یکے شد بہ دو دُورِ مدام

صوفیانہ خیالات | صفتِ ساقی کے عنوان میں امیر صاحب نے ظاہرِ بزمِ شامی کے ساقی کی صفت نگاری کی ہے۔ مگر موقعِ ایسا

دلچسپ تھا کہ یہاں مجاز کے پردے میں حقیقت کی جھلک دکھائی ہے اور بعض اشعار ایسے پر لطف ہیں کہ ادلے نال سے اصلی ساقی (مرشد) کی یاد دلاتے ہیں۔

ساقی صوفی کُش و مرمِ فریب بُرنِ بیکِ عمرِ ز عالمِ تسکِیب
ساقی یعنی مرشدِ کامل صوفی کا قاتل ہے عوامِ الناس کو دھوکے میں ڈال رکھا ہے کہ اُس کے

کمال سے ناواقف ہیں اُس کی ایک ادالے ایک عالم کے دلوں کو بے صبر و بیاب کر رکھا ہے

گرچہ کہ چشمِ شدہ با خوابِ جفت لیک گئے فتنہ چشمِ نہ خفت
نظارِ اس کی آنکھ سوتی معلوم ہوتی ہے مگر اُس کی نگاہِ باطن کی تاثیر کبھی معطل نہیں ہوتی

ہمیشہ طالبانِ حق کے دلوں کا شکار کرتی رہتی ہے

عکسِ چنایِ زر گسست و خراب ہر ہمہ را سُرِ مردہ در سہراب
انکی بخودانہ نظر کی تاثیر جذبہٴ محبت کو اور بھی تیز کر دیتی ہے (یا اہل محبت کو خاموش بنا دیتی ہے)

ہر کہ بیکِ جرعهٴ اوسر نہند بے ہشیشِ بسیند و بر تر نہند
جو شخص ادنیٰ فیضانِ مرشد کو تسلیم و رضا سے قبول کرتا ہے تو مرشد اُس کی بخود کی اندازہ

کر کے اُس کے حال پر اور زیادہ توجہ کرتا ہے

مے دہد و خوں خور و از دل تمام حیرت باقی نگذار و بجام
 مرشد فیضان پہونچاتا اور مرید کے دل کو خواہشوں کے لوٹ سے پاک و صاف کرتا ہے
 یہاں تک کہ اپنا فیضان پورا کر دیتا ہے
 ورنہ شود مست حریف از شراب رو بنماید کہ بغیر خراب
 اگر طالب پر فیضان مرشد سے بخودی طاری نہوئی تو مرشد اس کو اپنے انوار کا مشاہدہ
 کرتا ہے اس مشاہدے سے وہ بخود ہو جاتا ہے

مست درویند او سوے می او شدہ مست از محوِ ستاں زوی
 پھر یہ حالت ہوتی ہے کہ طالب بخود جو کچھ دیکھتا ہے مرشد کی ذات میں دیکھتا ہے اور
 مرشد فیضان غیب کا منظر رہتا ہے غرض مرشد فیضان غیب سے مست و بخود رہتا ہے اور طالب نوا
 مرشد کے مشاہدہ سے۔

بسکہ ہم جور بود دور او ہر کہ بود خون خور د از جور او
 ایسے مرشد کا دور سرا سر جور ہے یعنی کثرت فیضان لیکن ایسے فیضان کا تحمل کس سے
 ہو سکتا ہے ناچار طالب بظاہر خراب حال ہو جاتا ہے

از کف او دور دام خوش ست و در مثل جور بود ہم خوش ست
 ایسے مرشد کا فیضان بتدریج ہو تو زہے نصیب اور اگر یکایک ہو تو بھی اچھا
 چوں بد ہد بادہ و گوید کہ نوش مست بر دزد گر آید ہوش

جب مرشد کامل فیضان پہونچاتا اور طالب کو نذیر عطا سنا تا ہے تو طالب پر ایسی بخودی
 لہ جو رسم۔ جام لبالب پلا کر پیئے دالے کو لٹا دینا یعنی مست و بخود کر دینا ۱۲

طاری ہوتی ہے کہ قیامت ہی کے دن ہوش میں آئیگا
حکمت و اخلاق

اشکرہ را گشت ہمیں دستگاہ از ہنر خویش زبردستِ شاہ
نشرہ کو اپنے ہنر کی وجہ سے بادشاہ کے ہاتھ پر ایک بہتر جگہ ملی
چوں ہنر مرغِ منہ راں شود مرغِ زبردستِ سیماں شود
و اے براں آدمی بے خبر کو کم از اں مرغِ بود در ہنر
دیگر

گشت چو قاصد بنِ مردخوں بہ کہ بہ شتر کند از تن بروں
دیگر

دجلہ چو آیتختہ گرد نہ نیل ہست جدا کردنِ آنِ مستحیل
دیگر

تا بچمن سر و بود سایہ دا کس خنر دزیر گیا سایہ دا
دیگر

چشمہ چاہ ارچہ کہ بالا شود چشمہ محال ست کہ دریا شود
دیگر

ملک بمیراثِ نیابد کسے تازند تیغِ دو دستی بے
دیگر

تیغ کہ سہراب برستم کشید
ہیج شنیدی کہ ز گیتی چہ دید؟

دیگر

خوست یکی خواستہ لیکن نیافت
آنکہ نمی خواست بر خود نشت
رفت یکی در طلب لعل سنگ
ریزہ سنگیش نیاید چنگ
واں دگرے را کہ غم آں نبود
لعل چنای یافت کہ در کاں نبود
کوشش بہودہ ز غایت بُزن
کوش آب ست بہاوں دروں

دیگر

ایں ہمہ بیداری ما خفتن ست
کا آمدن ما ز پے رفتن ست
گر بودت خوش خورد بد خو مباش
در نبود رنجہ مشو گو مباش
تنگ مباش از پے عیش فراخ
کاں بری از باغ کہ خیزد ز شاخ
ہر چہ رسد بیش خورد کم مخور
در نرسد ہم برسد عشم مخور
ہر چہ بچوئی و نیابی - مرج
زا آنکہ نخواہش تو اں یافت گنج

دیگر

آنکہ تلکیش بقناعت درست
قرص خور از قرص زرش بہرست
کاں بقذا الذّت کا مش دہد
دیں بطمع خست نامش دہد

خطاب بہ نفس

ترک طمع گیر ز خود شرم دہ
تانشوی چون خجلاں شرم دہ

گر سنہ زانی کہ دریں تنگناے ناں ز ملک می طلبی ز خداے
غزہ بہ نزدیکی سلطان مشو بلبل باغی بگس خوان مشو
ہست ہے از خرمن ہستی خستے تا تو چہ باشی کہ کمی ز دہے

بادشاہ عالم موجودات میں ایسا ہے جیسے خرمن میں ایک تہکا۔ پھر تو جو اس سے بھی

کم تر ہے کیا چیز ہے !!!

چند کشتی پیش ملک دست پیش نات زکوتے دہد ز ملک خیش
تشنہ میر آب زد و ناں خواہ خوں خور و از خواہ چہ شاں ناں خواہ
چوں بربیدی طمع از نا کساں صرف مکن گوہر خود با خساں
گل بچہ را گاہ ستوراں مبر آئینہ در مجلس کوراں مبر
تخیل | تخیل شاعری کی روح ہے اس مثنوی میں جا بجا ایسے موقع پائے
جاتے ہیں جہاں حضرت خسرو نے تخیل کا طلسم باندھا ہے مثلاً
جوہری شام بسوداگری کردہ گمر پیش کش مشتری
شاعر کا خیال ہے کہ وقت شام ایک جوہری ہے جس نے سوداگری کی غرض سے خزیلاً

کے سامنے جواہرات پیش کئے ہیں یعنی شام کو تارے نکلے ہیں۔

چرخ کے حلقہ انگشتیں بر سر یک حلقہ ہند راں انگیں

دیگر

بکہ صراحی طلی گشتہ صاف بادہ درودیدہ شد اندر طواف

گوئی کز اوصافِ صفائش از برو بادہ برزن ست و صراحی درو
 طلی صراحی ایسی صاف ہی کہ اُس میں شراب گردش کرتی نظر آتی ہے اُس کی شفافی
 سے معلوم ہوتا ہے کہ شراب باہر ہے اور صراحی اُس کے اندر

دیگر

در شکم او کفِ صافی گہر از ہوس بادہ شدہ شیشہ گر
 صراحی کے پیٹ میں پاک و صاف جھاگ اُٹھتے ہیں تو ان جھاگوں کو شراب کی ایسی
 ہوس ہے کہ وہ شراب بھرنے کے لئے اور نئے نئے شیشے بنا رہے ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ:-
 صراحی میں شراب ہے۔ شراب میں جھاگ ہیں۔ اور جھاگوں پر ٹیلے اُٹھ رہے ہیں۔

دیگر

عکس رسن ہا کہ فرد شد بآب بستہ بہ پہلوئے نہنگاں طناب
 جب کشتی کی رسیوں کا سایہ پانی میں پہونچا تو اُس سایہ نے ناگوں کو طناب میں
 جکڑ لیا تاکہ ہل نہ سکیں۔

طفلِ کم سن سال و لعابش رواں دایہ او سپرخ و لے مہرباں
 آفتاب ایک کم سن بچہ ہے جس کے منہ سے رال ٹپک رہی ہے جو اپنی دایہ یعنی آسمان
 کی گود میں ہے مگر آسمان گوتہ گار ہے لیکن اس بچہ کے لئے دایہ مہربان ہے۔

دیگر

باہمہ چوں سایہ شدہ چشم شست یک تن و ہر جا کہ بجوش ہست

دیگر

آہوے پویندہ ببالا وزیر خانہ خود ساختہ در کام شیر

دیگر

گرم شود بر ہمہ بے ہیچ کیں پس زحیا در داند ز زمین

دیگر

کشتی عاج ست تو گوئی رواں گشتہ دو گوشش بد و سوباد با
گوش کہ با چشم ہی کرد لان مروءہ بود بہ پیشش چراغ
طرفہ کہ آل مروءہ ز آسب با ہیچ گزندے پچر اغش نداد

دیگر

خاک یکے بیضہ طوطی شمار بیضہ یکے بچہ او صد هزار
یعنی کہہ زمین طوطی کا اندھے اس ایک اندھے سے لاکھوں بچے نکلے۔
سبزہ نورستہ تو گوئی مگر بچہ طوطی ست کہ شد سیخ بر
نیا اگا ہوا سبزہ گویا اس طوطی کا بچہ ہے جس نے نئی کلیاں نکالی ہیں۔

افساب بیان فصلوں اور موسموں کا تغیر صبح و شام اور رات دن کا ہونا ہر
جگہ ایک نئے پیرائے میں بیان کیا ہے۔
کی تازگی

افساب قوس میں

بیان کرنا یہ ہے کہ آفتاب برج قوس میں آگیا برسات ہو چکی سردی

کا موسم ہے اس مطلب کو یوں ادا کیا ہے۔
 آسمان کے بادشاہ نے جس وقت کمان ہاتھ میں لی تو ماہ تیر نے دوڑ کر ملک کی
 حکومت موسم ہرما کے سپرد کر دی۔

شاہِ فلک چل بکمان دستِ بزرگ تیرمہ تسلیم بسرما سپر
 شاہِ فلک = کنایہ ہے آفتاب سے - تیر = برسات کے ایک مہینے کا نام ہے۔ کمان =
 برج قوس لفظ تیر کمان سے مناسبت رکھتا ہے۔
 یہ مضمون کہ اس موسم میں دن چھوٹا اور رات بڑی ہونے لگی یوں ادا
 کیا ہے کہ

جہان ایک بڑھا ہے جس نے چرخہ کا تنا شروع کیا ہے اور رات کو نہایت لمبا
 دھاگہ کات کر دیا ہے۔

زالِ جہاں چرخِ زدن کر دساز دادِ شبِ رشتہ بغایت دراز
 زالِ جہاں = کنایہ ہے دنیا جہان سے جسے بڑھایا مانا ہے۔
 چرخِ زدن = چرخہ کا تنا۔ رشتہ = ڈورا، دھاگا۔

فصل خزاں

مطلب یہ ہے کہ خزاں کا موسم آگیا۔ ہوا تیز چلنے لگی۔ پھولوں کی
 بہار ختم ہو گئی۔ اس مطلب کو اس طرح ادا کیا ہے۔
 جب فصل خزاں نے چمن میں گھرنا لیا تو بادِ رواں گلزار میں اپنا گھوڑا کد آنے لگی

گلِ ریاں جو پھولوں کا بادشاہ کہلاتا ہے اُس کو نکال دیا۔ اب چمن کے اندر اُس کی حکومت باقی نہیں رہی۔

فصل خزاں چمن چمن خانہ ساخت بادشاہ کرۂ بگلزار تاخت
شاہِ سپر غمِ زولایت براند کش چمن ہیچِ ولایتِ مہمند
گلِ ریاں ۱۷

فصلِ بار

مقصود یہ ہے کہ موسمِ برسات آپہنچا اور برابر نمودار ہونے لگا پھول کھلنے لگے۔ اس مضمون کو یوں ادا کیا ہے کہ

جب بہار کا جھنڈا بلند ہوا تو ابر نے اپنا خیمہ ستاروں پر جا لگا یا پھولوں کا سکہ تیار ہونے لگا جیسے ہمارے بادشاہ کے دام بنتے ہیں اور اس سکہ کی تیاری معقول طور سے کی گئی۔

فصلِ بہاراں چو سلم در کشید ابرِ سراپردہ بر خستہ کشید
سکہ گلِ چوں درمِ شہِ زہد سکہ نصیبِ روجہِ موجبِ زہد

آفتابِ برجِ ثور میں

مطلب یہ ہے کہ جب آفتابِ برجِ ثور میں آیا تو کھیتوں میں غلہ پک گیا اس مضمون کو یوں بیان کیا ہے۔

چونِ حل رفت بہ ثور آفتاب پخت ہمہ دانہ پُرس ز تاب

آفتاب برج جوزا میں

جب آفتاب برج جوزا میں آیا تو لوہے کی لگی اور گرمی کی شدت ہو گئی۔

اس مضمون کو اس طرح بیان کرتے ہیں

خانہ جو خورشید بجز اگر رفت رفت در آن خانہ درں طاہر رفت

باد ز جزا شد و آتش ز مہر سوخت جہان ز زمین تا سپر

آفتاب برج سرطان میں

جب آفتاب برج سرطان میں آیا تو برسات شروع ہو گئی۔ اس مطلب

کو یوں ادا کیا ہے

کرد چورہ در سرطان آفتاب چشمہ خورشید فرو شد آب

ابر سر پر دہ بالا کشید سبزہ صفِ خویش لعل کشید

بیان کرنا یہ ہے کہ جنگل میں نیا سبزہ اگا ہے جا بجا پانی بھرا ہوا ہے اس

مضمون کو اس طرح ادا کیا ہے کہ

سبزہ لعل کشا شدہ چون نو خطاں ملک جہاں گشتہ بکام بٹاں

۱۵ پُرس ایک خوشہ ہے ستاروں کا برج ثور میں جس کو ثریا بھی کہتے ہیں ۱۲

۱۶ جوزا برج بادی ہے ۱۲

صبح

رات کو سورج چھپ تو گیا تھا مگر پورا چاند تھا صبح ہوئی تو سورج نکلا
یہ مضمون اس طرح سے باندھا ہے کہ

چوں دل شبِ حاملہ مہر گشت برشبِ حاملِ مہِ کاملِ گزشت
حائلِ کیا ہہ نہ بل یکشہبہ تاجورے زادِ دریاں کو کبہ

آفتاب ۱۲

دیگر

صبح ہوئی اور تارے چھپ گئے۔ اس مضمون کو یوں بیان فرماتے

ہیں۔

صبح چو برزِ علمِ آفتاب لشکرِ سیارہ فروشد بآب

دیگر

رات گزری صبح ہونے آئی کر دچو شبِ نوبت خود را تمام
صبح دُئلِ بردِ بالائے بام صبح دُئلِ بردِ بالائے بام

آفتاب ۱۲

دیگر

صبح برآوردہ چو چترِ سپید بست سیاہی بہ سپیدی امید

دیگر

کوسِ سحرِ گہ فلکِ آوازہ گشت دید بہ روزِ زمسرتازہ گشت

بلند آوازہ ۱۲

دیگر

تیغ کشید اخترِ عالم سوز
شکرِ شب کرد نہرِ میت ز روز

دیگر

زنگیِ شب کرد پیدہ برے
خندہ زناں شد فلک از چارسو

دیگر

مشلعلہ صبح کہ شد نور دا
ساخت یکے شعلہ ز چندیں شر

دیگر

از قف آں شعلہ کہ در تاب شد
سیم کو اکب ہمہ سیاب شد
آفتاب کی روشنی دگر می کے اثر سے تارے سیاب بن کر اڑ گئے یعنی چھپ گئے۔

دیگر

صبح زبس دم کہ دام گرفت
آتشِ خورشید بعالم گرفت

دیگر

روزِ دگر کرد چوناں جہاں
مشکِ شب از آہوی مشرق بنا

دیگر

گشت چو دریاے پہر آگہوں
داد رواں چشمہ خور را بروں

دیگر

شد گرہ چرخ چو گنبد نما
نعل نہ افگند گنبد زپاے

دیگر

روزِ دگر صبح چو ضحاک شد
مارِ سیہ در شکم خاک شد

صنیع بدایع | صنیع بدایع عروسِ کلام کا زیور ہیں۔ اس ثنوی کے اکثر شعار
اس زیور سے آراستہ نظر آتے ہیں۔

چند اشعار متضمن صنیع میاں نقل کیے جاتے ہیں:

صنعت طباق یا تضاد

یہ صنعت اس طرح ہوتی ہے کہ ایسے دو لفظ ایک جا ذکر کریں جن کے معانی
فی الجملہ ایک دوسرے سے مخالف یا ضد ہوں:

خونِ دل گرچہ کہ بسیار برفت اندک ماند صبر ہر چند کہ بود اندک بسیار برفت
اندک و بسیار متضاد ہیں۔

دیگر

پایک بازندہ برون از قیاس پُر دل و خالی دلِ شاں از ہر اس

دیگر

مستی او مایہ ہشیارِ شیش خفتہ ہمہ حلق ز بیدارِ شیش

دیگر

کرنِ بزرگی بجز کھتلا داد سبک با ہمہ بقیمتِ گزلا

دیگر

ایں ہمہ بیداری ناخشن کا آمدنِ مانسپے رشتن

بیداری و خشن ہیں اور آمدن و رشتن میں تضاد ہے۔

از پئے نامے کہ مباداں آید! نامہ سیه کردی و دیدہ سپید
 دیدہ سپید کردن سے مراد یہاں نابینائی ہے۔ مگر حقیقی معنے کے لحاظ سے سیاہ
 و سپید میں تضاد ہے۔ دیگر

گرمی دل نیست چو حاصل مرا سرد شد از آب سخن دل مرا
 نو کم انداز رسم کہن پس دی پیش و ان سخن
 نو۔ کہن۔ پس و پیش رو۔ میں تضاد ہے۔

ملک جہاں پختہ بمن شد تمام کے دہم از دست بود ایو خا؟
 پختہ صند خام۔ دیگر

بستہ تست این دلم باد اگر نشیند کاش! کہ باد گیران دل نشاید
 ہاں بست و کشاد میں تضاد ہے۔ دیگر

تیز چو شد خجراں گرم خو پشت نہ دیدہ کس از ویج رو
 ہاں رو کے معنے وجہ و طور کے ہیں۔ مگر اصلی معنے کے لحاظ سے پشت و رو
 میں تضاد ہے۔ دیگر

نشتہ بنہ زیں سود چپ گل ستادہ سر و زان سو جانب ربا
 دیگر

گرم شدہ از دد جامہ مرد مردم بے جامہ بجاں گشتہ تر
 گوش کن این گفت و کن گفت کس بشنو و شنو۔ سخن این ست و بس

ارصاد

یہ صنعت اس طرح ہوتی ہے کہ شعر میں ایسا لفظ لائیں جس سے یہ معلوم ہو کہ مصرعہ
ثانی کے آخر میں منہ لفظ ہوگا۔ اور یہ جب ہی ہو سکتا ہے کہ شعر کے قافیہ کا
حرف ردی معلوم ہو۔

شقتہ دیبا بر زیبا شد سیمبر اس صورت دیبا شد
پہلے مصرعہ میں لفظ ”دیبا“ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ دوسرے مصرعہ کا قافیہ
یہی لفظ ہوگا۔ کیونکہ پہلا قافیہ ”زیبا“ معلوم ہے۔

سر پیادہ خوش بود اندر چین لیک آں سر دین پیادہ خوش ست سوار خوش
اس عنبر کے قافیہ ہم کو معلوم نہیں کہ ”زار“ ”ہزار“ وغیرہ ہیں پس لفظ
”پیادہ“ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ اس شعر کا قافیہ ”سوار“ ہوگا۔

موسے ہو گیسوے او مشک خشک فرق نہ بون سر موسے ز مشک
دیگر

آئینہ صورتش ازینہ رفت صورت ادراک ز آئینہ رفت

دیگر

باغ خراب از قدم بوم شوم چغد قدم شوم شدہ بار بوم

عکس و تبدیل

اے کہتے ہیں کہ کلام میں کسی چیز کو دوسری پر مقدم کریں۔ پھر مقدم کو
مؤخر بنائیں اور مؤخر کو مقدم۔

خواب من از دیدہ من آب برد آب من این دیدہ بی خواب بُد
مصرعہ اولی میں خواب مقدم ہے آب پر۔ مصرعہ ثانی میں اُس کا عکس ہے۔
چرخ نذا ند در دیوار کس تکیہ بدیوار و درش کرد بس
دیگر

مردم یک خانہ و صد ستمی خانہ یک مردم و صد مردمی
دیگر

چترشہ آن ست کہ شد چرخ ماہ چرخ ماہ این ست کہ شد چترشاہ
چترشاہ اور چرخ ماہ کی ترتیب دوسرے مصرعہ میں بدل دی ہے۔ علاوہ اس کے
یہاں صنعت مرد العجب علی الصد رہی ہے۔ یعنی جو لفظ مصرعہ اول کے شروع میں تھا
وہی مصرعہ ثانی کے آخر میں آیا ہے۔

وستم از سحر زباں بر کشم سحر زباں را بستم د کشم
دیگر

آمد بار و شد چمن لالہ زار خوش وقتے ست خوش بہار کہ وقت بہار خوش
دیگر

آب فروماند چو کوہ از شہاب کوہ درآمد تیز لزل چو آب

چشم پر بہر جگر گوشت تر گوشت ہر چشم شدہ پر جگر
دیکر
حسن تعلیل

اس صنعت کا طریق یہ ہے کہ کسی وصف کے لیے کسی شے کو علت قرار دیں
مگر وہ شے حقیقت میں اُس وصف کی علت نہ ہو۔ گویا یہ صنعت ایک تختل ہے جس سے
طبیعت مخطوط ہوتی ہے۔

چنانچہ گھوڑوں کی تیز روی کی صفت کرتے ہیں :-

از تگ شاں کاں ہر ضرر باد بدیوار بے سر زدہ

گھوڑوں کی دڑ سے جس نے اندھی کو بھی مات کر دیا ہے ہوائے اکثر دیوار سے سر
پٹکا ہے۔ یہ امر تو ثابت ہے کہ ہوا دیوار سے ٹکراتی ہے مگر شاعر خیال کرتا ہے کہ ہوا کا دیوار
سے سر پھوڑنا اس شک و حسد سے ہے کہ وہ ان گھوڑوں کی تیز روی کا مقابلہ نہ کر سکی
شدتِ سرو اور آتش کی صفت میں فرماتے ہیں۔

آتش از انجا کہ بدل جائے کرد دود برآمد ز نفس ہائے سرد

یہ بات تو ظاہر ہے کہ موسمِ سرما میں سانس کے ساتھ بھاپ نکلتی ہے جو دھوئیں سے
مشابہ ہے۔ مگر شاعر خیال کرتا ہے کہ یہ دھواں اس سبب سے نکلتا ہے کہ آج کل
دلوں میں آگ نے جگہ کر لی ہے۔

گرمی کی شدت کے بیان میں کہتے ہیں کہ :-

جانب سایہ شدہ مردم رول سایہ بدبالہ مردم دواں
 آدمی سایہ کی طرف کو جاتے ہیں اور سایہ آدمیوں کے پیچھے دوڑتا ہے۔
 یہ تو ثابت ہے کہ آدمی کا سایہ اُس کے ساتھ ساتھ دوڑا کرتا ہے مگر شاعر کا
 خیال ہے کہ سایہ کا دوڑنا اس وجہ سے ہے کہ وہ بھی آدمیوں کی طرح دھوپ سے
 بچنا چاہتا ہے۔

ابرو باراں کے بیان میں فرماتے ہیں :-

پردہ نشیں گشت فلک سوسو باہمہ زالی شد پوشیدہ رو
 یہ امر ثابت ہے کہ ابرو میں آسمان چھپ جاتا ہے۔ مگر شاعر کا خیال ہے کہ آسمان نے شرم
 کے سبب سے منہ چھپا لیا ہے۔ مگر تعجب یہ ہے کہ باوجود پیر زال ہونے کے اتنا پردہ
 کرتا ہے۔

گل زکرم زرد ہاں اکہ جُست وز پے خود جامہ ناز و دست
 گل کے زیرہ کو زریں گل کہتے ہیں۔ شاعر خیال کرتا ہے کہ یہ زریں گل کی طرف سے
 ازراہ کرم ہے۔ مگر خود پٹے پٹے پنتا ہے۔ اور پٹے پٹے پنتا کیا ہے اُس کے
 کھلنے سے۔

از رُخ شہ رنگ جو در یوزہ کو پشت بنہ بقبہ فیروزہ کرد
 مرغِ چتر شاہ میں کہتے ہیں کہ اُس نے رنگ بادشاہ کے رُخ سے بھیک مانگ کر لیا

لہذا اُس کو ایسا استغنا حاصل ہو گیا ہے کہ آسمانوں کی طرف پشت کر رکھی ہے۔
 یہ امر ثابت ہے کہ پتر کی پشت آسمان کی طرف ہوتی ہے اور پشت کسی کی طرف ہونا
 بے پردائی کی علامت ہے۔ مگر شاعر خیال کرتا ہے کہ یہ بے پردائی اس وجہ سے ہے
 کہ اُس نے بادشاہ سے فیض حاصل کر لیا ہے۔

پیشِ دراز شہمِ سپرِ کبود نیمہ کامل بزیں شد فرد
 دیگر

پشتِ بنفشہ بہ سمن زار رہا کوزش از چیدنِ دینار رہا
 ادماج

یہ صنعت اس طرح ہوتی ہے کہ ایک کلام سے دو معنی حاصل ہوتے ہوں اور دوسرے
 کی کچھ تصریح نہ کی ہو۔

لالہ چو از کوہِ برفت آں شکوہ کبک بُرید دل از تیغِ کوہ
 موسمِ خزاں میں لالہ کی بہارِ پیاز پر ختم ہو چکی ہے اس لئے کبک نے بھی پیاز کی چوٹی
 سے دل اُچاٹ کر لیا ہے۔

دوسرے مصرعہ کا یہ مفہوم بھی ہو سکتا ہے کہ لالہ کے فراق میں کبک نے
 تیغِ کوہ سے خود کشی کر لی ہے۔

شستنِ او با ہمہ دہندگان رفتنِ او جانِ خونندگان
 دعات کی تعریف کرتے ہیں کہ وہ داناؤں کے پاس ٹہکتی ہے اور لکھے پڑے لوگوں

کے پاس جاتی ہے۔ یا یہ کہ جو اُس کو جانتے ہیں اُن کے پاس ٹھہرتی ہے اور جو بُلا تو ہیں
اُن کی طرف چلی جاتی ہے۔ علٰہذا

شاخ بہر بار گئے کرد راہ جاتے گمہ باز شدہ بارگاہ

رجوع

صنعتِ رجوع یہ ہے کہ کلامِ اول کو باطل کر کے دوسرے کلام کی طرف کسی
فائدہ کی غرض سے مصروف ہوں۔

سلطان کیتباد کی مدح میں مندر تھے ہیں۔

انسرِ خورشید بشاہی توئی نے غلطمِ ظلِ آئمی توئی
ہیاں رجوع کا مقصد مدح میں ترقی ہے۔

ایام

صنعتِ ایام کا طریق یہ ہے کہ کلام میں ایسا لفظ ذکر کریں جس کے دو معنی
ہوں ایک قریب اور ایک بعید۔

معنی قریب وہ ہے جو اُس مقام کے مناسب ہو اور معنی بعید وہ ہے جو اُس مقام
سے مناسبت نہ رکھتا ہو مگر کہنے والے کا مقصود معنی بعید ہو۔ مثلاً

ع۔ آئینہ و شانہ برابر شدہ

ہیاں لفظ شانہ کے معنی ہیں (۱) کنگھا اور یہی معنی قریب ہیں اور آئینہ کی مناسبت
سے اول اسی معنی کا دہم ہوتا ہے (۲) دوسرے معنی استخوانِ بازو ہیں جو

اس موقع پر تامل سے سمجھیں آتے ہیں۔ اس لیے یہ معنی بعید ہیں۔ مگر مرادِ قائل ہی
معنی بعید ہیں۔ تو اس کو ایہام کہیں گے۔ ایہام کے معنی ہیں ”دہم ہیں
ڈالنا“

ایہام کی تعریف اس طرح بھی کی گئی ہے کہ ”کلام میں ایسا لفظ لائیں جس کے
دو معنی ہوں اور اُس محل پر دونوں معنوں کا اطلاق صحیح ہو“

یہ دوسری صورت ایہام کی پہلی صورت سے زیادہ پر لطف اور پسندیدہ ہے
اب ہم اس شنوی کے چند اشعار متضمنِ ایہام یہاں نقل کرتے ہیں :-

روم بکیر دگبہ کار زار تیغِ دے - ار زنگ بکیر زعار

لفظ زنگ کے دو معنی ہیں۔ نامِ ملک اور لوہے کا میل۔ اس موقع پر دونوں
معنی درست ہیں۔ یعنی مدوح کی تلوار جنگ کے وقت ملکِ دُوم کو تو فتح کرتی
ہی اور عار کے سبب سے ملکِ زنگ کو کہ ایک حقیر ملک ہی نہیں لیتی۔

دوسرے معنی بھی صحیح ہیں یعنی عار کے سبب سے وہ تلوار زنگ کو

قبول نہیں کرتی۔ بلکہ ہمیشہ صاف شفاف رہتی ہے۔

درکشش تیر چو شد سخت کوش زہ - زکمانِ خودش آید گوش

لفظ زہ کے دو معنی ہیں (۱) چلہ کمان (۲) کلمہ تحمیل و آفریں یہاں دونوں

معنی درست ہیں۔ یعنی

(۱) جب اُس نے تیر کو زور سے کھینچا تو کمان کی زہ کاں کے پاس آگئی۔

دوسرے یہ کہ:

(۲) جب اُس نے تیر کو زور سے کھینچا تو اُس کو اپنی کمان سے واہ! واہ!

کی آواز سنائی دی۔

ناوک و پیکان نش بنیائے جنگ ایں زخاؤ و رشداں زنگ
نیما ایک شہرِ ترکستان میں۔ اور خطا و زنگ ملک ہیں۔ یہ معنی قریب
ہیں۔ مگر مراد قاتل دوسرے معنی ہیں۔ یعنی
نیما لوٹ۔ خطا قصور۔ زنگ لوہے کا میل۔

ایہام کے علاوہ اس شعر میں صنعتِ لَفّ و تشریحی ہے۔ یعنی ناوک و خطا
ہی اور پیکان بے زنگ۔

گردِ ہشکال بہ بصرِ دلیل سرمہ ہر چشم شدہ چنیل
مصرعہ دوم میں سرمہ اور چشم کی مناسبت سے لفظ میل کے معنی
قریب (سلانی) ہیں۔ مگر یہاں مراد دوسرے معنی ہیں یعنی مقدار مسافت)
صورتِ اُن تحت گمبہ بے بہا عین چو ابرو شدہ برچٹھا
لفظ عین کے کئی معنی ہیں (۱) اکٹھ (جو ابرو کے مناسب ہے) (۲) اصل
و ذات (۳) چشمہ۔ یہاں دوسرے معنی مراد ہیں۔

بادشاہ کی کشتی جو تخت گاہ بے بہا تھی بعینہ ایسی معلوم ہوتی تھی جیسے آنکھوں
پر ابرو یا چشمہا جمع چشمہ۔ یعنی کشتی چشموں کے اوپر مثل ابرو معلوم ہوتی تھی۔

یہ دوسرا ایام ہے۔

پیل طلب کرد شیریل دور کا ورداں بے مکان ایشور
لفظ شور کے معنے ہیں (۱) کھاری جو نمک سے مناسبت رکھتا ہے (۲) غل
ہیاں دوسرے معنے مراد ہیں۔ بے مکان بد صورت آدمی۔
مطلب یہ ہے کہ بادشاہ نے ہاتھی منگایا تاکہ اُن بد صورت لوگوں پر حملہ آور
ہو اور وہ ڈر کر شور و غل مچائیں۔

ہچو گماں پر خم و تیراز میاں تیرستادہ است و کمانش دواں
ہیاں تیر کے معنے ہیں کشتی کا متول۔ اور تیر آلہ معروف بھی ہے جو کمان
سے مناسبت رکھتا ہے۔ یعنی کشتی مثل کمان تھی۔ اور متول بیچ میں گویا تیر کھڑا تھا
اور کمان چل رہی تھی۔

مُسلمانانِ گمدا یں پیچارہ دلِ خود کہ تیر انداز من بست کیش کا فریاد
لفظ کیش کے دو معنے ہیں (۱) تیر دان۔ ترکش (۲) مذہب۔ ہیاں معنے
دوم مراد ہیں جو بعید ہیں۔

طفل شگوفہ برہ افتاد و مُرد شاخ بید و بناد و سپرد
لفظ عناد کے دو معنے ہو سکتے ہیں۔ ایک تو جمع عنذ لیب دوم عناء
بمعنے رنج اور دل بمعنے معروف۔ اور ہیاں دونوں معنے صحیح ہیں۔ یعنی شاخ
نے جب شگوفہ کو مُردہ دیکھا تو عنذ لیبوں کے سپرد کر دیا۔

دوسرے معنی یہ کہ شاخ کا دل بتلائے رنج و غنا ہو گیا۔ اس شعر میں تصنع اور تکلف ظاہر ہے۔

از رخِ خود پیش تو خاقانِ چین صورتِ حسینِ دے بے زین

دیگر

سایہ او بر سرِ ہند وفتا ہند شاخِ زلفِ ہمہ غم سوا
اس میں شک نہیں کہ اس صنعت کا التزام مذاقِ سلیم کو ناگوار ہوتا ہے
حضرت خسرو کو جو اس صنعت کی طرف زیادہ میلان ہے شاید اس کا سبب
ہندی شاعری کی تقلید ہو۔

استخدام

یہ صنعت اس طور پر ہے کہ ایک لفظ کے دو معنوں میں سے ایک معنی مراد ہو
اور ضمیر لاکر جو اسی لفظ کی طرف راجع ہو دوسرے معنی کا ارادہ کریں۔

سوئے سوادِ آؤدھ آمد چو باد کرد حک از خنجر تیز آں سواد

لفظ سواد کے دو معنی ہیں گرد و نواحِ شہر اور سیاہی و تحریر۔

پہلے مصرعہ میں پہلے معنی مراد ہیں۔ اور دوسرے مصرعہ میں اُسی لفظ

سواد کی طرف اشارہ کر کے سیاہی کے معنی لیے ہیں۔ اور اس پر لفظ حک

دلالۃ کرتا ہے۔

لف و نشر

وہ صنعت ہے کہ اول چند چیزوں کو مفصلاً یا مجملًا ذکر کریں۔ پھر اُس کے منسوبات یا متعلقات کو بلا تعین بیان کریں اس اعتماد پر کہ سامع ہر منسوب کا تعلق منسوب الیہ کے ساتھ سمجھتا ہے۔

حصہ اول کو لف اور دوم نشر کہتے ہیں:

آبِ راز تاج و قبا کمر تا بکمر تا بہ گلو۔ تاباں
اس شعر میں نشر کی ترتیب لف کی ترتیب سے معکوس ہے۔ یعنی آبِ درِ پیکہ کی وجہ کمر تک اور قبا کی وجہ سے گلے تک اور تاج کی وجہ سے سر تک تھا۔

جمع، تفریق تقسیم

چند چیزوں کو ایک علم میں شامل کرنا صنعت جمع کہلاتا ہے۔

دو چیزوں میں فرق ظاہر کرنا۔ اس کا نام تفریق ہے۔

جب چند چیزیں یا ایک ہی چیز جس کے چند اجزا ہوں ذکر کریں۔ پھر ہر ایک چیز کی طرف کوئی بات منسوب کریں بطور تعین تو اس صنعت کو تقسیم کہتے ہیں۔

تین خوش تین زبان ناخوش تین تیغ چو آب ست و زباں گشت

اول تین ہونے میں تین اور زبان دونوں کو جمع کیا ہے پھر دونوں کا فرق

ظاہر کیا ہے کہ ایک اچھی ہے اور ایک بُری۔ بعد ازاں ہر ایک کی طرف ایک وصف منسوب کیا ہے بطور تعین۔ یعنی تین مثل آب ہے اور زبان مثل آتش۔

نافہ و خلقت کہ زدا ز مشک دم ہر دو ہم زادہ شد از یک شکم
 ایک جزایں فریق نہ باید گزید کہ طرف مشک شد آہو پدید
 یہاں نافہ او خلقِ مدوح کو مثالِ مشک ہونے میں جمع کیا ہے۔ پھر دونوں میں فرق
 بیان کیا ہے کہ نافے کے مشک کو آہو سے نسبت ہو اور آہو معنی عیب ہے۔
 بگفت خسرو بکشائے لطف شنید حریف و مطرب چنگ و باب سید
 یہاں حریف و مطرب و چنگ و رباب کو ایک حکم میں جمع کر دیا ہے۔
 تحسید

کسی ذی صفت چیز سے کوئی چیز اُسی صفت کی حاصل کرنا۔ یا اپنے آپ کو
 شخصِ غیب سمجھ کر باتیں کرنا۔
 خسرو من! بگذرا زین گفتگوئے نیکی خویش بد مردم نگوئے
 چشم تو از عیب تو دیدن تہیست از در گریس کہ عیب تو چہ
 چشم بخود باز مکن چوں خصال ہیں سوائے خود لیک بختیم کمال
 مبالغہ

مبالغہ یہ ہے کہ کسی وصف کو اُس حد تک پہنچا دیں کہ اُس حد تک اُس کا
 پہنچنا بعید ہو یا محال۔
 اُس کی تین قسمیں ہیں :-
 ۱۔ تسلیم یعنی وہ بات جو عقل و عادت کے موافق ممکن ہو۔

۲۔ اغراق یعنی باعتبار عقل ممکن ہو اور باعتبار عادت محال ہو۔

۳۔ غلو یعنی باعتبار عقل و عادت محال ہو۔

از سہم پیش کہ زیرِ کج چاک خاک پُر از مہ شد مہ پُر ز خاک
یعنی خاک پُر از مہ ہو گئی بسبب نقشِ نعل کے اور مہ پُر از خاک ہو گیا کثرتِ گرد و
غبار سے۔

دیدنِ اور اکلہ افکند مہ بلکہ فنا و شس گہ دیدنِ کلاہ
منارہ کی بلندی میں مبالغہ کیا ہے کہ اُس کے دیکھنے کے لئے چاند نے اپنی ٹوپی
اُتار لی۔ پھر کہتے ہیں کہ بات یہ نہیں ہے بلکہ دیکھتے وقت خود اس کی ٹوپی گر پڑی
خواست کہ پیشِ زہرِ بریں ماہِ فرود آید و بوسد زیں

دیگر
سوئے فلک رفت زمینِ انش گرد ہم بفلک ماہِ زیں بوسد گرد

دیگر
افجِ معانی نہ مبتدا بر طبع بلکہ گزشتہ زسمواتِ سبع

دیگر
عمقِ در و کار بجائے کشید کرتہ او گشت زیں نا پدید

دیگر
رفت زیں اچو حجابِ از میا گشت پید از تہ آبِ آسماں

دیگر

نیم فلک ہست بریزیں چوں تہش نیست ز نیل آبیں

دیگر

بس کہ زمیں رفت ز ہمراہش گاؤ زمیں شد خوش ہاش
ان اشعار میں حوض کی گہرائی کی نسبت مبالغہ کیا ہے۔

بردِ تو ہر کہ نہ بند دگر عرق شود تا کمر اند گھر

دیگر

نیزہ درانے بنان و مصفا در شب تار از سر کس موشکا

دیگر

آئینہ گشتہ ز گنج صاف خشت دیدہ در صورتِ خود ہشت

مذہب الکلامی

وہ صنعت ہے کہ کلام دلیل و برہان پر مشتمل ہو یعنی اس سے بطور دلیل
نتیجہ مطلوبہ حاصل ہو جائے۔

شرک نہ در ملکتش دست سے خود تواں بود بشرکتِ خدا

اس شعر میں صورت دلیل یہ ہے۔

جس کی سلطنت میں کوئی ساجھی شریک ہو تو وہ ناقص ہے اور ناقص خدا
نہیں ہو سکتا۔

پس خدا وہ جس کی سلطنت میں کوئی شریک نہیں۔

تجسین

یہ صنعت اس طرح ہوتی ہے کہ الفاظ لفظ میں مشابہ ہوں اور معنی میں متعارف

باش بجامم کہ بجام تو ام زندہ و نازندہ بنام تو ام

دیگر

گل کہ پیر ہاش فراہم شدہ پیش پیغم پیر غم شدہ

دیگر

فلک فلک متنبہ خوش حُبت رحبت خود کو بہنزل دست

دیگر

حکمت و حکمش کندار دزدال ہم ز خلل خالی جسم ان خیال
پہلے مصرعہ میں تجنیس ہے اور دوسرے مصرعہ کے الفاظ میں شبہ اشتقاق۔

بر در تو آدہ ام شرمسار از شرمین در گزرد در گزار

دیگر

ایں خط پر ز مہر بد لب کہ می دہ؟ دیں دِ دسر مہر بد باں کہ می بڑ؟

دیگر

اشر پویندہ پولاد پائے کوہ منسا از تن کوہاں نائے

دیگر

حضرت ہانی کفِ عدل و داد جنتِ عدن ست کہ آباد باد

دیگر

ابر شدہ کوہِ بلند از شکوہ برق شدہ بر سرِ او تیغِ کوہ

دیگر

آبِ معانی زد لم زاد زود آتشِ طبعِ م تعلیم داد دود

قلب

تجنیس ہی کی قسم میں قلب داخل ہی جس کی دو صورتیں ہیں (۱) کلمہ کے
حروف بترتیب الٹ دیئے گئے ہوں۔ یہ قلبِ کل کہلاتا ہے (۲) اگر حروف بترتیب
الٹ دیئے گئے ہوں تو یہ قلبِ بعض کہلاتا ہے۔

تا بریرِ عرب اُس جمِ نشست رعبِ عرب برہمہ عالمِ نشست

دیگر

فتنہ چشمِ آمدہ ز اُسود ام تیغِ زباں خفتہ میانِ نیام
ان شعرا میں کلمات رُعب، عرب، میان، نیام میں قلبِ بعض ہے۔

اشتقاق و شبہ اشتقاق

یہ صنعت بھی ایک طرح کی تجنیں ہے۔ دو لفظ ایک مادہ سے مشتق ہوں تو اُس کا
نام اشتقاق ہے۔ یا دو لفظ مشابہ ہوں اور مادہ دونوں کا جدا ہو تو اُس کو شبہ
اشتقاق کہتے ہیں۔

دیدہ کہ نادیدہ دیدارِ تست دیدہ و نادیدہ گرفتارِ تست
دیدہ - نادیدہ - دیدار یہ الفاظ ایک ہی مادہ سے مشتق ہیں۔

دیگر

کن کن اور است ز نو تا کن انچہ کند کیست کہ گوید کن ؟
کن ، کن کند مشتقات ہیں ”کردن“ سے۔

دیگر

نامہ گل را بہ من خامہ کرد نامیہ را حرف کش نامہ کرد
لفظ نامہ کو نما اور نامیہ سے اشتقاق میں کچھ تعلق نہیں مگر مادہ کے لحاظ سے
یہ الفاظ ملتے جلتے ہیں۔ اس لیے اسی صورت کو شبہ اشتقاق کہتے ہیں۔

دیگر

کون و مکاں در خطِ امکان کائن و من کاں - گہرِ کان او
اس شعر میں پانچ لفظ ایک مادہ سے ہیں۔ اور لفظ کان کہ فارسی ہر ان سے
لتا جلتا ہے۔ یہ شبہ اشتقاق ہے۔

دیگر

سکہ خود زین فن اندیشہ زلے تانہ نشام - نہ نشیم زپاے

دیگر

حاجبِ فصل آمد تفصیل داد کرد مفصل ہم در فصل یاد

دیگر

از دو طرف تخت مطرف شود دزد و دشر بخت مشرف شود
 یہاں علاوہ اشتقاق کے صنعتِ ترصیع بھی ہے :-
 چوں اثر شوق ز غایت گزشت کفہء دانش ز کفایت گزشت
 سیاق الاعداد

یہ ہے کہ اعداد کو بترتیب یا بلا ترتیب کلام میں ذکر کریں :-
 پنج طرف پتھر چو پھر سپہر شش بہت آستہ از پنج مہر

دیگر

چار گھر کرد جاں را پدید در گزشت بہت اندر کشید

دیگر

ساتھ نہ حجرہ باز بہشت باغ بہشت بہشت از نہ اود با فراغ
 مراعات النظر

اس صنعت کا انداز یہ ہے کہ کلام میں ایسی چیزیں جمع کریں جو باہم نسبت
 رکھتی ہوں (سوائے نسبتِ تقابل و تضاد کے)

وقتِ خنیں میوہ پُر و گرم تاب دزد و دابر جاں غرقِ آب
 ابر در افشاںِ شہرِ یاقوتِ لال ابرش خود را ندید ابرِ لال

ان اشعار میں ابر، آب، دُور، دریا الفاظ متناسب ہیں۔ اور ابر و دابر شیں

صفتِ تجنیس بھی ہے۔

صفتِ قلم میں بیان فرماتے ہیں :-

آہوئے مشکینِ سرش بادشاخ وز دمِ ادِ مشکِ بصرِ افراخ
یہاں بطور استعارہ قلم کو آہو کہا ہے۔ اور آہو کی مناسبت سے سر، شاخِ ہشک
صحرا کا ذکر کیا ہے۔

یہ بھی صفتِ قلم ہے :-

در طلبِ صوف تراشیدہ سر گرچہ ہمہ جبِ کندش زبر
اس شعر میں صوف، تراشیدہ سر، جعد الفاظ متناسب ہیں۔

راکع و ساجد شدہ در ہر مقام در دلِ شبِ کردہ بیکجا قیام
'بیچِ نبودہ بقیامش قعود طرفہ کہ در عینِ قیامش سجود
راکع، ساجد، قیام، سجود الفاظ متناسب ہیں جو فقہ کی اصطلاحات ہیں۔

حاجبی از موجِ برآپ دگر بر تنِ دریا صفقانش گزر
حاجبی ایک قسم کا مہین کیڑا ہوتا ہے۔ اُس کی صفت بیان کرتے ہیں کہ لہروں سے
اُس کیڑے میں بُری رونق ہے۔ اور دریا صفت یعنی اربابِ کرم اُس کو پہنتے
ہیں۔ پس :-

موج، دریا، آب الفاظ متناسب ہیں۔

چشمِ چو بگلشنِ بختش فدا گشتِ پیادہ چو گل از پشتِ با

رے چو گل بود بہ نشتِ زمیں گشتِ زمیں پر سمنِ دیا سمن
گلشنِ بخت سے مراد کیتباد۔ مطلب یہ ہے کہ کیا دوس نے جب کیتباد کو دیکھا تو گھوڑے
سے اتر پڑا اور پیادہ پا ہو گیا۔ اس کا پھول سا منہ نشتِ زمیں پر جا رہا (ازراہِ نظم)
گویا زمین سمن دیا سمن سے پُر ہو گئی۔ رے و نشت میں تضاد ہے۔
ساتی خورشید شش ماہ پھر دُور ہی کر دو چوسم بر پھر
اس شعر میں خورشید، ماہ، سپر، دُور الفاظ مناسب ہیں۔
سینہ خسرو زنتِ ائینہ زنگ خورِ مصقلہ وصل کو؟ تا بردا ید مرا
ائینہ، زنگ، مصقلہ الفاظ مناسب ہیں۔

حوض کہ دُور شِ ز تسلسلِ نشت دُورے از دُورِ تسلسلِ بخت
فصل ہے اور شدتِ سرما کے بیان میں کہتے ہیں کہ:-

اس قدر پالا جم گیا تھا کہ حوض کے دُور کا تسلسل ختم ہو گیا۔ لیکن ماہِ رے
کے دُور کا تسلسل قائم رہا۔

دُور و تسلسل اصطلاحِ محکم اور الفاظ مناسب ہیں۔

دور کے معنی یہ ہیں کہ ایک شے موقوف ہو دوسری پر اور دوسری موقوف
ہو اسی پہلی پر جیسے مرغی کا وجود انڈے پر انڈے کا وجود مرغی پر موقوف ہے۔
تسلسل سے یہ مراد ہے کہ غیر متناہی اشیاء کا وجود ایک ہی دقت میں ایک
دوسرے پر موقوف ہو۔ اور یہ سلسلہ یوں ہی جاری ہے۔ ختم نہوتا ہو۔

خرم و خداں چو گل از بارگاہِ سحر گلستانِ دگر حبتِ راہ
خرم و خداں، گل، گلستان الفاظ مناسب ہیں۔

رُؤُوسُ الْعَجْزِ عَلَى الْقَدَرِ

یہ صنعت اس طرح ہوتی ہے کہ پہلے مصرعہ میں جو لفظ آیا ہو دوسرے مصرعہ میں اُسی کو لوٹائیں۔

عودِ قمارِ کہ ہی داد دود غالیہ می ساخت گل از دود
اس شعر میں لفظ عود اور دود کو مصرعہ ثانی میں لوٹایا ہے۔

تا کہ بغزلت نہ نشاند خیر پیشتر از مرگ بغزلت گزیر
دیگر

باد کہ اندر سہ ہد قناد تاجِ سلیمان ز سرش بُرد باد
اے سرِ حیرت تو ز اختر بلند چتر تو از ماہ بیک سر بلند
گرچہ تبد برگِ دزلے بشاخ برگِ نوا بود بجایس فراخ
می کم از تیغِ خود آں دم دین چوں کم از خونِ خود آلودہ تیغ

ترصیع

وہ صنعت ہے کہ دونوں مصرعوں کے الفاظ وزن اور قافیہ میں متحد ہوں
اور وزن میں موافق ہوں۔ ہم قافیہ نہوں تو اُس کو مائلہ کہتے ہیں۔
بادہ نوشیں بھنا خواست کرد وعدہ دوشیں بوفارست کرد

دیگر

نورِ ہدایت بچرا غم رساں بوئے عنایت بدما غم رساں

دیگر

از حدِ ماسوت بروں تاختہ بر خطِ لاهوت وطن ساخته

دیگر

ہر ہنسی یک گلِ صد آجوبے ہر چہنے صد گلِ صد آبروے

دیگر

بر لکش سایہ طرفِ بر طرف تا فلکش پایہ شرفِ بر شرف

دیگر

از دودِ طرفِ تحتِ مطرفِ شو دزدِ دُشرفِ بختِ مشرفِ شو

دیگر

غمزدگان را بطربِ لکٹای گشتگان را بکرمِ رہنمائی

دیگر

حقّ تن را بفناد رکٹای جوہرِ جاں را بہ بقارِ تھائی

دیگر

طفلِ گیار از ہوا رختِ شیر مغزِ جہاں را از صبا ز دعبیر

دیگر

گم شدہ ام۔ راہ نامیم تو باش بے لبصم۔ نور فرایم تو باش

دیگر

بے کرنے نام فردشی کند بے گہرے مرتبہ کوشی کند

دیگر

برق ہرے بتا بے دگر دشت زہر حے بابے دگر

دیگر

یتغ برگیر تاز سر برجم تیر کشائے کز نظر برجم

دیگر

مہر چہ جوئی زوقاے کثیت سے چہ منی بھفاے کثیت

دیگر

منزلِ سعیدین شود بچ تخت مجمع بحرین شود رے بخت

دیگر

ہر طرش رہ بتا بے دگر ہر قدش سیر برآبے دگر

ذوقاقتین

اُس شعر کو کہتے ہیں جس میں دو قافیے ہوں یہ بھی ایک صنعت ہے

تن ز غنیمت بہر میت سپرد بردنِ جاں را بہرِ نینیت سپرد

دیگر

چرخ زبیدا و غماں تافتہ مملکت از ظلم اماں یافتہ

دیگر

چنگِ نوازل بہو اسر کشید چنگِ نوازلہ نوا بر کشید
ہوا، نوا، سر، بر ہر مصرعہ میں دو دو قافیے ہیں۔

دیگر

خوش چرخ از علفِ خانہ خیز بہر عروسانِ سحر دانہ ریز

دیگر

جملہ عالم بوفِ جویش خاطر خسرو بہشتِ گویش

دیگر

آتشِ ازاں کہ بدلِ حال کرد دو دہرا اندر نفسِ ہاں سرد

دیگر

آبِ معانی زدِ لم ز اذدزد ز آتشِ طعمِ بے تلم دادد

تیلیج

یہ ہر کہ کلام میں کسی قصہ یا واقعہ کی طرف اشارہ ہو جو مشہور ہو یا کتابوں
میں مذکور ہو۔

شرطِ اکرم میں کہ ہنگامِ جنگ گوہر خود رنجِ پیادشِ سنگ
اس شعر میں جنابِ سالتِ ماسی کے دندانِ مبارک کے شہید ہونے کی طرف

اشارہ ہے۔

رفت و براوزنگِ سکندر
در صفِ پیلاں سدِ یاجوج بست
یہاں اشارہ ہے اس واقعہ کی طرف کہ سکندر نے قوم یاجوج و ماجوج کا حملہ روکنے کو سدِ روئیں بنائی تھی۔

تنسیق الصفات

یہ ہے کہ ایک موصوف کے کئی اوصاف بے درپے ذکر کریں۔
باد! ہمہ وقت بشادی و باز
بادہ کش وضم کش و بزم ساز
لشکرِ مشرق زاوود ہماہ بنگ
چیرہ دل خیرہ کش و تیر خنگ
خیرہ، چیرہ میں تجنیں خطی بھی ہے۔

چند ہزار شن سوارانِ کار
تیغ زن و کینہ کش و نامدار

نظم مسجع

وہ ہے کہ قصیدہ یا غزل کی ہر بیت میں سولے مطلع کے تین تین قافیے ہوں
اور چوتھا قافیہ قصیدہ یا غزل کی زمین کا ہو۔

چنانچہ اس مشنوی میں ایک مسجع غزل موجود ہے۔

اے زندگانی بخش من! لعلِ مکر گفتار تو
در آرزوئے مردِ دم از حسرتِ دیدار تو
گر شد باشد بزباں۔ یا آبِ حیوانِ در ہاں
گفتارِ میگویم کہ آں نبود مگر گفتار تو
زیں پس بخوبانِ نلگرم۔ در کویشاںِ نگرم
گرینچِ یکرہ جاں برم۔ از غمِ خونِ ار تو

در کوے تو برہرے - افتادہ می نیم سرے
 خواہی نمک نیش - خواہی کش دریش
 ہر چونکہ خواہی خوش - بر بستہ ام در بار تو
 چوں غم بگھٹا رآورم - یا گریہ رکار آورم
 یا روبرو رآورم - با سے ہمارے یوار تو

خواہی کہ برہنہ سپیش افگنی افگندہ

اینک چون سر در بندہ - نوبردہ بازار تو

دو ایک جگہ اس ثنوی میں شا رگاں قافیہ بھی آگے ہیں

اگرچہ اس قسم کے قافیہ کو اہل سخن نے جائز رکھا ہے مگر اس کو

قافیہ معیوب

معیوب سمجھا ہے۔

بادزنہ دست بدست ہمہ - وز دم او باد بدست ہمہ

ایک اور شعر میں ایسے قافیہ ہیں جن کو شائع ہاں بھی نہیں کہہ سکتے۔

باد حسن آمد از ان کہ بود - خشک شدہ شاخ ہم آں جا کہ بود

ممکن ہے کہ اس شعر کی کتابت میں کچھ غلطی ہوئی ہو۔

دو ایک اشعار میں تنا فر بھی پایا جاتا ہے۔ تنا فر سے کہتے ہیں

کہ ہر ایک لفظ بجائے خود تو فصیح ہو مگر ان کے اجتماع سے تلفظ

تنا فر

میں گرانی پیدا ہو جائے اور وہ زبان پر آسانی سے رواں نہو سکیں جیسا کہ

حضرت نظامی کے اس شعر کا دوسرا مصرعہ مشہور ہے:

ز نیم ستوران در اہن دشت - زین شش شدہ آسمان گشت

اس ثنوی کے یہ دونوں شعر ہی اسی طرح کے ہیں۔
 ہست زیکو تو میراث شاہ من سہ شاہم تو میراث شاہ
 مصرعہ ثانی میں زرسش کے اجتماع سے کسی قدر ثقالت
 پیدا ہو گئی ہے۔

زشت ترازنگ شدہ بوئے شاہ پست تراز پشت شدہ بوئے شاہ
 دوسرا مصرعہ زبان پر آسانی سے جاری نہیں ہوتا۔
 پائے ستوراں بریں رُشدہ گاؤزیں رُسم شاہ سرشدہ
 دوسرے مصرعہ میں ایک گوشتِ ثنویت پیدا ہو گئی ہے زرسش کے
 اجتماع سے

مولانا شبلی مرحوم نے شعرِ مجسم میں حضرت خسرو کی
 لفظی رعایتوں کا ذکر ان الفاظ میں کیا ہے کہ ”کیس کیس
 وہ ضلعِ جگت کی حد کو پہنچ گئی ہیں“ لیکن اس ثنوی میں تو
 صرف ایک شعر جس کو ضلعِ جگت کہہ سکتے ہیں۔

طفل شگوفہ برہ افتاد و مرد شاخ بدید و بغداد سپر
 جس طرح خوب نظمی کی ثنویات خمسہ میں سے سکندر نامہ
 کو زیادہ شہرت اور قبولیت نصیب ہوئی اسی طرح خسرو کی کام
 ثنویات میں قرآنِ احمَدین کو قبولِ عام کا فخر حاصل ہوا۔

اب سے نصف صدی پہلے تک جب کہ فارسی زبان کی درس و تدریس کا عام مروج تھا سکند زمامہ اور قرآن السعیدین یہ دونوں ثنویاں ہمارے مکاتب میں داخل درس تھیں۔ اسی لیے بڑے بڑے قابل لوگوں نے ان کتابوں پر حواشی لکھے اور ان کی شرحیں مرتب کیں۔ رفتہ رفتہ وہ رواج کساد سے تبدیل ہوتا گیا۔ یہاں تک کہ اب ان کتابوں کے پڑھنے پڑھانے والے نادرات روزگار میں شمار ہونے لگے۔

قرآن السعیدین کے اسباب قبولیتِ اولیٰ ہند خصائص ہیں جن کا ذکر ہو چکا ہے۔ اور ان خصائص نے اس ثنوی کو محض ثنوی نہیں رکھا بلکہ نظم کے اصنافِ ثلاثہ کا ایک بامزہ مرکب بنا دیا ہے جس میں ہر مذاق کا سامانِ ضیافت موجود ہے۔ قصیدہ کی جگہ قصیدہ غزل کی جگہ غزل اور ثنوی کی جگہ ثنوی۔ پھر ثنوی میں محض قصہ گوئی پر اکتفا نہیں کیا بلکہ ہر موسم اور اُس کے لوازم کی تفصیل ہے۔ ہندوستان کے پھولوں اور پھلوں کا ذکر ہے دلی اور اُس کی عمارتوں کا بیان ہے۔ یہ مضامین اہل ہند کے لیے قدرتاً موجبِ بساطِ خاطر ہیں۔

اصل قصہ بھی ہندوستان کا ایک تاریخی واقعہ ہے اور حضرت خسروؑ نے اکثر چشم دید حالات کو نہایت وضاحت و نظم کیا ہے۔ اس لیے تاریخی حقیقت بھی وہ حالات قدر و وقعت کے قابل ہیں چنانچہ بعد کے مورخین نے قیقاہ کی سلطنت کے ذکر میں اس ثنوی کے اشعار سے اکثر واقعات کا استناد کیا ہے۔

انجامِ خوبیوں کے علاوہ تشبیہ و تمثیل کی ندرت، اسالیبِ بیان کی تازگی، نثری الفاظ کی کثرت اور سببِ بالا تر خسروؑ کا سن بیان ہے جس نے اس ثنوی کو قبولِ عام کا خلعت پہنایا تھا۔

خامنه

(از خاکسار مفتد مه نثار)

مثنوی چند بخر این مثنوی
 هست نثار مستلم خسروی
 خرم و خداں چو گل بوستان
 تحفه نغمه ست پئے دوستاں
 ہاں بگرایں نامہ کہ دانش نام
 یافت از اں جملہ فراتر مقام
 چشم ہنر بین شدہ حیران او
 ریختہ نیزنگ ز الوان او
 دیدہ بیندہ گمہ دیدنش
 سیر نگردیدہ ز گل چیدنش
 ہر چہ فزون نید - فزون شد ہوس
 کردنا ہا حسنہ و مکنت رس
 بیت قصیدہ جو منہ در کشت
 ہر غزلے ہچو غزال بہشت
 موج زناں نظم جو آب رواں
 از نفس طوطی غلب لیلیاں
 داد نو اسبخی آن غنہ گو
 تا بد ہد بلبل شیراز کوہ
 طوطی ہندار بنوا آمدے
 بلبل از ایراں بہ شنا آمدے
 من کہ ندا غم روشن پرسی
 بے خبر بندیم اروا رسی
 من ز بحانفت سخن از کجاہ
 کاسہ تہی و تمس از کیما!
 گر ز کجی ساز خطامی ز غم
 بانگ کرم زن کہ کجای ز غم
 و قلم افتادہ دریں باب راست
 رایتش حضرت نواب راست
 خان فضائل چشم اسحق خاں
 آئینہ حسرتی کنتہ داں
 پر خذر م از سر سودا و سود
 دایم دلم خاطر دالاش بود

۱۲
 ۱۳
 ۱۴
 ۱۵
 ۱۶
 ۱۷
 ۱۸
 ۱۹
 ۲۰
 ۲۱
 ۲۲
 ۲۳
 ۲۴
 ۲۵
 ۲۶
 ۲۷
 ۲۸
 ۲۹
 ۳۰
 ۳۱
 ۳۲
 ۳۳
 ۳۴
 ۳۵
 ۳۶
 ۳۷
 ۳۸
 ۳۹
 ۴۰
 ۴۱
 ۴۲
 ۴۳
 ۴۴
 ۴۵
 ۴۶
 ۴۷
 ۴۸
 ۴۹
 ۵۰
 ۵۱
 ۵۲
 ۵۳
 ۵۴
 ۵۵
 ۵۶
 ۵۷
 ۵۸
 ۵۹
 ۶۰
 ۶۱
 ۶۲
 ۶۳
 ۶۴
 ۶۵
 ۶۶
 ۶۷
 ۶۸
 ۶۹
 ۷۰
 ۷۱
 ۷۲
 ۷۳
 ۷۴
 ۷۵
 ۷۶
 ۷۷
 ۷۸
 ۷۹
 ۸۰
 ۸۱
 ۸۲
 ۸۳
 ۸۴
 ۸۵
 ۸۶
 ۸۷
 ۸۸
 ۸۹
 ۹۰
 ۹۱
 ۹۲
 ۹۳
 ۹۴
 ۹۵
 ۹۶
 ۹۷
 ۹۸
 ۹۹
 ۱۰۰

تا ختم ہرزہ براہِ دراز
 نوبتِ سیری و منم طفلِ راہ
 خوش مثلے گفتہ و در سفتہ اند
 نیز سپاہِ بجنابِ بشیر
 یاوری او کہ بے کار کرد
 خامہ زنِ من کہ حسنِ حقیقت
 ہر دورے نقشِ نو آئینِ متن
 کہ لکب و برُخ کاغذِ داں
 عارض کاغذ کہ سمن زار بود
 لاجرم آن کاغذ زارِ حسیں
 از خمِ شان خامہ کہ دُر دی کہست
 شعر تو لے خسر و شیریں بیان
 خضر توئی و سخنِ آبِ حیات
 شعر تو پروردہ در دست و سوز
 گرچہ گزشتہ است شبش صدوں
 تا دمِ گرمِ توفعناں برکشید
 بر اثرِ حکم نہ از رویِ آرز
 عاجزیم و عاجزیم عذرِ خواہ
 ”سیری و صد عیبِ جنسِ گفتہ اند“
 خلق وے آمیختہ شکر بہ شیر
 از کتب خواستہ انبار کرد
 رہرو آہم و خطش کشتی ست
 لعل و دُر از نوکِ قلمِ بختین
 لیک نہ بینی ز سترونِ نشان
 گشتہ کنوں سُرخ و سیاہ و کبود
 شد ہمہ تن پیرہن کاغذ
 یادِ بزرگانِ دور وے خوش
 زندہ جاوید - تو ہم زندہ مان
 نوش تو باد سخن از عینِ ذات
 شعلہ او سرزد گشتہ ہنوز
 لیک نہ کم شد قفِ سوزِ دروں
 آتشِ سوزندہ زباں در کشید

شاد بجاں خسر و جنت نشیں

باد بجاں تو بحقِ مسرین

۱۰ شیخ بشیر الدین صاحبِ لال کرتی آنزیری مجتہد میر رحمۃ اللہ علیہ ایلیم حسنِ حقیقتی اندر کو شایگانِ میر رحمۃ اللہ علیہ
 ۲

مثنوی

قرآن السَّعیدِ

خسرو

ساخته گشت از روشش نامه
از پسشش باچینش نامه
در رمضان شد بعبادت تمام
یافت قرآن نامه سعید نام
آن چه بتاریخ ز هجرت گزشت
بود نه ششصد و هشتاد و هشت
(از مثنوی قرآن السَّعید)

فہرست مضامین

متن

قرآن السعدین

شکوئی ہذا کے عنوانوں کی دو قابل لحاظ خصوصیتیں ہیں۔ ایک تو یہ کہ وہ بھی منظوم ہیں دوسرے یہ کہ اول سے آخر تک اس طرح مرتب و مسلسل ہیں کہ ان کو بہ یک نظر پڑھنے سے کتاب کے مضامین کا ماقبل و دل خلاصہ عمدہ طور پر مفہوم ہو جاتا ہے۔ چنانچہ خود مصنف علیہ الرحمۃ نے ان اشعار میں اس کی جانب کنایہ فرمایا ہے ۵

طہر سخن را روشن نوہم	سکڑایں ملک بختہ و دہم
نو گم اندازہ رسم کن	پس روی پیش روان سخن
در نگرم تاجہ در افتانہ ام	تا بچہ ترتیب سخن راندہ ام
کامم ازیں نامہ عنوان کشاے	نام بلند ست کہ ماند جاے (صفحہ ۲۳۸-۲۳۹)

اس لئے مناسب سمجھا گیا کہ فہرست مضامین میں ان عنوانوں کو یک جا کر دیا جاے اور عنبر لیں جو متن کے اندر بیچ بیچ میں آتی جاتی ہیں ان کا سلسلہ جدا قائم کر دیا گیا ہے اور بطور حوالہ کے صرف مطلع کا پہلا مصرعہ درج کیا گیا ہے۔

اسی ضمن میں چند الفاظ شکوئی کے اشعار کی تعداد کے متعلق کہنا چاہتا ہوں۔ کیوں کہ مولانا محمد اسماعیل صاحب مرحوم (غالباً مقدمہ کے ختم کرتے ہی انتقال فرما جانے کی وجہ سے) متن کی جانب توجہ نہ فرما سکے تھے اور مقدمہ کے اندر انہوں نے صرف یہ تحریر فرمایا ہے کہ حضرت

امیر حسن ثنوی کے اشعار کی تعداد ۳۹۴۴ بتائی ہے ۵ ورز جمیل باز کشائی شمار

نہ صد و چار و چیل و سہ ہزار (صفحہ ۲۴۴ متن ۹۵ مقدمہ)

مگر موجودہ نسخہ میں یہ تعداد صرف ۳۶۹۰ ہے، یعنی ۲۵۴ ابیات کم ہیں۔ ۷، عنوانات کے ۷ اور ۲۱ غزلوں کے ۱۹۰ اشعار (اصل ۳۹۴۴ یا موجودہ ۳۶۹۰) کے علاوہ ہیں
محمد مقصدی خاں شہرانی

نمبر شمار	مضمون	صفحہ
۱	شکر گویم کہ بتوفیق خداوند جہاں نامِ ایں نامہ والا است قرآنِ سعیدین	۱
۲	در تفتع بہ و رحمت کہ گنگاراں را داد بارانِ گنہ شوے زینِ غفران	۷
۳	نعتِ سلطانِ رسلِ آنکہ میجا بدیش پڑہ دارے ست نشہ زینِ شاد و ایں	۱۱
۴	وصفِ معراجِ پیمبر کہ شبِ روشن شد بسترِ اسریٰ ش زلفِ شیشکِ نشان	۱۶
۵	مدحتِ شاہ کہ نامش فلکِ فہ چنانکہ نقشِ آں داغ شدہ خنکِ فلکِ بڑاں	۲۱
۶	در خطابِ شہ عالم چو بسکِ خدمت ایم و ایں گہرِ چند فشانم ز زباں	۲۵
۷	صفتِ حضرتِ دہلی کہ سوادِ اعظم ہست منشوری از خزائے نشان	۲۸
۸	صفتِ مسجدِ جامع کہ چنان است درو شجرہ طیبہ ہر سوے چو طوبی بچاں	۳۰
۹	صفتِ نکلِ منارہ کہ ز رفعتِ نگش از پئے خنجرِ خوشید شدہ نگِ نشان	۳۰
۱۰	صفتِ حوض کہ در قالبِ گیس گوی ریختہ دستِ ملکِ آبِ خضرِ صوٹاں	۳۲
۱۱	صفتِ فضلِ مے و سرمدی ہر شہِ شرق و آدن تیغ کشید ز پئے ضیاء جہاں	۳۷
۱۲	صفتِ آتش و آں گرم رویاںش بجز کدشب در درو بو ذبیحِ دل و میوہ جہاں	۳۹

نمبر شمار	مضمون	صفحه
۱۳	جنش شاه زدهلی زپے کین پدر	۴۸
۱۴	صفت قصر نو و شهر نو اندر لب آب	۵۴
۱۵	صفت فصل خزاں و مغل غم پناه	۵۸
۱۶	صفت فصل بهار اں که چنان گزید باغ	۶۸
۱۷	صفت موسم نوروز و طرب کردن شاه	۷۳
۱۸	صفت چتر سیه که پے چترم خورشید	۷۴
۱۹	صفت چتر سپید از پس اں چتر پناه	۷۵
۲۰	صفت چتر که لعل است چو خورشید صبح	۷۵
۲۱	صفت چتر که سبزه است ز سر سبزی شاه	۷۶
۲۲	صفت چتر که گل گز شده از گل گز او	۷۷
۲۳	صفت درباش که نزدیک است از هیبت شاه	۷۸
۲۴	صفت تیغ که با خضم نیامش گوید	۷۹
۲۵	صفت چرخ کما لے که باز دوی شست	۸۰
۲۶	صفت تیر که بارانش بغایت سخت است	۸۱
۲۷	صفت رایت لعل و سیه اندر سر شاه	۸۲
۲۸	غم سلطان بسوے هند بپایان بها	۸۷
۲۹	ذکر باز آمدن قلب شه از قتل مغل	۹۱
۳۰	نامزدگشتن لشکر بزرگ سوے اوده	۱۰۰
۳۱	صفت موسم گرما و بره رستن شاه	۱۰۶
۳۲	صفت خرپزه که پردلی آنجا که بود	۱۰۹

نمبر شمار	مضمون	صفحہ
۳۳	ذکر پیغام پدر سوئے جگر گوشہ خویش	۱۱۴
۳۴	گفتن شاہ جہاں پاسخ پیغام پدر	۱۱۶
۳۵	باز پیغام پدر بر پسر خود کہ برزم	۱۲۰
۳۶	باز پاسخ ز پسر سوئے پدر کا سپہ مرا	۱۲۳
۳۷	باز پیغام پدر جانب فرزند عزیز	۱۲۶
۳۸	باز از شاہ جہاں پاسخ پیغام پدر	۱۲۸
۳۹	از پدر آردن شاہ جہاں کیکا دُوس	۱۳۴
۴۰	رفتن شاہ کیو مرث و بتوزک عرض	۱۳۷
۴۱	اتصال مہ و خورشید و قرآن سعیدین	۱۴۴
۴۲	صفت کشتی و دریا بمیان کشتی	۱۴۵
۴۳	ذکر در اسب فرستادن سلطان بہ پدر	۱۵۲
۴۴	وصف اسباب کہ ز شہرت بخروج و بہ خول	۱۵۳
۴۵	صفت آن شب با قدر کہ تا مطلع فجر	۱۵۹
۴۶	صفت شمع کہ چون بر سر ش آید مقرر	۱۶۲
۴۷	صفت نور چہ راغی کہ اگر بر تو او	۱۶۳
۴۸	صفت سیر رنج و روش منزل	۱۶۴
۴۹	صفت اخروآن طالع و وقت مسعود	۱۶۷
۵۰	صفت بادہ کہ بینی چو خط بغدادش	۱۶۲
۵۱	وصف قزاق کہ بہر حرم خستہ روز	۱۶۳
۵۲	سخن از وصف صراحی کہ گران نازک را	۱۶۴

نمبر شمار	مضمون	صفحه
۵۳	سخن از وصف پیاله که بر لب جنبش بل	۱۴۴
۵۴	صفت ساقی رعنا که کندستان را	۱۴۵
۵۵	صفت چنگ کعبه موسی که بکایت	۱۴۶
۵۶	صفت کاس بابی بسرش کنج دست	۱۴۸
۵۷	صفت ناله که هر لحظه ز دم داوین ادا	۱۴۹
۵۸	صفت دست که در دست کاس بدیا	۱۸۰
۵۹	صفت پرده و آن پره نشینان شگوف	۱۸۱
۶۰	صفت مائه خاص که از خوان بهشت	۱۸۳
۶۱	صفت سیره تنبول که نزد همه خلوت	۱۸۵
۶۲	صفت نغمه گری های زنان مطرب	۱۸۶
۶۳	صفت تاج مکتل که سپر یافت ز شاه	۱۸۹
۶۴	صفت تخت که همچو فلک ثابت بود	۱۸۹
۶۵	صفت پیل که شد داد بفرزند عزیز	۱۹۰
۶۶	صفت صبح و کلاه سیاه و چتر پیچید	۱۹۵
۶۷	صفت چشمه خورشید بدریای سپهر	۱۹۷
۶۸	شب دیگر ز پل عیش ملاقات و شام	۲۰۱
۶۹	درد دایع و دگر ایمی که پدر را در اشک	۲۱۱
۷۰	صفت موسم باران و بره رفتن شام	۲۱۶
۷۱	سخن از وصف قلم آنکه بلوح محفوظ	۲۲۵
۷۲	صفت مجره کوگر چه سیاه دارد دل	۲۲۷
	خون قرابه سوی او دست هر وقت کنال	
	بیک آمدند خود همیشه دست و غلطان	
	موی ساقی دگرش تا بر میس آوین را	
	که در آن کاسه خالی ست نغم چند الوان	
	کله مطرب پر باد شود چون آب سال	
	صحن کرداشته و کوبش پابین بجه پسا	
	که هر دست نمایند هزاران دستار	
	چاشنی داد بهر کام و زبان لذت آن	
	به از آن نیست بنای تمه هندوستان	
	که بس لحن کند ز پره جو گیرند الحان	
	آن سپهر که بر کس تاج شد از خاقان	
	و از شبه شرق بخورشید شرف داد مکان	
	که شد از جنبش او کوه بود دریا لرزان	
	رفتن شبه پدر روز و شب نور افشان	
	که کند پر تو او ماه سمار آبا با	
	دزد پدر دادن پند و ز سپهر گوش بر آن	
	مردم دیده همی رفت ز چشم گریبان	
	جانب شهر شدن از لب حکم بکران	
	هست اول صفتش با خلق الله بخوان	
	آن سیاهی دلش مایه علم ست و بیان	

مضمون	صفحہ	نمبر شمار
صفت کاغذ سیہیں کہ پئے دو د قلم	۲۲۸	۷۳
ذکر باز آمدن شاہ بدولت گنہ شہر	۲۳۱	۷۴
سخن از ختم کتاب و خطا خواہش عذر	۲۳۵	۷۵
صفت خاتمہ و قطع قسطنطنیہ	۲۴۴	۷۶
شد سخن ختم قبولے کہ خدائش دادہ است	۲۵۶	۷۷

غزلیات

۱	اے زندگانی بخش من لعل شکر گفتر تو -	۲۷
۲	اے دہلی واسے بتان سادہ -	۳۶
۳	شد ہوا سر کنوں آتش و خرگاہ کجاست -	۴۷
۴	سوار چابک من باز غم لشکری دارد -	۵۷
۵	برگ ریز آمد برگ گل و گلزار برفت -	۶۷
۶	آمد بہار و شد چمن دلالت زار خوش -	۷۲
۷	گل امر و ز آخرین شب مست برخاست -	۸۶
۸	دوش ناگہ مہین دل شدہ آں مہ بر سید -	۹۰
۹	تین گیسر تاز سر برہم -	۹۶
۱۰	از دل پیام دارم برد دست چوں رسام -	۱۰۵
۱۱	بلوغ سایہ بیدست و آب در سایہ -	۱۳۶
۱۲	وہ کہ اگر روے تو در نظر آید مرا -	۱۴۳
۱۳	خوڑم آں لحظہ کہ مشتاق بیارے برسد -	۱۵۲

نمبر شمار	مضمون	صفحہ
۱۴	زمرہ کرشمہ یک رہ گزرے بسوے من گن	۱۵۹
۱۵	مُتر بکشاے لعل میگوں را	۱۹۴
۱۶	آفت زہد و توبہ شد ترک شراب خوار من	۲۰۰
۱۷	آرام جاغم میر و دجاں را صبوری چوں بُو	۲۱۰
۱۸	سخت و شوارست تنہا مازن از دلدار خوش	۲۱۶
۱۹	بازا بر تیرہ از ہر سوے سر بر می کند	۲۳۰
۲۰	عمر نو گشتہ مرا باز کہ جاں باز آمد	۲۳۴
۲۱	نامہ تمام گشت بجائناں کہ می برد	۲۵۵



نوٹ۔ مندرجہ بالا طریق پر مضامین من کی فہرست مرتب ہو چکنے کے بعد حضرت امیر کے دیوان بقیۃ النقیۃ کے ایک نہایت قدیم نسخہ کا حال معلوم ہوا جس کے مضامین کی فہرست بھی منظوم عنوانوں کے یک جا جمع کر دینے کے ذریعہ سے مرتب کی گئی ہے اور اغلب یہ کہ یہ ترتیب خود مصنف رحمۃ اللہ علیہ کی دی ہوئی ہے۔ علاوہ بریں اس مشنوی کے اندر جن اتفاق سے ایسی قبالانہ اور پر از معلومات تمہید و تنقید کا جمع ہو جانا بھی ایک نہایت عجیب اور نادر قرآن السعدین ہے۔ ایک سے زیادہ امور میں توار و در حقیقت ایک ایسا الطیف ہے جس کی توجیہ صرف خسر و کے روحانی فیض کے حوالہ سے ہو سکتی ہے۔ بر و اللہ مضجعہ۔

محمد مقصدی خاں شہر دانی

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

شکر گویم کہ بتوفیقِ خداوندِ جہاں	بر سرِ نامہ توحید نوشتم عنواں
نامِ ایں نامہ والا است قرآنِ سعید	کز بلندیش بسعدین سپہرِ قیاس
حمدِ خداوندِ سرِ ایم نخست	تا شود ایں نامہ بنامش درست
واجبِ اولِ بوجودِ دم	نے بوجو دے کہ بود از عدم
پیشتر از وہمِ خسرو پر وراں	بیشتر از فہمِ فراست گراں
نورِ فراتے بصرِ دور میں	دیدہ کٹائے دلِ عبرت گزین
فکرتِ صاحبِ خرداں خاکِ او	معترفِ عجزِ درادراکِ او
دلِ متحیر کہ چہ داند ورا	روحِ دریں گم کہ چہ خواند ورا
زہرہ ندارد در دستِ خیر	تا کند اندیشہ دریں راہ تیز

۱۔ یعنی خداوند تعالیٰ واجب الوجود است ای ذاتِ مطلق وجود و اول ست ای وجود ہے پیش از ہمہ
 چیزست پس واجبِ اول صفت بعد صفت ست مر خداوند را و اول راضعت واجبِ اشتق از برائے اخر ز مکنے کہ
 واجب البیرست ۲۔ یعنی بصری کہ نظر بر عواقب امور و نحو مضحک و مصالح ایزدی می اندازد نور بعین و نشانائی
 اور ای افزاید ۳۔ ازاں روست خیر گفتہ کہ جولان ہے اول در اثرست بدریافت آثار و زمانہ ۱۲

لیک سخن کے رسد آنجا کہ است	آدمی ایں جالبینجی راہ جو ست
معرقتش از ہمہ پوشیدہ رہے	ہر کس از آئندہ در گشت و گوے
علت و معلول در وہر دو گم	رخشِ عل در ہش افگندہ ستم
در برد الا کہ بتوفیقی او	کس نہ در راہ بہ تحقیق او
ہستی بے نیست ندانم کہ ہست	من کہ ہمہ ہستی من نیستی ست
واں ہمہ بانستی مایکے ست	ہستی مانزد خرد اندکے ست
آنکہ ورا نیست ز ہستی گذر	نیست شناسندہ ہستی مگر
ہست بود نیست شود ہر چہ ہست	نیستی از ہستی اوشت دست
زندہ باقی بقیائے ابد	ثابت مطلق بصفات احد
ماند در آخر کس از ویش نہ	بود در اول کس از ویش نہ
نقشِ فنا با بدش یار نے	حادثہ را با از شش کار نے
ہم ز خل خالی وہم از خیال	حکمت و حکمش کہ ندارد زوال
ثانی اوستغ اندر وجود	کرد خرد و وحدت اور اسجود

اسم افگندن کنایت از مجرہ و در مانن ست حاصل معنی ایں کہ چون دلیل در راہ معرفت حق بجائے
 ز رسید بے مدائے کہ بے ثابت شود و معلومے کہ از وسے حاصل آید نیز کم و لا شے خواہد بود پس ہم علت گم
 وہم معلول ۱۲ اسے ثابت اے موجود ایم مطلق اسے منزہ از جمیع قیود۔ مراد با وحدت صفات آنکہ ہر یک
 از صفات حق فی نفسا واحد ست کمتر و تعدد بکثرۃ تعلقات ست مثلاً علم یکے ست و کثرت او باعتبار کثرت
 معلومات ست و قدرۃ یکے تعدد او باعتبار تعدد مقدر ست ایں نہیں سایر صفات ۱۲

خیرت غیر از قدرش دیر	پاک ز امکان تغیر چو غیر
شرک نہ بر مملکتش ہست سائے	خود نتوان بود بشرکت خدائے
فطرت ہستی نہ با سبب ساخت	بے سبب غیر علم بر فراخت
نقشِ صورت کرد - بآلت نہ کرد	بر فلک طبع حوالہ نہ کرد
چون و چرا نقش طراز ترست	آئینہ صورت از روشن ترست
آں کہ نگنجد بخیال و صورت	چون و چرا کے کند آں جا گذر
پاک ز آلودگی آب و خاک	پاک تر از ہر چہ بگویند پاک
نہ کس از وزادہ حقے او ز کس	زادن و نازادن باز دست پس
دیدن خود گفت بباد نہ ہفت	شاد ہماں کس کہ بید و گفت
دیدن او ہست ز مردم دروغ	تا ہم از و دیدہ بید فروغ
چشمِ بہت بینش چہ بنید بنور	تا نکند خود بہت از دیدہ دور
بستہ مکان را بہجاتِ موصفات	ہم ز مکان فارغ و ہم از بہات
بے ہمہ جا و ہمہ جا دروں	در ہمہ جا و ز ہمہ جا بروں
راستی او بدرستی کہ خواست	راست و درست آنچه کہہ جملہ راست

یعنی مرتب حق جل شانہ تعالیٰ ترست از انکہ غیر او بر و غیرت برد و دھوی مساوات او کہ نہ غیرت و اقران و وصفہ ممکن الحصول باشد منزہ است از امکان تغیر و ایں بیت ترجمہ آید کہ لا تدکھلک البصار و هوید کہ لا بصارت یعنی بینائی ہا و ارانے یا بند و او بینائی ہا یعنی یا مدینی یا احکم داد کہ من بر ملا نظر بنجہ ایم عبدل پوشیدہ از چشم ظاہر و از چشم شین اوج مردم تدریس مصداق تلخیص سبب حدیث کہ چون آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم از معراج باز آمد صحابہ پرسیدند کہ یا رسول اللہ تو خدا را دیدی یا جواب گفت خدائے تعالیٰ تو نیست چہ دلور دیدہ شود ۱۱

داده درستی بشکست دلاں	راست وی برده زبے حاصل
گم شدگاں را بکرم رہنمائے	غمزدگاں را بطربال کشائے
محرم ہر شب کہ چرخ غیش نیست	مونس ہر دل کہ فرغش نیست
ہر چہ جزا و بندہ فرمانِ اوست	ہر چہ تہاد و در خط امکانِ اوست
منتِ روزی نہ نند بر کے	روزی ہر کس برساند بے
جستہ و ناجستہ بخوارید	داد بلبِ روزی تن را کلید
ہر چہ کند کیست کہ گوید مکن	کن مکن اور است ز نو تا مکن
ہر سہ روز یافتہ تسلیم و بس	عالم بر حق نہ بتعلیم کس
کلی و جزیش بود زانِ خیر	ہر چہ کند در کل و در جزا اثر
اوبشب تار بداند کجاست	مورچہ جائے کہ نند پائے رست
خامہ گزاقِ تسلیم صنعِ اوست	انچہ بہستی رقمش حرفِ جوست
نورِ فرائے قس و مشتری	صانعِ بے عیبِ نعلتِ بری
پردہ براندازِ سپر بلند	غالیہ سائے شبِ مشکین پرند
سبز کن خاک بتا شیر آب	نورِ دہ انجسمِ خورشید تاب

۱۔ ماسوائے حق داخل امکانِ اوست ۲۔ از جملہ ممکنات مخلوقہ اوست یا انکہ از قدرتِ اوست یعنی ایجاد و عدم آن نزد او برابر است امکانِ معنی قدرتِ بسیار آمد ۳۔ یعنی لبِ را کلید تن گردانید کہ از بے در روزی او کشادہ شود بدانکہ روزی کہ مفہومِ رزق است مخصوص بخوردنِ آتش میدنِ نیست بکہ ہر چہ شخص کہ در معیشت و تمدن محتاجِ آفتِ روزی اوست و میتواں از کلید سخن مراد داشت زیرا کہ سخنِ سببِ تحسینِ سببِ معاش است ۱۲

حقّ تن را بقناد و رکشاے جو ہر جاں را بقبار ہنماے
 ز آبِ غایت گہرا نیچختہ در صدفِ کن فیکوں نختہ
 قطرہٗ احسانش بفسیضِ عیم حلّ صدف بستہ ز درِّ یمیم
 مجلہ کشِ جلوہ بکرانِ باغ خاص کنِ عطرِ قصہٗ دلغ
 نقشِ طرائف کہ بصنعِ بدیع راند قلم بر صفحاتِ ربیع
 نامہٗ گل را بہمنِ خامہ کرد نامیہ را حرف کشِ نامہ کرد
 سنبُل تر بر بُرخِ گلشن کشید سنبُلہ را داندہ بخرمن کشید
 طفلِ گیار از ہوا ریخت شیر مغرِ جہاں را ز صبا زخمیر
 نافِ شکوفہ ز بخورِ نسیم کرد بعضہ نفسی متقیم
 جلدِ سمن را کہ ورق کرد باز مہرِ خورشید داد بعنوانِ راز
 چشمِ سحاب از غم دریا کشاد چشمہٗ آب از دلِ خارا کشاد
 چارگاہ کرد و جہاں را پدید در کرہٗ شش بہمت اندر کشید
 دورِ زمیں را بر زماں باز بست دام و دود از مے با مان باز بست

لے تو اندک اگر جو ہر ازل کہ روحِ مخمّیست مراد باشد و ریختن در صدف کن فیکوں عبارت از ایجاد و دست و توانا نگاہ
 انسان مراد باشد و از صدف کن فیکوں فلک یا عالم ۱۲ لے اضافت نامہٗ گل بیان بہت و نمائیکہست یعنی بالیدگی
 نامیہ قوتی کہ کفایت نمودار و تقریبیست آنکہ اللہ تعالیٰ از بر لے نوشتن نامہٗ گل بہتہ آفریدن گل بنا را بجائے قلم و نامیہٗ از مغز لہ
 کاتب نامہٗ گل سافت ۱۲ لے بخور و شویے مغیرہٗ نفسی کہ است و با نفسی تحمل کہ خاری باشد یعنی نیکتر یعنی یک عجز الود نفس متقیم
 ای ورت ویر یا بخیل کر لے موی یعنی مصد باشد لے عجز الود نفس بودن فاعل ا واللہ تعالیٰ ست و مفعول ا و ناف شکوفہ
 یعنی ناف شکوفہ مغیرہٗ نفس است یا آنکہ مغیرہٗ نفس بودن وجه اتقانت و او و بعضی نیز بہتہ مغیرہٗ نفس لے مغیر
 نفس بودن ثابت نمک و ۱۲

طوقِ زمیں کر دگرہ برگرہ	سلسلہ آب زن بر زرہ
نار بہ پیہ امن آن بر فرخت	باد محیطِ کرہ آب ساخت
نورِ دل از سینہ مردم نمود	گلِ شب از دیدہ انجم نمود
کرد بتقویم خنایت درست	طالعِ مردم ز شمارِ نخست
کاس بتصور نماید جمال	ز آب چنان کرد مصوّر خیال
کش بدل خود نتوان نقش بست	نقش چنان بست بہترین کہ بہت
ز آب و گلے کرد عمارت گری	قصرِ جد را بہ ہمیں داوری
جانزہ سہر آئی نوشت	دفترِ دل را خطِ شاہی نوشت
پر توے از نورِ خدایش داد	جاں کہ بہ جسمِ روایش داد
وز سخن آفاق پُر آوازہ کرد	گوشِ باد از سخن تان کرد
از عدم از بے بوجوہ آدمیم	ما کہ نبودیم۔ بود آدمیم
دولتِ ایں خانہ کہ دادے با	کیں در اگر او نکشادے با
چشمِ کشاند کہ شناسائیم	نورِ بصرداد کہ بیناسائیم
تے ز خود آگاہ بے نے از خدا	معرفتش گر نشدے رہنما
شکرِ جنسِ مرجمتے چوں کہم	گر ہمہ زانیش جگرِ خو کہم
ولے براں کس کہ نگوید سپاس	طاعتِ مانے کہ مش بے قیاس
از تو خدائی وز ما بندگی	اے صفتِ بندہ نوازندگی

گر چه نیاید ز من خاکسار ز آنچه شوم بر درِ تو رستگار
ہم بتو ام ہست اُمید تمام کز درِ تو رد نشوم و اُستلام

در تضرع بہ در حق کہ گنگاراں را

داد بارانِ گنہ شوی ز عینِ غفران

اے بجلالت قدم آراستہ	شبہ شبہت زمیاں خاستہ
ذاتِ تو پیدا ہونے پہ چون	من ز تو پیدا ہوا تو از خویش تن
نیست شناسائے کمال تو کس	ہستی خود ہم تو شناسی بس
دانشِ ہر کس کہ بسویت گزشت	یک دو قدم رفت عُمان تا گشت
فکر دریں پردہ بہ راز ایستاد	بانگِ ندش حیرت باز ایستاد
عقل دریں خطہ مانے نیافت	خطِ اماں جست و نشانے نیافت
دل بتو داوہ است نشانی مرا	در تو رسم گر برسانی مرا
سوئے خودم کش کہ آئی شوم	خازنِ گنجینہ شاہی شوم
اں غلِ آور ز من اندر وجود	کاں بتو ام راہ تو اند نمود
و آنچه دلم راز تو دوری دہ است	دور ترک دار کہ دوری بہ است
نورِ بصر دہ بشناسایم	تا بنو جب نہ بہ تو بنیائیم

۱۔ شبہ قول یعنی شک و شبہ بالکسر یعنی نظیر یعنی اس شبہ لز میاں برخواست کہ کے نظیر تو باشد شرح آیہ ایس کثلہ شئی

قوتِ دل بخش ز دینِ خودم
 تا چو ز عونِ تو قوی دل شوم
 درد ندارد دل بے حاصلم
 حسنِ عمل نیست کہ پیش آورم
 بر من رسوا شدہ عیبِ کوش
 گر ہمہ نیک ست عمل یابدم
 چوں کثریِ دل کندم خود پرت
 و رہسوئے راستی آید سرم
 ہر رہِ خیرے کہ بگیرم بی پیش
 و انچہ بد رہ برد انچہ کار
 معرفتِ مہ کہ ثنا سا شوم
 نورِ ہدایت بچہِ غمِ رساں
 لے ز کرم بردلِ مادر کشاے
 بردِ تو بستہ ام امید بار
 باز کن از روضہٴ رحمت دے
 از درِ خویشم بدر کس مراں
 من کہ بکلم تو دریں کار گاہ

سینہ قوی کن سقیینِ خودم
 بو کہ تو انم کہ مہنزل شوم
 چاشنیِ درد نہ اندردلم
 عذر بر سوائیِ خویش آورم
 عیب تو پوشی کہ توئی عیب پوش
 دیدہ برافروز بعیبِ خودم
 آئینہٴ راستیم دہ بدست
 رست چناں دار کزاں نگذرم
 راہ برم بخش بر توفیقِ خویش
 از من و از خاطر من دور دار
 بخردیم بخش کہ دانا شوم
 بوئے عنایت بد ما غم رساں
 گم شد گاہِ رسوئے خود رہنما
 بار کشا بر من امیدوار
 بو کہ بیایم ز سعادت برے
 خود چہ کشاید ز درِ دیگران
 از عدمِ ایں سُوزدہ ام بار گاہ

جز تو نشاندہ ایس راز کیست
 بہ کہ چو آوردی و بازم بری
 جز برہ خویش ندارم مدار
 پردہ بر انداز کہ چوں لاشوم
 گم شدہ ام راہ نمایم تو باش
 دامن تر آب ندارم بجوئے
 ساختہ سوختنم چوں خصال
 گر چہ تن من ز پئے سوز رست
 لے گنہ آمر نہ شفاعت پذیر
 من کہ نہ نیکی ہمہ بد کردہ ام
 نیک بدم نیک نشد ہیچ بد
 در بد و نیکم بتو امید وار
 خود منم از فعل بد و کرد و نشت
 کندہ چو در سوختن آرد وبال
 ہست چو انعام تو لے کار ساز
 مر جتے کن کہ گنہ کردہ ام
 عدل تو گر حکم بطاعت کند
 کا مدن و رفیق باہم صحبت
 ہم بسوئے خویش فرازم بری
 و رہتو امید ندارم مدار
 پردہ کشائے در لاشوم
 بے بصرم نور فرایم تو باش
 دامنم از عین غنایت بشوئے
 آب ز سر حشمت غنیم رساں
 رحمت تو از پئے ایس روز رست
 پر گنہاں را بکرم دستگیر
 نیک و بد خود بتو آوردہ ام
 از من بد ساز کش نیک خود
 نیکی بپذیر و بدی در گزار
 کندہ دوزخ نہ نال بہشت
 پیشتر از سوختن کن نال
 ق از من و از طاعت من بے نیاز
 نامہ اعمال سیکر کردہ ام
 بچو منے را کہ شفاعت کند

کے شوم از طاعتِ خود بتکا	تا نشود عینِ تو ام دستی
عذر نہ دُجرم زاندا زہ بیش	خاصہ کہ چون بنگرم احوالِ خویش
کارِ دو عالم کرمِ کمت ساخته	لے بنایتِ علمِ افزا ختہ
جز تو کس از سرِ تو آگاہ نیست	در شوقِ سرِ تو ام را نہیت
باز رہا مں کہ رہا نہ دہ	سرِ مرا چوں ہمہ دانندہ
نامہ من خطِ نجاتِ من ست	گر ز تو برخلد براتِ من ست
در کہ پناہم کہ ز تو وارہم	ور تو کنی سوئے جہنم رہم
عفو تو کو تا شودم عذر خواہ	عذر نہ دارم چہ کہ کنم برگناہ
از سرِ من در گزرو در گزار	بر درِ تو آمدہ ام شہ مسار
ہم تو کنی روئے سیاہم سپید	روئے سیاہم بتو دار د امید
کارِ من آخر ہمہ بردستِ تست	کارِ بدستم چہ ندادی نخت
دستِ زکارِ من مسکین مدار	دستِ من آن دم کہ بماند زکار
ذیلِ کرم پوش بریں تنگدل	از عملِ خود چو نشینم خجسل
مشعلہ دہ زانار اللہم	در شبِ تاریک چو مینی رہم
شامِ مرا شمعِ شبِ افروز بخش	چون شبِ من تیرہ شود در بخش
ظنِ خودم بخش در آن آفتاب	صبحِ قیامت کہ بود گرم تاب
حسبِ کفم بخش زحسی کفا	پیشِ تو آرم چو حسابِ جفا

اے کرمتِ غلِ گنہِ راسخاب ق مرحمت کن کہ بیوم الحساب
 گر مثل نیک و اگر بد شوم در کفِ ظلِّ محمد شوم
 نعتِ سلطانِ رسل آنکہ میجا بدیش

پروہ داءے ست نشستہ ز پس شاد رواں

پیشہ و کو کبہ انبیا	کو کبش از منزلتِ کبسیا
کون و مکاں در خطِ امکانِ او	کاین و من کاں گہرِ کانِ او
کرد لو انصب در ایوانِ ہو	تحتِ لوا آدم و من دوتہ
از حدِ ناسوت برون تاختہ	بر خطِ لاہوت وطنِ ساختہ
لعلی از خاتمت آگہ شدہ	خاتمِ انگشتِ ید اللہ شدہ
خاتمِش از ہفت فلک حلقہ سنا	یافتہ از مہرِ نبوت طراز
گر چہ سیماں شود انگشتی	خنصر اور از سرِ درنگیں
گرد شدہ حلقہ پنجمیہاں	ناقمش مہرِ نہادہ براں
ختمِ نبوت شدہ برہانِ او	مصحفِ ختمِ آمدہ در شانِ او
سکہ چو از مہرِ نبوت کشاد	محمدش نام محمد نہاد
طرفہ کہ ہر حرفِ کراں کم کند	فائدہ خاص فراہم کند
گردہنِ میم شود ز و نہاں	حمدِ خداوند کند بے دہاں

وز میاں حلقہٴ آگشت دو	بِظلالی دہاں شاخِ نور
ور کمرِ میسم دگر بر کشاد	دال بر حمت شد و آن در کشاد
ناورہ نامے کہ بہر حرفِ خویش	ناد با بخشہ از اندازہٴ پیش
نام محمد بدو تدویرِ میم	در حدِ خود یافت دوشمِ سیلم
یعنی اگر کس ز محمد پرد	چشمِ وے آن بہ کہ ز حد گذرد
بلک محمد بدو میسم در ست	یافت دو حلقہٴ بحدِ خویشِ حست
حلقہٴ او سلسلہٴ تافت	ہر دو جہاں بستہٴ آن یافتہ
در شبِ تاریکِ عدم رہ نبود	ور چہ کہ رہ بود کس آگہ بود
نورِ نخستش چو علم بر کشید	شامِ عدم را سحر آمد پدید
ہستی از ان نور چراغِ بدست	راہِ نمانگشت بہر کس کہ ہست
یافت نخست آدم از ان نور تاب	عطشہٴ زوازدینِ آن آفتاب
چشمش از ان نور چو بینا شدہ	عطشہٴ او نورِ میجا شدہ
بادِ میجاش چو دمساز شد	مریم از وسالہٴ راز شد
مردہٴ میجش بدمِ بسندگی	دمِ نزدہٴ پیشِ وے از زندگی
سینہٴ آدم دم از ویافتہ	زخمِ عصا مرہم از ویافتہ
بلک خود آدم بر ہش خاک بود	خاکِ ورا کردہ ملایکِ سجود
آتشِ بدخواہ چو شد تابناک	دولتِ او گشت بیکِ مشتِ خاک

ماید کس عیسی و خضر آید ار	در توتی بارگش گاه بار
نوح نبی آبی خود در حساس	پیش چنان چشمه در یاقاس
کز آرنی گوید و نظر الیک	موسی اگر در ره اونیت پیک
نار بر اهیسم گشتاں شده	ز ان رخ گلگون کگل افشاں شده
از خه او گل بدیده ز خاک	خه خوشش چون خه گل گشت پاک
از خه دیباچه بنمیبست	گل که لباس خوشش در برست
هشت بهشت از ته اوابزارغ	ساخته نه حجره به از هشت باغ
یعنی از ان هشت بیک حجره پیش	حجره نه و خلده نه از هشت پیش
رعب عرب در همه عالم نشت	تا بسیر عرب آن جم نشت
منبر نه پایه از ان ساخته	خطبه لولاک بهر داخته
نقش وجود از همه بر گانه بود	هستی او تا بعد م حانه بود
تخته هستی قسم تازه یافت	چون ز وجودش عدم آوازه یافت
رزق رساں بر همه آفاق گشت	سایه محش که ز گردون گزشت
سایه خورشید نه دیده است کس	سایه زبس نور نه بد پیش و پس
سایه خورشید قیامت از دو	سایه نه و ظل سلامت از دو
ساخته از گیسوے اوسا نیاں	از پنه خورشید قیامت جہاں
فرق نبوده سر موئے ز مشک	موئے موئے گیسوئے او مشک خشک

بے غلط آنجا کہ چنیں موبود
 مشکِ گویم کہ ز آہو بود
 کعبہ ز مشکش بزمیں دادناف
 خوش دم از و ناف عبد المناف
 امت از اس سلسلہ مشکائے
 یافتہ منشورِ نجات از خداے
 از کر مش غرقہ آبِ فنا
 یافتہ در بحرِ بقا آسنا
 ایمنی امت از اس گونہ جست
 کامن خود از ایمنے خود جست
 عونِ عباد اللہ از اس سار نمود
 کافیتِ عبد اللہ اش آساں نمود
 غدرِ عاصی بود اندر گناہ
 طرفہ کہ من عاصی و او غدر خواہ
 سنگِ قارش بصفِ صطفا
 مروہ سلم آمد و کوہِ صفا
 تیغِ زبانش کہ چنان تیر بود
 بد گرش میں کہ بسنگِ آزمود
 سنگ کہ برگو ہر تیغش رسید
 رخنہ دندانش از اس شد پدید
 گرچہ کہ دندانہ فدا دش تیغ
 ہم سر برد خواہ بُرد بے دریغ
 شرطِ کرم میں کہ بہنگامِ جنگ
 گوہرِ فردرختِ بپاداشِ سنگ
 خنجرِ تیزش ہمہ تن شد زباں
 تاکند آئینِ شریعت بیان
 ریختہ از لب ہمہ دُرِ مبین
 گوہرِ فردرختِ بپاداشِ سنگ
 شاعرِ کذاب بدو کے رسد
 خنجرِ تیزش ہمہ تن شد زباں
 شاعرِ کذاب بدو کے رسد
 واکہ سخنِ راست کند از دروغ
 پیش چنان مردند از دروغ

من کہ بدل راستم نیست کار	رستہ نگردم بحرِ آن رستگار
نہ ہو اگفت اگر راز گفت	کا پتہ بگفت نہ بد و باز گفت
ماہ ز سیرش اثرے یافتہ	تاب نیاوردہ و بشت گافتہ
گرچہ شب چارہ ہم راست مہ	چارہ مہ خوانش نہ بل چارہ
ابرو و مژگانِ تسلیم و نونِ ہم	صورتِ او سورہ نون و لعلِ تسلیم
اُمّی دانا کہ بعلمِ فزوں	رانہ قلم بروقِ کاف و نون
بے خط و قرطاسِ ز علمِ ازل	مشکل لوح و قلمش کرد حل
چوں قلم اندازہ علمش نہ نوشت	علم بدل کرد و قلم راگزاشت
اعلمِ حاذقِ بوجہ و عدم	افصحِ صادق ز عجب تا بحکم
آنکہ دریں پردہ مخالف نہوت	گو بجا زلے کہ حجت بجاست
اے کہ نبی گفتہ او گفتہ	مردہ توان گفت اگر خفتہ
ہست نبی گر سخن آن بشرہ	تو بشری نیز گوئی دگر
آنچہ دل از یک نقطش گم بود	کے بحدِ فکرتِ مردم بود
دور شوا ز حجت غیبت بدور	کیں ہمہ گفت آنکہ بداند حضور
نخت زیں کفر کہ اطراب رست	غیر براہیں نشد سند رست

اے دریں شعر تنقید است یعنی اسے کہ میگویی قرآن گفتہ (کلام) نبی ست کلام خدا نیست اگر تو ازیں دفعہ غافل تری
مردہ توان گفت ۱۲ اے دریں بیت ہم تنقید است یعنی اگر قرآن کلام نبی ست کہ او بشر ست آخر تو ہم بشر ہستی
مثل او گو۔ شرح آیہ اِنْ کُنْتُمْ فِی شکِّ مِمَّا نَزَّلْنَا عَلٰی سَیِّدِنَا فَاطْلُبُوْرَہُ مِنْ مِثْلِہُ ۱۲

مدتِ ہفصد شد از و تابا
 تازہ ترست ایں خطِ والا بما
 گر بگزانی بُدے ایں رہ بپائے
 اوشد و ایں نیز نماندے بجائے
 ہر چہ نہ آتا رخِ دانی دہد
 کے ہمہ وقت روائی دہد
 اینت شے کو زجاں بست بار
 دولتِ او تا بہ ابد پائدار
 بار خدایا بحقِ آلِ رسول
 کیس سخنِ چند کن از ما قبول
 وصفِ معراجِ پیمر کہ شب روشن شد

سمرِ اسرمی ش ز زلفِ سہ پیشکِ نشان

چوں شبِ قدرش بفلکِ نور دد
 قدر ہزاراں شبِ ازاں نور زاد
 شمعِ نخستینش کہ سر بر فراخت
 دودہ آں رہش پہ معراجِ خست
 چشمِ ملائک ز سوائے کہ داشت
 کرد ہبسم گوئہ آں شبِ شگفت
 موعے موعے از گیوے کھلی نشان
 باز یہ کرد ہبسم چشمِ شان
 نیمِ شبانِ پیکِ آسمی ز دور
 آمد و آور دبر اتے ز نور
 پائے براقتش کہ ز اختر گزشت
 چشمِ کس از پائے موعے آگہ گشت
 انجمِ آں شبِ ہمہ دیدہ سپید
 طالبِ آں نورِ چشمِ اُمید
 دیں نتواں گفت کہ بود او خوب
 خفتہ کہ دیدست مد و آفتاب

داد نویدش کہ ازین قعر چاہ
 خیز و بیاہی ابد جوے را ۵
 رو کہ کشادہ در احساں متبت
 داعیہ دعوتِ یزداں متبت
 منظر انسد ملایک بہ پیش
 منتظر اں را نظر دہ بخوش
 باز کشادست در آسماں
 پایے برون نہ زمین فرماں
 خیمہ ازین دایرہ بیرون فلک
 غلغلہ در عالمِ پیچوں فلک
 در قدمِ افر ازینک راسم
 ساقی سوسے عرش فرست از قدم
 باز کشا صفتِ جناح از ملک
 قلب رواں کن در سلطان بڑ
 تیغ برون کش سرِ شیطان بزن
 فرصتِ آن نیست کہ شنی بجائے
 خبر بدولت بر کاب آریے
 صاحبِ معراج کہ ایں فرودہ فیت
 برق صفتِ جست بہ پشتِ برق
 رے از اں معراجِ دولت بیفت
 برق صفتِ ملایک بر کابلش دواں
 کر دیشاق شتاب از وقت
 پیشرو کو کہ بخسرواں
 طرّ قوا از غیب ندائے رہش
 مشعلہ در پیش ز نور آتش
 چار ملک غاشیہ بستہ بدوش
 ہفت فلک حلقہ فلندہ بگوش
 بر فلکِ ماہ بر آمد نخست
 ماہ کہ انکشت از و شد درست
 تاخت از اں جائے میدانِ تیر
 تیر در اں کیش شد آرام گیر

زہرہ کہ دریافت از اس صبح تاب	کرد حسان بد ف آفتاب
دید چو خورشید بدریائے نور	کرد زن چہ تبہ بے آب دور
گشتہ دران کو کبہ بہرام پست	تنج بنگند و ہم دست بست
یافت غبار نے رہش مشتری	قیمت آں داد نہ انگشتی
پر تو اوتافت بروئے زحل	گشت نخست بساعت بدل
کرد از اسجا بنو ابست عروج	پُر مدو خورشید شد از بے بروج
پاش چو کرسی فلک اگر گشت	عرش بواں کرسی خود پیش شست
پشتر کنان پوشندش دلیل	لزرہ در آمد سپر جبریل
دامن از اس پایہ فرو تر کشید	پائے بدامان ادب در کشید
طائر عرش بسوئے سدرہ راند	خطبہ طوبی لکش از دور خواند
جست بروں جوہرش از کن فلک	یافت مکانے بحب لاملاک
از زبر و زیر بروں برد ذات	زیر و زبر هیچ نمائند از جہات
در محلے کز جہت آبدبری	زاب و گلش کرد عمارت گری
پشتر از عقل کل از جائے خویش	رفت کل با ہمہ اجزائے خویش

یعنی چون زہرہ از اس صبح تاب حاصل کرد دف آفتاب را حرارت دادہ سردون آفا زینہ د
 دف را بوقت نوافتن از آتش گرم میکنند ۱۲

یعنی در محلیکہ از جہات ستہ بری بود رسول صلعم آئنا ز گل تعمیر نمود یعنی مع جسم ظاہر تشریف بردند مراد
 این ست کہ معراج مع الجہد بود نہ کہ بجز دروح ۱۳

انگہ بانکارِ دریں دم زند
 لے کہ تر عقلِ دریں شب دید
 باخبرش عقل تو گر خویش نیست
 عقل تو تحقیق ترا در نیافت
 طورِ دیگر بیشتر از عقل هست
 دستِ ہماں مردِ باں جارسد
 راست بقوسین در آمد چو تیر
 آں دو کمانش کہ بیکج کشید
 ترکِ کماں کرد قدم پیش بُر
 منزلتِ یافت منازل نور د
 پردہ خویشی ز میان خاست
 آئینہ صورتش از سینہ رفت
 چوں ز میاں رفتہ حجابِ خیال
 رفت چو حدِ جہت از پیش پس
 نقشِ خود از راہِ فنا برگرفت
 بانگِ برون زرد باد لے سپاس
 شکر فزون کرد ز راہِ قیاس
 بر دہنش زن کہ نرخی ز ند
 این خبر او داد کہ عقل آفرید
 عقل تو از دانشِ اوبیش نیست
 کہ بتواند بچاں رہ شتافت
 و اں نبود کہ رسد آنجا دست
 کہ حدِ قوسین بہ ادنی رسد
 چشم ز ما زانغ شدہ گوشہ گیر
 بانگِ زہ از چرخِ بگوشش رسید
 دستِ با ما جگہِ خویشش برد
 کیف دکم از راہِ برون برد گرد
 مرتبہ بخودی آراستہ
 صورتِ ادراک ز آئینہ رفت
 بے تحیشِ جملہ نمود احوال
 از پسِ از پیش خداوند و بس
 نورِ بقا دید و ثنا در گرفت
 شکر فزون کرد ز راہِ قیاس

لب تحت ادب آموز کرد	دل بتضرع خستد و ز کرد
گاه بد و نعبه ایان گفت	گاه بخود داشت والا گفت
گفت سلامش علیه السلام	رحمت حق نیز بعون تمام
گوهر ناستغنی و مفتی	ریخت بدامانش زهر گفتنی
گشت مشرف بجوابی که خواست	یافت کرامت بخطابی که خواست
از خودی خویش فراموش کرد	جام عنایت بصف نوش کرد
فرق ندانست خود تا بدوست	بس که برون برد و صالت ز پست
و هم ملایک نشد آنجا دل	راه که پرگم شد از آن جبرئیل
پیشتر از خویش بمنزل رسید	غم از آن قبله که دل کشید
پیشتر از رفتن خود باز گشت	بس که دلی آں راه برعت نوشت
رفتن و باز آمدنش تو اماں	رفته و باز آمده در یک نماں
امت بیچاره ز رفتش زیاد	چشم یقینش چو بر حمت افتاد
دامن پر جانب امت نیست	هر تنگه که ز کرم غیب یافت
گوهر اقبال بحب وجود	با شرف رحمت و تشریف جود
زاد ره آورد باهل نیاز	آمد از آن مقصد مقصود باز
داشتنی هم بدل اندر نفعت	گفتنی آں را که سزا دید گفت
قطره چکانید بکام همه	آب که خود خورد از آن زمزمه

قطرہ او چشمہ والا شدہ چشمہ گویند کہ دریشد
 لے شب تو روشنی روز ما نور رخت شمع شب افزو ما
 توشدہ مخصوص بعون خداے عون تو مارا بخدا رہنماے
 بندہ سے حاجت تو امید بست وایں باجابت سد امید بہت
 اولش ایں کیں سخنم در پیر ورز لہست گرفتہ گیر
 آں دویش گرچہ نہ اندر فورم سوائے خودم خوان مرماں از دم
 سومش آنست کہ انجیم کا دست بگیر و بخدایم سپا

مدحت شاہ کہ نامش بفلک فتمہ چنانکہ
 نقش آں داغ شدہ خنکِ فلکِ ابر راں

وقت شد اکنوں کہ بجادوگری باز کشائیم دردِ داوری
 در تم از سحر زباں بر کشیم سحر زباں را بقلم در کشیم
 بر سمن از غالیہ بندیم بند پیش صفِ موجِ سیم قند
 سلکِ سخن را کہ در افتاں کینم پیش حضرتِ سلطان کینم
 لے سخن از رشتہ برون ریزد وز درخو دکن ہمہ آفاق پُر
 زانکہ چو بوسم دردِ دولت پناہ تحہ ازیں بہ بنود پیش شاہ
 شاہِ سکندر و دانش و دارا نشان آئینہ رے سکندر و شاں

هفت فلک خضر اور ہشت	برج شرف چوں فلک از ہفت پشت
جاے شرف بر سرِ مرہ ساختہ	با شرفِ ماہِ سہرا فراختہ
ہر طرف از ہر دوطرف تاجِ ادا	پشتِ پشتِ از دوطرف شہرِ ادا
بر صفتِ تاجِ بگوہر بلند	در گہرا تا جو رانِ سہر بلند
شاخِ بناخش نسبِ سروراں	میوہ دلمائے بلند افسراں
میوہ یکے آمد و بالمش چہار	میوہ کہ آمد چو ز بالمش ببار
فرجِ د از فرجِ خود یافتہ	نورِ جہد از جہدِ او تافتہ
اظہر من شمسِ جدِ دیگرش	شمسِ جہا نگیر جہدِ بافرش
خوئے خوش نسیمِ باغِ بہشت	ناصرِ حق شاہِ فرشتہ شہرت
حاکمِ فرماں ز عہدِ تا عجم	جدِ سوم شاہِ غیاثِ امم
کردہ دو عالم سہ جدش را بسود	ہر سہ جدش کعبہٴ ارکانِ جود
کیست کہ ایں پایہ بدو در جہت	پایہ شاہی کہ ز سہ برترست
تاجِ دہ و تختِ تانِ شہاں	شاہِ جوانِ بختِ معرِ جہاں
کافرِ جہنمِ کیا نیش داد	وارثِ اکیلِ کیاں کی قسبِ داد
پایہٴ منبرِ فلکِ بردہ سہر	یافتہ از خطبہٴ نامش اثر
خطبہٴ او بر شدہ تا آسمان	با ہمہ زان منبرِ چوں زردبان
بلک بنا مش دم از خاک سرت	سکہ نامش چو دم شد درست

تا ز کفش یافت زمین کمیہ
 گل کہ بروید ز زمین مٹرخ و زرد
 سکہ زر ریخت برے زمین
 در کفش از سکہ ضرب کرم
 سکہ چو از منہ دم ساز کرد
 گرجہ کہ روز دہ شدہ ز رازیں
 کو فت گیا ست برے دم
 بخشش او مہر دم باز کرد
 کردیکے را دو عیار دم
 کز سہ یکے بودیکے راسہ شد
 فتح دوید و در دولت کشاد
 خاک براں سر کہ نہ انیش بہت
 کیست کہ این چشم نہ دارد ازو
 چشم نہ اند سر اس صہنہ را
 خاک ہمہ گم شد و آن سہ ماند
 خاک طلب کرد وے سر مہ فیت
 خاک پُر از مہ شد و مہ پُر ز خاک
 ماہ فرو دآید و بوسہ زمین
 ہم فلک ماہ زمین بوس کرد
 تا ہمہ آفاق بگیرد ز تاب
 تیغ زناں گرم شود آفتاب

نوِ حبیبِش چو بدید از کیس
 در شدہ از شرمِ زیرِ زمیں
 دشمن اور رست ز رفعتِ مہا
 زیرِ زمیں چوں زبرِ آسمان
 غمِ جو بر کشتنِ دشمن کند
 خونِ بداندیشِ گردنِ کند
 گاہِ و غایکِ تنہ چوں صدِ سپاہ
 ملکِ ستانندہ ترا ز ہمسہِ ماہ
 بست چو در قلعہ کشتائی کمر
 لعل و گہ ساختِ عدو را جگر
 سلکِ گہ از دُورِ بحری برش
 عبرتِ بحرینِ ہوائِ دُرش
 رومِ بگیہِ بگہ کا زرار
 تیغِ ارزنکِ نیکِ دُرعار
 ناولکِ پیکانِشِ بیابِ و جنگ
 ایں ز خطا دور شد اُو ز رنگ
 گر بجانِ دستِ برد چوں ہزبر
 قوسِ قسحِ داں کہ بر آند زابر
 در کشتِ تیر چو شد سختِ کوش
 زہِ ز کمانِ خودش آمد بگوش
 رے چو خورشیدِ اندر کمان
 کوئی روزِ بداندیشِ داں
 آمدہ تیرش ز خطِ چندن
 لیکِ ز رفتہ بخطِ ایہج گہ
 تیرے از شیرِ ہبہ گاہِ کار
 شیرِ ز تیرش بختِ دُشکار
 گوے زمیں در خمِ چو گانِ اوت
 حاکمِ بختِ مہیدانِ اوت
 ایزدش از فتنہ نگہ دار باد
 حاکمِ بختِ مہیدانِ اوت
 باوے و بادِ دولتِ مے یار باد

در خطاب شه عالم چو بسک خد مش ایم و این گهر خد فاشم ز زبان

چتر تو از ماه بیک سر بلند	ای سر چتر تو ز خست بلند
در مه ازاں کرد سیاه پای اثر	سود به چتر سیاه تو سر
قطره بار است در آب سیاه	گوهر آن چتر که بر شد به ماه
بر در قدر تو عناری کشت	کله اگر دوں که عناری و شست
کوس زده با علم آفتاب	رایت میمون که شده چرخ تاب
جز سخن فسخ نکوید بوست	کوس تو کا فاق پراز صیت او
هر یک ازاں ذره ز فور شد پیش	لشکر تو از عدد ذره پیش
نه غلظم ظلّ الی تولی	افسر زورشید بشای تولی
مهر سلاجی و فلک پرده دار	بارگمت راست بهنگام بار
بارگمت را نتوان گفت جفت	صفه کسری که توان طاق گفت
شده آن نه فلک شیشه و ش	قصر ترا برج کمان تیر کشت
نقش گر صورت ایوان تست	مه که در انگیزش بگست
غرق شود تا که اندر گهر	بر در تو هر که به بند دگر
آینه بر گیر که اسکندری	تبع بر آور که بلند اختر ی

پیشِ سریت کشد از چرخ پیش
 خندِ هفتی اک براوز نگِ خویش
 از رخِ خود پیشِ تو خافت این چیں
 صورتِ چیں کردہ برے زمین
 کیت فریدوں کہ بند گت
 می نمد دیدہ بجا کہ بہت
 چشمِ سیدہ کو کہ ناید براہ
 تا نکند خاکِ بہتِ رسیا
 نامِ تو جم بر سرِ افسر نوشت
 تا تو گرتی ہمہ عالم بنام
 جہتِ تو بارِ تمِ عدل داد
 تیغِ فروخت میانِ نیام
 عدل چو مئے تو بہر چار سوے
 لوجِ خداست کہ محفوظ باد
 جلعہ جہاں بستہ بیکتا موی
 عدلِ تو بر بستِ بیرئے خویش
 گردنِ دہ گرگ بیک مئے میش
 تا در عدلِ تو جہاں بر کشاد
 بید نکر زید ز طوفانِ باد
 عدلِ تو تا ایمنی دہر خواست
 نرگسِ رعنا ز زمین خفتہ خاست
 کفر شد از بس کہ خسِ الی پیڑ
 دیو نکر د بحدِ دیو گیر
 ہیبتِ تو تیغِ سیاست بدست
 حربہ زد اندر دلِ شیرانِ مست
 فتنہ ز بختِ تو بچہ پد بے
 بختِ تو در خواب نہ بیند کے
 روشنی از لرے تو گیر دجہاں
 چشمہِ نور شید مانند نساں
 خاتمِ جسم باہتِ نقشِ کمال
 از توشہ انگشتِ نپاچوں ہلال

نافہ و خلقت کہ ز داز مشک دم
 لیک جزیں فرق نشاید گزید
 صحنِ زمیں پیش تو بایں وقار
 دَوِ فلک مست ز جام تو شد
 زہرہ بخینا گریت کرد غم
 خوں شدہ ز احسان تو کالِ درو
 موجِ کفت رفته بدریائے آب
 لافِ نوالت چو ز دریا شنید
 خود ہمہ دریا ز کفت خاک شد
 بادِ دام آں کفِ دریا نشان
 گشت گنجش دُرِ ثنیں
 ہر دو ہم زادہ شد از یک شکم
 کہ ز طرفِ مشک شد آب پدید
 ماند چو ذرّہ بہو ابسقیہ ار
 دہر بیک جرعه غلام تو شد
 بو کہ ازیں پردہ در آید بزم
 وز دل صد پارہ بر انداخت خو
 آب گزشت از سرِ درِ خوشاب
 آب ز تیزی لبِ دریا گزید
 چون کفِ خود و حالِ خاک شد
 ز ابرِ کرم بر سرِ بادِ رُفشاں
 ہر غزلِ خاصہ تو خاصہ این

غزل

اے زندگانی بخش من لعلِ شکر گفتار تو
 گر شد باشد بزباں یا آبِ حیوانِ در دہاں
 معذوری - از زلفِ سیہ پوشی بر آں رکوچہ
 گیرم ترا زیں چشمِ تر دشتواری آید نظر
 در آرزوئے مردنم از حسرت دیدارِ تو
 گفتار میگویم کہ آں نبود مگر گفتارِ تو
 سیری ندارد ہیچکہ چوں دیدہ از دیدارِ تو
 بیروں کنم دیدہ ز سر آساں کنم دشتوارِ تو

زیں پس بوجہاں ننگم در کوئے ایشان گذرم
 گر بیچ یک ہ جاں برم از غمزدہ خوشوار تو
 در کوئے تو بہر درے افتادہ بے نیم سر
 ایں نیست کار دیگرے ایں کا تست ایں کا تو
 خواہی نمک ن زین راتو اہی بکش درویش را
 ہر چونکہ داری خویش را بہر بستہ ام در تار تو
 چوں غم بقتار آورم یا گر یہ در کار آورم
 یار و بد یار آورم بائے ہماں دیوار تو
 خواہی کہ بہر خندہ پیش انگنی افگندہ
 اینک چو خستہ بندہ نو بردہ بازار تو

صفت حضرت دہلی کہ سوادِ عظم ہست مشہوروی از حرّ سہا اللہ نشان

حضرت دہلی کفِ دین و داد
 جنتِ عدن ست کہ آباد
 ہست چو ذاتِ ارم اندر صفات
 حرّ سہا اللہ عن الحاد
 دورش از انکاہ کہ پُر کار شد
 دائرہ چرخ ز پُر کار شد
 تاکہ بنایافت نگیند پیش
 در ہمہ عالم ز بزرگی خویش
 از سہ حصارش دو جہاں یک مقام
 وز دو جہاں یک نفس دہ سلام
 حصنِ برویش ز عالم بروں
 حصنِ درویش تو گوی مگر
 گفت حصار نو اورا سپہ
 چرخ ز بزرگست دھارش زبر
 کاشے فلک نو کہن دہر

هر دم از آن قلعه مینوشت	قلعه فیروزه شده خشت خشت
چون فلک ثابته ثابت صفت	نے چو فلکهای دگر بے ثبات
برج فلک آمده ثابت سه چار	برج حصارش همه ثابت شمار
برج به برجش درجات پیر	گشته بگرد سر او ماه و مهر
کنگر او گشته زبان جسد تن	و آمده باماهه مک در سخن
چرخ نداند در دیوار کس	تکیه بدیوار و درش کرد بس
ملک دروازه افستح یاب	سینره دروازه و صد فتح باب
نام بلندش ره بالا گرفت	تا بختن شد همه نیا گرفت
گرشود قصه ایس بوستان	مکه شود طائف هندوستان
شهر نبی را بسراو قسم	شهر خدا گشته نصیتش هم
در حقش از چرخ چو دیدم عطا	گفتم روم ست نگفتم خطا
قبة اسلام شده در جهان	بسته اوقبه هفت آسمان
ساکن او جمعه بزرگان ملک	گوشه بگوشه همه ارکان ملک
تختگاه تا جو را ن بلند	گشته ز اقبال شاهان بهره مند
گوشه هر خانه بنشته شگرف	گشته بصنعت زربے صرفه
بر سر هر کو ز بزرگان صفه	در رف هر خانه ننان فرقه

۱۰ یعنی ملک و بعضی غارت - هر دو موزون هستند ۱۲ طائف طواف کننده و نیز شهری است جنوباً
 ۱۳ خطا یعنی غلطی و نیز نام ملک در شعر هر دو معنی درست است ۱۴ طاق که در پیلوے دروازه سازند ۱۵

مردم کیجئے و صد قومی خانہ یک مردم و صد مردی

صفت مسجد جامع کہ چنان ست درو

شجرہ طیبہ ہر سوئے چو طوبی بحال

مسجد اوج جامع فیض آلہ	زفر نہ خطبہ اوتا بساہ
بر سر نہ تخت گرفت شئی	منبرش از خطبہ بیت اللہی
آمدہ دروئے ز سپہ کبود	فیض بیک فاندن قرآن فرود
غفل تسبیح بگنبد درو	رفتہ زنہ گنبد والا بروں
گنبد او سلسلہ پیوند راز	سلسلہ چوں کعبہ شدہ حلقہ ساز
خواندہ ام کعبہ دین خودش	پیش نشستہ حجر الاسودش
بندہ نگش درو لعل و عقیق	زوہد آزادی بیت العقیق
ہر کہ سعادت بودش رہلے	بردرا و سر نہ اندگاہ پائے
در تہ سقفش ز سما تا زمین	نصب شدہ جملہ ستون ہائے دین
قامت خود کردہ مؤذن دراز	دادہ اقامت بہ ستون نیاز

صفت شکل منارہ کہ ز رفعت سنگش

اپنے خنجر خورشید شدہ سنگ فشاں

شکل منارہ چو ستونے ز سنگ اپنے سقف فلک شیشہ رنگ

سقفِ سما کر کنی شد نگول	در تیر او داشته سنگین ستون
تا سرش از بوج بگردون نشیت	گنبد بے سنگ فلک سنگ یافت
آنکه ز زر بر سرش افشاده است	سنگ ز نزدیکی خور ز رنده است
سنگ دے از بس که بخورشیدو	زوزر خورشید عیاری نمود
سبحر سنگین که سترن سپر	آمده از مهر شده هم بهر
گر نه خرف شد فلک شیشه ساز	از چه براں سنگ بود شیشه با
دیدنِ او را کله فلک نه ماه	بک فتادش گردیدن کلاه
ماه نخچید هم شب تا سحر	کز سر سختش خله دارد بهر
زاں خله هر بار که در ابر داد	برق ز جابست و دگر جافاد
شد چو بلند از شرف نفس خویش	زد بلند ی بحق چرخ نش
بر ملکش سایه طرف بر طرف	تا فلکش پایه ثرف بر ثرف
از پئے بر رفتن هفت آسمان	کرد زمین تا بفلک زرد باں
گرد سرش کرد مودن چو گشت	قامتش از مسجد عیسی گردشت
مودنش آنجا که اقامت کشید	قامت مودن تواند رسید
مسجد جامع ز دروں چون نشست	حوض زیر وں شده کوثر نشست

له بیت المقدس ۱۲

لے مودن ظرف از اذان یعنی کبتره که مودن براں ایستاده اذان می گوید ۱۲

صفتِ حوض کہ در قالبِ سنگیں گوئی ریختہ دستِ ملک ز آبِ خضرِ صَوْتِ جاں

در کمرِ سنگِ میانِ دو کوہ	آبِ گہِ صفت و دریا شکوہ
ساختہ سلطانِ سکنہِ صفات	در سدِ کوہِ آئینہ ز آبِ حیات
تا خضرِ آبِ خوشِ او نوشِ کرد	آبِ خوشِ چشمہ فراموشِ کرد
شہرِ گرازِ مےِ بود آبِ کش	کسِ نخورد در ہمہ شہرِ آبِ خوش
آبِ کہ علتِ زبرائے تریست	تری آں آبِ ز علتِ بریست
درِ نخورد آبِ مے اندر زمیں	کے بریں درِ حوزِ آبِ خیں
در تہِ آبش ز صفاریگِ خرد	کو رتواند بہ دلِ شبِ ثمر
موجِ بلندش کہ رسد تا بامہ	باز دہ آبِ بابرِ سیاہ
یلِ مے آہنگِ بکسارِ کرد	کوہِ بتر دامنِ اقرارِ کرد
چوں مدو جزرِش ز نشیبِ قواز	ز آبِ ز کوہِ آمدہ و رفتِ باز
چو ترہ و قصرِ بلندش در آب	گشت از اں سانِ صافیِ جاب
رد دے زوشدہ تا آبِ جون	چوں نپے آبِ از وجہِ عون

۱۱ یعنی آبِ آں حوض در زمیںِ نیمروزِ زیرِ لایقِ آں آبِ محترمِ نیست ۱۲
 ۱۳ یعنی ریگِ آبِ او چنانِ مصفاست کہ کورِ ہم در میانہ شبِ ذرا کے ملا امتیازِ شمر ۱۲
 ۱۴ جون دریا کے جمن ۱۲

مرغ بہرودے اندر سرود
 شیشہ گری کرد بر آتش حباب
 رقص کنایا ہی از آواز رود
 باد کہ برے خطِ زیبا نوشت
 شیشہ خالی وہاں پر گلاب
 عمق دروکار بجائے کشد
 رفت زمین را چو حجاب از میاں
 نیشہ گری کرد بر آتش حباب
 نیم فلک بہت بریر زمین
 بسکہ زمین رفت بہم آتش
 کز تہ او گشتہ زمین ناپدید
 حوضِ نگویم کہ جانے ز نور
 گشت پدید از تہ آب آسمان
 گردے از اہل تماشا گروہ
 چوں تہش نیست زمین آں ہیں
 نادرہ شہرے کہ بجدش دروں
 گاؤں زمین شد خورشِ ماہیش
 شہر نہ بل بحرِ عجائب من
 نور کزودیدہ بد باد دور
 زان بد دل کوہ گرفتہ قرار
 دامنِ خمیہ شدہ دامنِ کوہ
 تابد و فرسنگ بہ پیر منش
 نادرہ زمیناں بڈا ز صد بروں
 تا فلک از جون بدوداد آب
 بحر دے گشت بکوہ آشنا
 ہر کہ دیں ملک و آب خورد
 تاکند قلمِ عدو سنگار
 بسکہ خنک دید خراساں پہر
 روضہ بلغ و چمن گلشنش
 دجلہ رواں برد بنداد آب
 گشت دل از آبِ خراسان سرد
 گشت ہمہ سال برود سر دمہر

از خلیکھائے خراساں چه شرم	گر چه دریں ملک موہبت گرم
گرم ازاں گشت جہاں اہواش	مہر فلک گرم شد اندر و فاش
خاک ز گلہا شدہ پزر رستم	گل ہمہ سالہ بحمن خوش نسیم
کوزہ ہر خاک پر آبے دگر	ترتی صد گونہ بصد برگ تیر
نسخہ گرفتہ ز سواد بہشت	خط تر بنبرہ بصرہ او کشت
ز انچہ نخوردہ بخراساں کے	میوہ ز ہند و ز خراساں بے
خوش دل خوش فہمے چواہل بہشت	مردم او جبکہ فرشتہ سرشت
رفتہ چو جان در تن مردم دروں	ہر ہمہ نزدیک دل و گرم خوں
و آمدہ در موعے شگافی بسر	ہر سہر بر تن ایشان ہنر
ہست در ایشان زیادت ہستم	ہر چه ز صنعت ہمہ عالم ست
و آہنچہ بگنج بد زبان قلم	وز قلم ہم ہر چه بر آرد علم
واہل سخن خود کہ شمار دکنچہ	بیشتر از علم و ادب بہرہ مند
ریزہ چیں کثیر ثنائیں خسروست	ہر طر فی سحر زبانے نوست
نعمہ مرعنان بریشم نواز	چوں ز سخن بگذری آہنگ و سنا
از رگ ناہید بت بندہ رود	زخمہ زمانے کہ بگاہ سہرود
ہر کہہ در آید بظن بے نظیر	وا ز ہر نیزہ و پیکان و تیر
گاہ و غا غازی کا فر شکن	لشکر مانی ہمہ لشکر شکن

پنج ہزار از ملک نامدار
 لشکرِ شاں بیشتر از صد ہزار
 کو کبہ زینگو نہ کو اکب عدد
 کا بجن چرخ بردراں مدد
 بر سر شاں شاہِ جوان بخت
 تا جو رو پاک گھر کیقباد
 کرد چو در ششصد و ہشتاد و شش
 بر سر خود تاجِ جد خویش خوش
 ضبط چنان کرد جہاں رازداد
 کز کے و جمشید نکردند یاد
 گنج بر انگونہ بصحر منگند
 مرتبہ عدل چنان پیش گشت
 بکے جہانے بزر اندودہ شد
 گرم شد آوازہ بگردِ جہاں
 لشکر و شہری ہمہ آسودہ شد
 لرزہ در افتاد بر ایان ہند
 رفت خبر بر شہِ مشرق پنا
 کافر اورا پیران باز گشت
 گر چہ بخود راہ نہاد ایں غبار
 چتر بسر کرد و علم بر کشید
 لشکرِ مشرق ز غرض تا بہ بنگ
 ترکِ خدنگ افکن و سندان گرا
 تا بکے گردن کش و لشکر شکن
 ہر ہمہ شیر افکن و اژدر شکار
 بیشتر نیزہ و رو تیغ زن

راوتِ زوین زن و خارِ اشکا
 پستِ پستِ اپنے پئے روئے مٹا
 خشتِ زمانے کہ گرِ آزمون
 خستِ نشانِ بنگ اندروں
 پاک بازی گروموزوں حرام
 دادہ بازی سرخ و سیر نام
 پیلِ گراں سنگِ بکِ ایتاد
 تند چو ابرے کہ رو در و زباد
 بحرِ رواں شکرِ دریا نور د
 موجِ زنانِ آبِ زمر دانِ مرد
 ساختہ جنگِ سپاہِ جنس
 گشتِ رواں دپئے شاہِ جنس
 تند چو بادِ آمدِ ازاں خار خار
 راند ازاں جا بعبضِ بادِ پائے
 زپئے گلگشتِ بسوئے بہار
 در عوضِ آمدِ مکرِ کینہ چست
 بادِ ہی ماندِ ز سیرش بجائے
 شہرِ عوضِ راہمِ ازان دِستِ بد
 خطبہِ خود کرد بد آنجا درست
 زیں طرفِ آگاہ نہ فرزندِ شاہ
 غارتِ ترکانشِ بیغِ سپرد
 نوشِ ہی کر دے از جامِ مہر
 کر پئے اور اند سپہ در سپاہ
 دورِ خوشی بادِ مدام از میش
 بے خبر از گردشِ دورِ سپہر
 از طرفِ چنگِ بنگامِ نوش
 سارِ مقصودِ پئے اندرِ پیش
 ایں غزلش جائے گرفتہ بگوش
 غزل

لے دہلی ولے بتاں سادہ
 پگ پتہ و ریشہ کج نہادہ

خوں خوردنِ شاں باشکارت گر چه پنهان خوردنِ بادہ
فرماں نبرد از آنکہ ہستند از غایتِ نازِ خود مرادہ^۱
نزدیکِ دل آہنخانکہ جاں^۱ برداشتہ گوشہ نشادہ
جاے کہ برہ کنند گل گشت در کوچہ دید گلِ پیادہ
آسبِ صبار سید بردوش دستارِ چہ بر زمینِ قتادہ
شاں در رہ و عاشقانِ بنال خوابِ زید ہاکشادہ
ایشان ہمہ بادِ حسنِ در سر و اینہا ہمہ دلِ بباد دادہ
خورشید پرست شد مسلمان زین ہند و گانِ شوخ و سادہ
کردند مرا خراب و سرمست این مرغِ بچگانِ تاکِ زادہ
بر بستہ شاں ہوئے مرغِ غول خسرو چو گلیست در تلادہ

صفتِ فصلِ وِ وسردیِ مہرِ شہِ شرق

و آمدنِ تیغِ کشیدہ نپے ضبطِ جہاں

شاہِ فلکِ چوں بجاں دستِ بُر تیر تہ اقلیمِ بہرِ پاسِ پُر
گشت چو کجائ نہ کسانِ سپہر داد سپہر آتشِ تیر نہ بنِ زہر
قوسِ ہی گشت نمی ایستاد زانِ فلکش آتشِ خورشیدِ داد

^۱ مرادہ سرکش ۱۲ تاک لے قومِ نامک ۱۲ تیرم و تیراہ طقب پارسیان ۱۰ تانہن آفتاب

در برجِ سرطان و خریف را نیز گویند ۱۲

گشت ہمہ خانہ قوس آتشیں	بسکہ زورشید شد آتش نشیں
داد بشب رشتہ بیغایت دراز	زال جہاں چرخ زدن کرد ساز
نامہ تقصیر درازیش ہیچ	رشتہ ز تطویل ہمہ خورد ہیچ
گرچہ کہ برشب مکمل گزشت	بندہ بے دید کہ شب کم گشت
خواند ہی از پے خود و لضعی	گم شدہ روز از شب بے منتہا
کشن بگہ چاشت زوال آمدہ	روز چہاں تنگ مجال آمدہ
کرد حکم روز نما دیش لقب	خجہر خوریک نقطہ از خط شب
گرچہ بند برف بند و ستا	بتن پنج بود ہر بوتہاں
نقرہ خالص شدہ سیما آب	از عمل عالم پر انقلا ب
جئے ہی داد بدیوانہ نگ	داشت چمن بائے دیوانہ جنگ
بلک ز آہن شدہ زنجیر آب	آب ز آہن شدہ زنجیر تاب
سلسلہ گم شد و دیوانہ جت	برکہ کہ در سلسلہ کاری نشت
گشت گراں نگ زنگو کہیت	چشمہ بے سنگی خود می شافت
نگ شد و نیشہ خود در شکست	آب کہ صد شیشہ نمودے ز دست
داد کلیدش بکف آفتاب	بتہ جہاں بند مسلسل بر آب
مہرہ بلور شدہ در ہوا	قطرہ کہ از ابر چکاں بر ہوا

بہ ہوا بر دل آب از عمل	عقدہ مشکل کہ نمی گشت حل
سکائی دے کردہ بضر کیاں	نقرہ فزونِ درم ماہیاں
باد کہ بر آب ہی زد قلم	آب چو شد تخته بماند از قسم
گر بے دیوانہ جنوں در گرفت	باد از آب ارچہ رقم بر گرفت
دانہ بعمدے کہ زست از گیا	آب شد از گردش دور آسپا
گشتہ غدیر از تہ بط نقرہ سائے	زویط ز پائے شدہ نقرہ پائے
حوض کہ دورش تہ سلسل نشت	دورے از نقش تسلسل نخت
چونکہ شمشیر سلسلہ در پا فگند	کرد ہوا سلسلہ را تختہ بند
آپ رواں شد گرہ ناکشاد	روے زیں آخر سنگیش داد

صفت آتش و آن گرم رویا شنیدی کہ شب و روز بوقشع دل و میوہ جاں

آتش از اینجا کہ بدل جائے کرد	دود برآمد ز نفسائے سرد
گرچہ زبردست غنا نشت	گشت بسرا ہمہ رازیر دست
بسکہ جہاں سوزی و گرمی نمود	چوب چہاں خورد کہ بر خاست دود
دود کرد سوختہ در تلف و ناب	بر شدہ برابر با تمید آب

۱۲ شمع بقیس حوض خورد یعنی از کثرت برف حوض منجمد ہووہ ہوا سلسلہ موج را تختہ بند کرد بود دود

۱۲ شمع دود برآمدن ہلاک شدن

در ہمہ تدبیر شدہ بخت کار خلق و جہاں گشت از بخت خواہ
 پختہ بے گشتہ از و دیگر مرد دیگر بے پختہ و لے خود بخورد
 گاہ بہر خانہ وطن ساختہ گاہ بے خانہ بر انداختہ
 بسکہ زباں آوری آموختہ جملہ جہاں را بزبان سوختہ
 تیغ زباں را چو گرفتہ بدست رے از وفا تہ ہر کس کہ ہست
 ذرہ اوسوے ہوا در تاب ذرہ کہ گرد و دے آفتاب
 تیز چو شد خجر آں گرم خوے پشت ندیش کس از پیچ روے
 گاہ گل شمع شدہ در ضیا گاہ شدہ فاکہۃ فی المشتاء
 ہند و از و سوزش تن دید سود پیشترش گر چہ پرستش نمود
 ہر کہ شد از دون خد قبلہ ساد سوختہ گرد و ہم از ان قبلہ یاد
 آب کہ زو بخش بسیار دید کشتن او مصلحت کار دید
 کڑہ ناری نسب و نامدار گام نزد تانندش پس با دیار
 کڑہ کہ چوں باد روانہ شدہ گاہ شدن حنائہ بنجانہ شدہ
 کڑہ کہ ہر بار طبق پختہ کرد سوختہ شد دم بدم و چوب خورد
 لیک اگر بست برون ناگماں گرم چو خورشید گرفتہ جہاں
 بس کہ درو یافت لطافت اثر نامدہ کیفیت او در نظر

زنده نشد تا که نداد اوز باں	شمع اگر گشته شد او داد باں
گشته بهر خانه از ور دشمنان	نور چراغی که شب دشت پائین
کوز دغاں یافت کلاه سپاه	سود کلاه سپیش سر براه
زنده کنان آتش مرده بدم	هر که دم زوشده عیسی قدم
شقه بهر پشت شده پشت باں	شعله کنان از سر آتش زباں
خود بمیان مانده چنین دید کس	خلق ز پیش آتش و پنبه ز پس
روئے خود از آتش خورشید تافت	هر که ز پوشش مدد پست یافت
خاصه که پوشش ایام خز	پوشش شاهانه خزو آب ز
گردن مراد و ال قصب	سیمبران بسته بگاه سلب
تا بگلو یار مراد زباں	آب تنک شد ز تری بهراں
چون گل نسری بلب آب گیر	لرزه کنان بر تن خواباں
شعر سیه در تبه جبر سیاه	پیر مهن از پشت بتان چو ماه
بافته و شعر لقب یافته	تا برب ریگی موتافت
لت که کند بر تن خود خستیا	تن ز کتائن دولت بازه بار
سیم براں صورت دیبا شده	شقه دیب بر زیبا شده
آتش از دود و برون آمده	اطلس رنگین که ز خون آمده

قرطہ شدہ برتن چوسیم نہا	غرقہ خوں گشتہ از آفتاب
در کلبہ شدہ تہ نہ زمقیم	خاستہ مو برتن قند ز بیم
قائم انگشت نہ پشت دست	بر دہن مے زد و بر شہم گشت
رقت بقائم بت سنجاب سہ	مئے ز قائم تخلید شش بپا
شانہ براں موچو زباں آوراں	رفت و بلغزید ز بانہش دراں
شانہ زدہ مویش نہ بافتہ	شانہ ز پشت ملکاں یافتہ
زانبوہی موگرہ مو نہ خاست	کز گرہ موئے ز پہلو نہ خاست
از ہمہ سپوند درونی سمور	از دم سنجاب نمی گشت دور
سوزنِ موسینہ شدہ حلقہ توز	مئے تنگانی شدہ موئینہ دوز
دست کشیدہ ہمہ در آتین	کردہ مہ مے ہمہ را پویتین
مئے بو مفلس موئینہ دوست	گرگ تنگالے شدہ در زیر پوت
قائم و سنجاب منعم رساں	برد گلیمے ببر مفلساں
برد خطی و قلمے دم بدم	کردہ ہسم دعوی خط و قلم
بس کہ خطہ در ہنر خطہ بود	پیش بیار بکاغذ نمود
از خط او ہیچ کثری برخواست	کشئے جولہ بقلم کرد دست
واں قلمے زان خط نو بافتہ	داغ خطا بر سر خسر یافتہ
زیر گلیمے شدہ ہر کس مقیم	آمدہ مرداں ہمہ زیر گلیم

ہر کہ بشب کرد گئے فراز کردہ با نذاذہ آں پادراز
 وانکہ زاندا زہ بروس بُرد پا سردی ایام نمودش سزا
 ایس شدہ پیشین ز گیم درشت شقہ شدہ او ز پے پنبہ پشت
 گشتہ ہم پنبہ و پشم آشنا گرچہ بود پشم ز پنبہ جدا
 دلکد دندان بر ہنہ تنان چون شغب چوبک چوبک تنان
 گرم شدہ از د و جامہ مرد مردم بے جامہ بجالت سرد
 بوکہ ز سر ماش رہا ند خدایے لرزہ گرفته ہمہ راست و پا
 زانوئے مردم بشکم در شدہ آئینہ دُشا نہ برابر شدہ
 دست بکش مردم مغلں ز باد کش خنکے دست کشیدن نہ دا
 ہر کہ طلب کرد ز خورشید تاب گرم روی کرد برو آفتاب
 تافت جہاں رشتہ صبح از سپہر دوخت بے جبہ میکس ز مہر
 مہر نا چرخ بہر مہر جے ہم ز پس پشت ہم از پیش روی
 بس کہ شدہ پریش خورشید گرم پشت بدوداد ہمہ کس ز شرم
 شبہ سخنیں دقت بر آہنگ سے رخش طرب کردہ رواں پے پے
 بادہ عی خور دمنی خور دغم عیش ہی کرد دمنی کرد کم

۱۔ از بیار سے پنہ پشت ایشاں پنہ شدہ گویا کہ پشت ایشاں عین پنہ شدہ ہو ۱۲۔ یعنی ہلاک شد ۱۲

۳۔ مغلں دستا در بغل خود کردہ ہو زیرا کہ سردی اور اجازت دست از بغل کشیدن مفید ۱۲

۴۔ قال البنی صلی اللہ علیہ وسلم انش جبہ الما لکین ۱۲

می زلب شاہ رسیده بکام	ریختہ ساقی سے رنگیں بکام
صورتِ دیبا شدہ شاہانِ عصر	درخزو دیبا ہمہ دیوارِ قصر
منطقہ بند اں بگہ تا کمر	تا جوار اں غرقہ دُور تا بس
خرگہ خورشید شدہ پُر زماہ	محرمِ خلوت شدہ خاصانِ شاہ
دورِ نشاط آمدہ پیانہ را	عیشِ مدام آمدہ فزانہ را
دوست شدہ سرخوشِ دشمنِ حرا	ہر ہمہ را سرخوشی از شراب
فتنہ ز ہر شہر و پے کردہ رو	امن پیدا آمدہ در چار سو
ملکت از ظلم اماں یافتہ	چرخ زبیداد عیناں تافتہ
ہمچو غبارِ زمیں از آبِ تیغ	ضبط شدہ روئے زمین زیر تیغ
قطرہ کہ بنشانہ زمیں را غبار	خجہ رشتہ قطرہ آبے شمار
قاعدہ دولتِ شاہنشاہت	تا کہ از اینجا کہ بجائے نہت
تافتہ شد بر خطِ مغرب چو برق	گرم شد آوازہ کہ خورشیدِ شرق
تیغ بر آورد بکین کرد رائے	ناصر دنیا شہ کشور کشائے
تا سپش گرد بر آرد ز سند	را ند ز لکھنوتی و دریائے ہند
کاب فرو میل سبا لا نمود	بیں کہ سپہر شہ چہ متشا نمود
آبِ سبا لا نرود از فرود	قوتِ سیلے بنود تا برود
کرد حک از خجہ تیز آں سواد	سوئے سوادِ اودہ آمد چو باد

چند ہزار کش ز سوارانِ کار
 تیغ زن و کینہ کش و نامدار
 ہر ہمہ یکدل شدہ کزد دست برد
 جاں سپارند بگاہ سپرد
 نیزہ ورنے بنان در مصاف
 در شب تار از سر کس موثر گشت
 پیک بازندہ بروں از قیاس
 پردل و خالی دل شاں از ہر اس
 بر سر خود تیغ بازی کشان
 یافتہ بازی اجل از تیغ شان
 طلسمِ خوں دادہ ز شمشیر کین
 جاگی زرقبایانِ چین
 بیلک ترکانِ شکاری لشکر
 دم بدم آلائشِ خونِ جگر
 کشتن کاویش بدشتِ فراخ
 در کفِ شاں داد کمانہاے شاخ
 پیش کماں شاں شکم کاویش
 زخم بے خوردہ ہم از شاخِ خویش
 بجز رواں تیز ز غایتِ بروں
 آمد و نامد نہایتِ درووں
 قصر روانے چو سپہا رجمند
 از قدمِ شاہ شدہ سر بلند
 تن ز ننگیشِ فروں آمدہ
 وز دہن مار بروں آمدہ
 لاہرہ زیں بارگہ سرفراز
 چار طرف کردہ در خویش باز
 بتوہ یکے خانہ عمارتِ برآہ
 ناشدہ از آب عمارتِ خراب
 لوریکے ماہی دُم در ہوا
 ماہی چو مین و آب آشنا
 چند صف آراستہ پیلانِ مست
 رونے زمیں در تہ پا کردہ پست

لے بیلک نوی از تیر و شکر مخفف شکرہ کہ جانورے ست شکاری ۱۲

لے شاخ خویش کماں کہ از شاخ کاویش ساختہ بودند ۱۲

ہر یک ازاں پلِ صاری زبلج بستہ ز آفاق بدن اں خسلج
 حملہ چو بر کوہِ برند از سیتز کوہِ قیامت کند اندر گریز
 خنکی و تری ہمہ لشکر و اواں از شہ و خان و ملک و خضر و اواں
 در بر و بحر از سپہ خشتناک غلغلہ در بحر و تزلزل بجناک
 قلبہ از یں گو نہ بر آراستہ تیغ شدہ خونِ زمینِ خاستہ
 آمدہ اقصائے اودودہ در گرفت و از ہمہ تسلیم سر اسر گرفت
 نیست شبِ روز بزمِ انیش سخن کایں منم اسکندرِ دارِ شکن
 گردِ پرِ م رفت جہانیاں منم وارثِ اکیسِ سلیمانِ منم
 تا سرِ من در غورِ افسر بود سر کہ نہ تاجِ کراسر بود
 ہر کہ زد دعویٰ من آید بقیل سر کشمش چوں دبہ در پائے پل
 مردِ مک دیدہ من کیقباد کا فسر بفر بزرگیش داد
 گوہرِش از نسبتِ من روشن ست کاں گہ از مہرِ پشتِ من ست
 گرچہ جہانگیر شد و تاجدار نیست جہان دیدہ تر از من بجا
 تختِ پدرِ کرپے پائے من ست ہر ہمہ دانند کہ جائے من ست
 جائے خود از بخت بود رہنما تانہ ستانم نہ نشتم ز پائے
 مہر غیاثے کہ ہیں سکہ گشت از خط نامم نہ تواند گزشت
 حاصلِ ایں حادثہ کا یہ پدر شاہِ جہاں یافت پیائے خبر

کرد اشارت که دلیران رزم	ساخته دارند همه ساز و نرم
گفت بخازن که ندارد نگاه	سیم قراری ز قرات خواه
خرج و قرات بهم ضمیمه کند	کار چشم زین دو فرامی کند
خازن شه کرد در گنج باز	گشت چشم هم بدرم دل نواز
گشت پوشش ز زر آراسته	یافت بے خواسته نافه آهسته
بیدرمی شد ز کف مرد ملب	گشت درم از سر و پامرد قلب
نامه فرستاد بهر کشور	خواند زهر شهر و ولایت سر
جمع شدند از امر لے دیار	از شه و خان و ملک شهربار
تیغ زنان هم اقلیم بهند	نیزه گزاران نواحی سند
عرضه طلب کرد شه سرفراز	خامه سر مجبور کرده باز
در قلم آمد زیل و پهلوان	یک لکه آراسته برگستوان
مردم و یک آپ بکای بنود	پایک افغان بشماے بنود
لشکر این مهر ستاره سوار	باد چو ذرات هوا بے شمار
چاکر او گشته سکندر برزم	ساقی او خضر بهنگام برزم
بنده زیادش بهمه حال شد	دین غزل از حال نش دادید

غزل

شد هوا سرد کنوں آتش و خرگاه کجاست باده روشن و رخساره دلخواه کجاست

روشن اینک دل مے گریہ خوین تن من
وے ہی رفت و زبس دیدہ کہ غلطیہ خاک
ہر شب لے دیدہ کہ بر چرخ ستارہ شمری
ماہ من کو رشدا یں دیدہ زبیداری شب
گفتی از طرہ کوتہ شب تو روز کس نم
من برانم ز زرخذانت کہ در چہ افتم
پیش ازیں کردی از آہ دل خود خالی
عزم حج دار دو ہمسرو زپے توبہ عشق
خر کہ گرم وے ماہ بخسہ گاہ کجاست
گفت یارب کہ کجا پے نیم راہ کجاست
جان من عزم سفر کردہ بجو ماہ کجاست
آخر از زلف پیرسی کہ سحر گاہ کجاست
لے بریدہ سر آں طرہ کوتاہ کجاست
یکز ناں ترک زرخ گیر و گو چاہ کجاست
دل کر امانہ کنوں طاقت آں آہ کجاست
توشہ اینک غم دل بار کہ شاہ کجاست

جنیش شاہ ز وہلی زپے کین پد گشتن آغاز غبار روشن مہر ناں

روز دوشنبہ بگر چاشت گاہ
رایت منصور ببالا کشید
شاہ شد از خانہ دولت سوار
کو کبہ چوں فلک آراستہ
در مہ ذی الحجہ بیایان ماہ
ماہ علم سر بڑیا کشید
خانہ دولت شد از و بختیار
ماہ علم تا بفلک خاستہ
انجنے ساختہ برگرد ماہ
صف شکنان صف ندہ دپیش شاہ

زان صف ابختم که مینا شده مه بشرف گاه تریا شده
 نور علما که گلبیاں گرفت آتشی کوئی به نیتاں گرفت
 خواست که افتد بزین چرخ پیر ^{برخیزد} لیک شدش چوب علم دستگیر
 پرچم بیرق که بگرد وں رسید در رخ مه کرد محاسن پدید
 از شغب کوس دے کا ندروت گاؤزین راضل آورد پوت
 ددمه کاسه با و از خوش کوس زده با فلک کاسه وش
 نیزه که بر چرخ سرفراخته تیر فلک خانه زنی ساخته
 بسکه زمین شد ز علم سایه دار ماند چو سائیه زدگاں بقرار ^{عطار}
 ہیکل فیلاں بزین خسم فگند زلزلہ در عرصہ عالم فگند
 زان ہمہ دندان کہ بلائج بود رفت زمین رقعہ شطرنج بود
 از خشم و پیل دراں پیل مال خضر جہ ثابت و سیر جبال
 جنبش اسپ از سم خار اشگاف لرزہ در افگند زمین را بناف
 از روش اسپ بگام فرسخ گاؤزین راشده سر شاخ شاخ
 و از اثر نعل صبحہ اتمام خاک پراز نون شدہ و عین لام
 ہر یک از ان کوہ تنان چویل رقص ہی کرد با بانگ صیل
 گرد سواراں کہ بخورشید جست قطرہ بر چشمہ فورشید بست

۱۱ سائین و پیری و غیرہ ۱۲ یعنی از نعل اسپاں بزین نشانائے نون و عین و لام بود نہ صنعت این
 کہ در نعل ہیں سحرست ۱۲ صیل آواز اسپ ۱۳

بلک ازاں گرد سر افراشته
 چشمتہ خورشید شد انپاشتہ
 نے خود ازاں گرد کہ بر شد بہر
 گشت جس زیرہ محیط پہر
 شاہ براں سوئے چو کشتی برآمد
 کشتی ماہ آمدہ بر خشک ماند
 شاہ فلک فہت و خورشید تاب
 زیر علم چوں بشفق آفتاب
 گردش کاں بصر شد دلیل
 سر نہ ہر چشم شدہ چند میل
 گرد وے از خاصگیان در راں
 موج چو دریا زدہ از بہر کراں
 مئے ٹنگا فاف بجاں بتہ زہ
 زہ زدہ ابروئے کماں راگرہ
 ترکش پُر تیر کسبتہ تنگ
 شیر نیتاں شدہ از بہر جنگ
 پیش رکاب از روش تیغ تیز
 سوئے عدم کردہ سلامت گزینہ
 گردن از ہیبت تیغ یلاں
 نے ہمیں بود و نہ بر آسماں
 تیغ بر ہنہ کہ پوشیدہ دشت
 پر ہنہ راہیں کہ چہ پوشندہ گشت
 تیغ نہ بلک آتش پولاد خیز
 بردل سنگین عدو گشتہ تیز
 تیز زباں ہندی سر در میاں
 طرفہ بود تیزی ہندی زباں
 گرد بگردشہ والا گہر
 حصن پلارک شدہ مترابہر
 در صف تیغ آں تن آراستہ
 چوں گلے از سوسن تر خاستہ
 پیش سپہ روشنی دور باش
 داد جگر گاہ عدو را خراش

بودیکے سایہ و صد آفتاب	زیر علم آں شہِ خورشید تاب
غرقِ عرق گشتہ سوار آں ز	لشکرِ انبوه بم بستمہ صف
رفت بروں با علم شہر یار	کو کبہ زینِ غلطِ انجسٹ شمار
کرد سر پر دہ بشیری نزول	نصب شد اعلامِ مبارکِ اصول
بر شدہ ز اں رشتہ باجم	دامنِ دہلیزِ پریشم طباب
رفت فردِ دِ زمین از سر ز نش	میخ کہ شد دُور تر از دامنش
رفے ظفر داشت ہندوستان	بارگہ شاہ در آں بوتان
در حنم دہلیزِ جہاں	چار ستوں بود برسمِ شہاں
خانہ ز تبریع بہ تہسلیس داد	غز مغربش بنشش ہند
شاہِ یگانہ دود گردن نہ دود	بارگہی را دوستوں رسم بود
عرشِ دم گشتہ بد اں چارپایے	چار ستوں بارگہ عرشِ سایے
خانہ خورشید گزر گاہِ ماہ	شیر سیہ شد ز سر بارگاہ
لرزہ ہی کرد ز جسمِ باد شیر	از اثرِ مہیتِ شاہِ دلیر
ہر یک از اں سایہ بگردون فگند	کو شکبِ لعل و سیہ شد بلند
سوختہ زین ہر دسپہ کبود	لعل چو آتش سہش سچو دود
گرچہ بیک برج بود آفتاب	ہر دود و برج مہ و خورشید تاب

خرگه ز زین که در آمد مش
 بود چو داخل بزرگی علم
 هر که درون زد قدم دلش
 میمنه بر تکیه زد یک سره
 پیل گراں سنگ بها پور بود
 پیش بها پور عتد رس میل
 پاکیه خاص بسیری رسید
 نیمه زهر سو بیک پای سنت
 دایره نیمه چوپر کار گشت
 نیمه پرا ز گل چو گلستان نمود
 دایره نیمه بسیری قطار
 پس که در ارا گلشن مینو نشا
 هر که درین سبزه نظر گرفت
 یک شب آس جابجوشی گام را
 روز دیگر صبح چو ضحاک شد
 داو جیشید نسب کیفیت باد
 سر و جانش که شد میوه دای

پنجره شد مکر خرگمش
 گشته پیاده ز شکویش چشم
 راند به نیزه علم داخلش
 بود میان اندیت میسر
 قلب چو دریاشد رآید بود
 سنگ گراں سر مه شد از پای میل
 سبزه تر بر سر بسیری رسید
 چار دگشت بیک قطب رآ
 نقطه خاکی میانش نشست
 وز گل او دشت چو بستان نمود
 ابرش دایره در مرغزار
 شاه شد از ابر کرم و زرشا
 قطره طلب کرد و گهر گرفت
 خورد منی روشن و گوهر نشاند
 مایه رشک خاک شد
 تلج کیاں بر سر دالانها
 شاخ کرم گشت و در آمد بهار

تختِ شمی کردِ سیلِ ماں پدید	خلقِ چو موراں نہ دوسو صف کشید
فرق نہ اند سہراں بر زمین	خاک شد از فرق سہراں ناپین
خلقِ دوسو صفِ ادب ساز کرد	باریک آمد شدن آغاز کرد
یافتہ چو گانِ زر از دستِ شاہ	حالِ کس گفت در اں حالِ گاہ
حاجبِ خلقِ چو در اں قہجباب	گشت مشرف بشکوہ جواب
خرش طلب کرد شہِ تاجور	رفت ز یک تخت بہ تختِ دگر
خانہ زین مندرِ خورشید شد	سہر و ہمایگی بید شد
غمِ بروں کردِ شکارِ افکنان	بردلِ خورشیدِ غبارِ افکنان
روے زین گشت پیرِ یوزبنا	ہر ہمہ آہو کش و پنچیر ساز
اشکرہ را گشت ہیں دستگاہ	از ہنر خویش نہ بردستِ شاہ
چوں ہنر از عیبِ فراوان شود	مغ زہر دستِ سیلِ ماں شود
وای بر آں آدمی بے خبر	کو کم از اں مغ بود در ہنر
باز دستِ ملکاں می پرید	چوں نہ پرد ہر کہ چنایا بے پد
خفت چو خر گوشِ بجا بے ا	جست ز خواب از خلہ چنگِ با
سار و کلنگے کہ نوامی گرفت	چرخِ خوداں را بہوامی گرفت
مغ ہوا جملہ سیمہ چشم برد	صید زین پیشِ سیمہ گوش برد

ہرچہ زبالاؤں سے رو نمود ملک سیہ چشم سیہ گوش بود
 بود چو خورشید ولایت فروز گشت کناں تا بگنیم وز
 چشمہ خورشید چو شد گرم رو کرد مشہ نو ہوس شہر نو
 رفت کیلو کمرے داد خون از بد دست چو دریا بکون
 قصر شد از فرشی اجنب چون فلک از منزلت خور بند

صفت قصر نو و شہر نو اندر لب آب کہ بود عرصہ رفت چو رفت آں ایوان

قصر گویم کہ ہشتہ منراخ روفتہ طوبی در او را بشاخ
 باچین ہشت درش دریکے بانفک ہفت ہشت سر یکے
 بام سفیدش بفلک سودر کرد بخورشید سفیدے ابر
 پایے چو مہتاب بیا مش نہاد گشت ز دوران بہر زین اوقتا
 رفت درون در او آفتاب وقف زین کرد رخ چرخ تاب
 رفت صبا زان رو دیو آریں گفت ندانم درو دیو ارکس
 رہ بسوے روزن اجبت ماہ ہیج نداد او بسوے خویش ماہ
 بانگ کشادہ در او دم بدم رفتہ بدر بند و بدر و از ہم

۱۰ رفتن باشا و بساط طے کرانایہ و تختے کہ رسول صلعم را سوے خدا تعالی در شب معراج برد۔
 ورف طاق ۱۲ یعنی از دوران سر برگردید و بر زمین اوقتا ۱۲

بادِ بارش و جہاں پست او	قلعہ و درشدہ در پست او
از شرف پایہ او نرد باں	پایہ سایہ شدہ بر آسماں
کابلہ پس بجہش یکے است	خشتِ زمیں کابلہ پیش نیست
آئینہ گشتہ ز گنج صاف خشت	دید را و صورتِ خود را بہشت
ہر چہ کہ در آئینہ بیند جواں	پیراں خشت بہ بیند ہمجاں
ہر چہ کہ نقش بیکسو کشید	عکس بدو بارِ دیگر شد پدید
نیست درو حاجتِ نقشِ اوصفا	بس کہ شد از عکس کساں و نما
نقش بلندش بہوا خامہ اند	تختہ ہفتش بفلک باز خواند
دیدہ بد مردم از اں جلے خوش	تیر بے خوردہ ز ہمتِ تیر کش
قطرہ بر آں بام نیفتاد تیز	ابر گریزندہ ز بار اں گریز
شکل تنوش مقام ستاد	قصر ارم را شدہ ذاتِ العباد ^{چھوٹا}
گشت چو جاردوب و خاک و ب	کز تشخیص ہمہ کس سر مہ چوب
طرفہ عروسی شدہ آراستہ	آئینہ از آبِ رواں خواستہ
جون کزد گشت جہاں بے عیاں	قصر نمود از تہ آبِ رواں
ہمچو دو آئینہ محفلِ نواب	آبِ رو عکس نما و در آب
عکس ویش مثل نیار دگر	گرچہ کہ سر زیر کنند یا زبر

طاق بلندش فلک گشت جفت
 حاصل او شد فلک اندر نفست
 کنگرِ طاقش بزبانِ دراز
 پیش فلک گفت سخنهای از
 سنگِ سفیدش که شده برپهر
 آمدہ از مہر و شدہ جسمِ مہر
 یکطرفش آب و دگر سوئے باغ
 باغے و آبے زد و سولش باغ
 آبی از اں باغ برو ماند زرد
 باغے از اں آب بجا گشت سر
 شاخ بہر بار گمے کردہ راہ
 شہ چو در اں خلد بریں جائے کرد
 باز بے برد کف زرفشاں
 بادہ کشاں باز کشید نصف
 رود زن از سینہ بروں بر دہر
 بس کہ شد اوست زاد از خویش
 پنک نہ گشتہ تواضع نماے
 زخمہ چو نول بطور رود و چنگ
 مرغک صد مرغ دگر و صغیر
 شاہ در اں ز مہ نماے و نوش
 دست ندیے کہ ورق برگرفت
 بر لبِ مطرب کہ نوا بر کشید
 تار بر شیم بد را نذر کشید

گشت بدنبالِ حریف از نوال قامتِ هر بدره کشته چو نال
 بس که نمے شد کفِ شه گنجِ سنج بیش در آفاقِ گنجید گنج
 موسمِ دی جمله بعثرت گزشت ز آتشِ می محبسِ خود گرمِ دشت
 باد همه وقت خوش و شاد کام کس نه زبردستِ دی الا که جام
 مہ بنیبت کشتیِ غزم او ز ہرہ بختِ یاکری بزم او
 ہمتِ عالم بوفِ جویش خاطرِ خسرو بہ ثنا گویش
 ایں غزل از مطربِ موزوں اصل یافتہ در گوشِ ہایوں قہرِ بل

عزل

سوارِ چاکبِ من باز غمِ شکری دار دلِ من پیرِ بردِ امسال با جانِ دار
 من اندر خاکِ میدانِ شلِ کوبِ بلا گشتم ہنوز آں شہسوارِ من سرِ جو بلا گری دار
 بہر شکستے کمی آید ز من جانِ می بردار دروغِ ست آں کہ ایں شیوہ ز بہر لہری دار
 مسلمانانِ نگہ دارِ یحییٰ رہ دل خود کہ تیر اندازِ من مستِ ستِ دُکیشِ کافری دار
 نذارم آں چنانِ سختے کہ خواند بندہِ نوحم غلامِ دولتِ اویم کہ با او چاکری دار
 مثلِ گر یک سخنِ بامِ بگوید عاقبتِ آں بیارِ دبرِ زبانِ و سرِ ز نشِ خودِ بر سرِ دار
 توئی دیوانہ و شِ جانان کہ دارِ می سائیکسو دلم دیوانہ تر از تو کہ آسبِ پری دار
 مرا چوں صیدِ خود کردی شفاعتِ میکہ جا منیکوید تَنکُشِ لیکن سخنِ در لاغری دار

بہد نامی برآمد نام حسن کر پئے دیدہ نہ یک تر دامنے دار کہ صد امن پئی ارد

صفتِ فصلِ خزان و مغلِ عنبرِ سپاہ

ہم بر آں ساں کہ تبارِ اج چمن باخِ سناں

فصلِ خزاں چون چمن خانہ نخست	بادِ رواں کرہ بگلزارِ تماخت
شاہِ سپہ عنبرِ ز ولایت براند	کشِ چمن ہا سپح ولایت نامد
کوہِ ز سنگ آتش لالہ فروخت	شعلہ بد اہانش گرفتِ دیخت
لالہ سر از سنگ بکنگر سپرد	ماند بجالنگِ گرد بادش ببرد
بادِ خزاں آمد از اں جا کہ بود	خشک شدہ باغ ہماں جا کہ بود
گشت سمن نازک و زرد و حقیر	کاب گرفتش بلب آب گیر
رفت سمن رے چمن را اگر نہشت	زاں کہ خزاں رے نگاہش نہشت
جامہ خود کرد بفتہ کبود	گشت چو صوفی بر کوع و سجود
شد بہ تن نازکِ زیبا بے گل	پارہ ہمہ پوست ز سر تے گل
لالہ ز بسیارِ ریخوں ز فساد	ریختہ نازکِ تنش از رنج باد
سوختہ از آتشِ خود لالہ زار	گشتہ در و نش ز خندانِ پغبا
دفترِ صد برگ فداہ ز دست	آمن رہد ورقِ او شکست

جلد سمن آشفده شیرازه باز نامده از باد و رقص فراز
سوسن آزاده در آفتادگی هیچ نمی گفت ز آزار ادگی
نشن آوخت سببخ بود هر دو بهم باز گشتند زود
شاخ چو از باد حسنرا شکست باد خراش نیز از دبر شکست
سرود که از سایه نشانی نداد سایه نشینان همه داده باد
هر شب بارغ ز سر تاتنه ماند ز بے برگی خود بهر نه
برهنه گشته تنه گل بباغ باد کناں حس کشی از بے لاغ
دید چو نرگس جبین این فساد گل شده در دیده خوش افنا
نرگس بے دیده رواں کوردم خار عصا باد خراش کوردم
ریختنی کرد در خفا ز سر گشته زمین پر ز در همای ز سر
پشت بگفته بسن زارها کور شد از چیدن دینارها
بر زمین افتاد بے نازنین لرزه کناں بر ششایم
خاک ز زردی شده بر عطر خنده نه باین همه در ارغوا
شاخ گل از بس که نگون شد گش کرد نگون سوزش بلبش
باد بهر سوز سیده فراز سوز همه را بخت در زار
سبز بے خط ترا بخت باد بے خاک بران بخت
گل همه خورشید ماں از برن کش همه در پوست و افتادین

آب که بارانِ گلِ کوزه بخت
 ابر که بگریت بهستانِ بحر
 کوزه بهفتا و شکست و بخت
 شد مژه ها بخت از چشم ابر
 نم بخت چنار از روش
 گر به بید از عمل دست برد
 بید بارید ز حسرتِ تیغ
 لاله فرو رخت در پیش باد
 غنچه که با باد کث دیش دل
 جامه گل پاره شده برنش
 دامنِ نسری که در آمد بخار
 گل شده بے رنگ بهر لبها
 از کله مرغ نوا که خواست
 بر سر هر خار که لبس گزشت
 بلبل ازین غصه چنان نشست
 بلبل ازین غصه چنان نشست
 گنگ شده طوطی زان و زغن
 کور شده فاخته از نول زان
 کوزه بهفتا و شکست و بخت
 شد مژه ها بخت از چشم ابر
 زیق لرزاں بختِ قمر شس
 گشت لکه خوار ز کج شک خرد
 ریخته خون از تن گل بے دین
 خون خود آن که خنک گل فدا
 شد هم از آن با گریباں گل
 غنچه گر بے بر زده درد منش
 ماند هماں جادو سه پیوند ادا
 مرغ ز بے روی او در فغاں
 سر و برقص آمد و پایش نخواست
 حلقی بے افتاد و خورشید گشت
 کش تیر دم رنگِ دگر گوشت
 در دهنش یافت جابِ سخن
 فاخته کور آمد گل را بباغ

۱۱ بید نوعی از بید است ۱۲
 ۱۳ رسم است که چون جامه پاره می شود بر دامن گاهی دهند ۱۴
 ۱۵ زان و زغن در زبان آدمی کنند و طوطی خاموش می ماند ۱۶
 ۱۷ فاخته کور نام طایفه است که در قفاں را
 خشک سازد ۱۸

فرش بہ پیچید گل از رے گل گفت غلیو از کھلے السجّل
 باغ خراب از قدم بوم شوم چغد قدم شوم شدہ یار بوم
 نائے میسجہ کہ ماندہ دمش خلق تہی گشت ز زیر دمش
 در طلب رے نکو سو بہ سو قمری کو کو ز دنی کو بہ کو
 باد کہ اندر سر ہد ہد فاد تاج سیماں ز سرش بد باد
 گرچہ حسن را آئینہ طاؤس دشت حسن چو شد جلہ پس دم گزشت
 آں کہ پریدے زیر خود تدرود ماند چو پر گم شد گال زیر سرود
 لالہ چو بر کوہ برفت از شکوہ کلبک برید دل از تیغ کوہ
 سہنک دیباچہ خود باز خواند شاکرک بیچان دہن باز ماند
 طفل شکوہ برہ افتاد و مرد شاخ بیدید و بسان دل سپرد
 گرچہ گلے بیش نہ دچمن گم شد از مجلس شاہ زمین
 گرچہ زک لالہ نہاں کر پے لالہ نو ساخت شدہ از جامے
 گرچہ نہ بند برگ و نوائے شاخ برگ نوا بود بےس فراخ
 گرچہ کہ بر بست ہوا یسم آب شاہ کشادہ از کف خود سینم آب
 گرچہ چمن گشت پر از برگ زرد شاہ زمیں در تہ دینار کرد
 از کرم مشہ کہ عدد سوز بود فصل حسن راں موسم نور و زبو

شہ پچیس فصل بریں گو نہ شاد
 نامہ کتے چند چو تیرا کھس
 کر خد بالاعزل تیز عزم
 شکر انبوہ چو ذراتِ یگ
 بوم بسر بستہ سپاہی چنل
 ناوک شاں دیدہ کتے ساز کرد
 گشتہ ہم قطعہ بارانِ تیز
 قوتِ آں سیل کز ایشاں سید
 ہر کہ گئے چشم نمی زد ز کس
 مردم آں خاک فردش خاک
 امنِ امان و رشاد از راہِ سلا
 این مہ کاند رہ کرگ او فدا
 شہ کہ ز گستاخی آں گم ہل
 تلخ بنجدید چو شیر از غضب
 گفت کہ خنہ بہجہاں عیدین
 غازی پاچوں نہ بکار غراست
 کز مغل آوازہ بعالم فدا
 آمد و بوسید چو پیکان زین
 سوسے فرو راند باہنگ زم
 جوش بر آورد چو آبے بدیگ
 آمد از اں بوم خرابی کنل
 دیدہ نیارست کسے باز کرد
 سیل شد و کرد بد ریاستیز
 آب زہا پور پیتاں رسید
 چشم زدن چشم وہ شد خرس
 گرد بر آورد از ایشاں ہلاک
 بوکہ بفریاد رسد شاہ شاں
 دارہد از قوتِ راعی العجا
 یافت چنیں آگمی از گراں
 تلخ بود خندہ شیراں بلب
 وزد گراں زلزلہ در مہدین
 کافر اگر تاختن آرد سہر است

۱۵ خنہ خندہ تلخ را گویند یعنی خندیدہ گفت کہ در جہاں باہشاہی من بست از دیگران زلزلہ در مہدین است

سلطنتِ جہلہ عالم مرا دانگہ از آہنگ کساں غم مرا
خلق چہ گویند بہر کشورے شاہ من و قلعہ کثاں دیگرے
بوم کہ باشد کہ بجنگِ دراز طعمہ برد از وطنِ جہلہ باز
گر گرسنگے ہست براہو دلیہر پنجہ تخواہد زدن آفر بشر
من کہ بہ ہند از ہمہ رایاں سال جزیرہ ستانی کنم از پیل مال
کہ کچھم زرد ہم از گوجرات گاہ بدیو گیر لو نیم برات
اسپہمہ تند کشم از تلنگٹ پیل ہمہ مست ستانم ز بنگ
مالوہ را وقفِ فاین کنم جامِ نگر و جہِ خزان کنم
نہست مرا وجہِ قباحتِ خطا سرحدیں بستہ بندِ قبا
زین دگلے چند نگر و گلہ پوش کرپے کیں پنبہ کشیدم ز گوش
پنبہ کنم شکر شاں را چناں کرتن شاں پنبہ شود استخوان
گرچہ چو مور و ملخ نہست آں سپاہ مور شود کشتہ جو افتد براہ
پیل من آں دم کہ بجوشد چوئل چھیت صفِ مورچہ دیر پیل
می شود دم دل کہ جہنم ز جاے فرقِ قراخاں سپرم زیر پیل
لیکنم از تیغ خود آید درین چوں کنم از خونِ سگ آلودہ تیغ

۱۰ نام ملک ۱۱ جام نگر نام مقام ۱۲ قبا بضم قاف نام مقامی ۱۳

۱۴ دگل یعنی دغل و دگلہ پستین یا جامد کہ پر از پنبہ باشد ۱۵

۱۶ پنبہ کہ کم لے مثل پنبہ پارہ پارہ ساختہ برہو اسپر نام ۱۷

لسنزده تیر بزار خوار
 جز بگردش نه نکند این شکار
 چوں سخن چند ازین در بر اند
 عارض انامے سپید بخواند
 گفت که خواهم ز سواران
 نامزد معش شود سی هزار
 بر شیل بار یک تیغ زن
 خان جہاں شاہک شکر شکن
 عارض فرزانہ بفرمان شاہ
 کرد و اداں سوے مخالف پنا
 بار یک قلب گمی رزم ساز
 دزد ملکاں صد سرگردن فرار
 ساختہ رزم چو شیران مست
 سوسے سگ چند کشاند دست
 انجمنے چوں فلک آراستہ
 چرخ از اں خیمہ ماں آراستہ
 ماہ سبک سیر شد از شتاب
 خنجر تیز خستہ چوں آفتاب
 ناحیہ بر ناحیہ راندند تند
 بود صبا پیش چیاں سیر کند
 از قدم شویم معش آں بلاد
 نام و نشانے ز عمارت نداد
 از حد سامانہ و تالاؤ ہوئے
 لشکر اسلام کہ آں جا رسید
 بود زمین شنہ کہ باران سید
 یافت خبر کا فر ناخوب کیش
 تیز تر از تیر بروں شد ز کیش
 تن ز غنیمت بہر میت سپرد
 بردن جاں را بغنیمت شمرد

۱۰ غولہ گلین مردار خوار را گویند ۱۲ شاہک سپید لارکان تصغیر ۱۲

۱۳ لاؤ ہوو لاؤ ہوو ۱۲

گرچه تیر تیزی و سختی نمود
 سر سد و کیلی و بیک سو نشنا
 جله ز بے سنگی خود بزد رنگ
 بر زده دامن قبا هم گروه
 رُئے مغل بود بهر سو که بود
 رُئے چو به نمود سپاه و شت
 بار بک اندر پئے شاں کینه خوا
 رُئے بدند از همس و دوتیر
 دست رُئے از قوت چو گمان
 بس که برید سیر آں حساں
 رُئے پهن کرده چو طشت نخل
 تیغ که بر تارک آنا کرشت
 لشکر اسلام که دنباله کرد
 خر تنه چپند ز لشکر کشاں
 و آنچه دگر بود ز برنا و سیر
 خان جهاگیر که اینست قیامت
 گشت چو موم ارچه که پولاد بود
 چچک بید و بدگر سوئے نیت
 در گله مرغ در آفت و سنگ
 عطف نمودند بد امان کوه
 پشت مغل بود بهر رو که بود
 رو نمودند نمودند پشت
 تیغ زناں قطع همی کرد راه
 پشت شدند از همس و دگر گز
 کرد پراز گوئے زمین سربس
 شد خره سگ ز سربس سراں
 دید سیر خود همه در طشت خول
 کرد بکیاے سر و تیغ و طشت
 کوه زخون زیر و زباله کرد
 رفته عشاں تافته به نشاں
 یا علف تیغ شده یا اسیر
 فرخ و فیروز عشاں باز تافت

بست اسیران مغل را قطار
 گردن شان بہر رسن ساز کرد
 کشتہ ہم امین نشد از ترک تار
 چون ز چنیں سخت جہاں یافت بہر
 مجلس آراست بر آئین کے
 شیشہ می ریخت بر یا قوت گنج
 ساتی مہوش بقدر دست بُر
 چرخ ہر آں درازیں پیش داد
 تاکہ ز ساتی شنود بانگِ نش
 صف نہ یار ان خوش باد گوش
 بر یک از اں پہلوئے شمشیر تیر
 بزم گے ساختہ شد چو شبت
 جرعه مشکیں کہ زین در گرفت
 بر بط و طلبور کہ شد نغمہ ساز
 زخمہ درآمد بزباں آوری
 بادہ چو خورشید ز کہ تابشام
 کرد چو خورشید بوقت غروب
 داد بدال چند شتر در مہار
 سر برین بہت ورسن باز کرد
 تاز سرش پوست نکر دندبا
 دست ہی برد سپہدار ہر
 داد بے کشتی ز زین بے
 طرفہ بود شیشہ یا قوت سنج
 دو رقم جام باقی سپرد
 رفت بریدان قضا را زیاد
 پنبہ بروں کرد صراحی ز گوش
 سر خوش بادہ سری کردہ خوش
 شیر گرفتند چو شد شیر گیر
 خاک شد از ہر عہ معبر سرشت
 گلاو زین خورہ بغیر گرفت
 کرد ز حیرت سر قرابہ باز
 داد بمطرب بزباں یاوری
 داشت طلوعی و غروبى بجام
 طالع خود بر ہمہ ہناتاق خوب

وقت درآمد کہ حسیانِ بزم
میر سپہ کرد بے ہدیہ رست
پیشِ بزرگان و سمرانِ نبرد
کرد بزرگی سچی کمتل
ہر ہمہ شنود خوش از بزم گاہ
بزم زمہاں چوتھی یافت جلے
خلوتی چند ز خاصانِ خویش
جام کہ شد چون دل کافر بوش
پنگ نوازاں ہو اسکرشید
گفت بر آہنگ نمطھا تو نگ
بر طرف خانہ نمائند غم
داد بیاران و بے عذر خومت
خدمتے آورد سزاوار مرد
داد سبک جامہ بقیمت گراں
باز گرفتند بے خانہ راہ
بزم نشین باز بھی کرد رائے
پیش طلب کرد می آور پیش
کرد بیادِ شہ اسلام نوش
چنگ نواز زندہ نوا بر کشید
ایں غزلِ نغز بر آواز چنگ

عزل

برگِ یز آمد و برگِ گل و گلزارِ برفت
سر و شکست و مہنِ زرد شد و زگرِ خفت
نزد مہنِ بادِ حسنِ دل و دوشِ غبارِ لودہ
خوہستم تار دم اندر طلبِ فتنہ خویش
در دید اشکِ چو باز آمدنِ خویش ندید
خونِ دل گرچہ کہ بسیار برفت اندک ماند
سُرخروئی ز رخِ لالہ و گلزارِ برفت
گو بر وایں ہمہ چوں از بر مینِ بارِ برفت
آمد و گفت کہ سر و تو ز گلزارِ برفت
یادم آمد رخِ او پائے من از کارِ برفت
دل باندخت ہم اندر رہِ خونبارِ برفت
صبر ہر چند کہ بود اندک و بسیارِ برفت

ہرچہ از عقل فزوں شد ہمہ عمرم جو جو
اندریں غارت غم جملہ بیک بار برفت
باد خائے ز رہ گلرخ من می آرد
جامم آویخت در آن خار گرفتار برفت
گلہ کرد آن بت شیریں ز برخصد رفت
خلہ کرد آن گل نسریں ز سر خار برفت

صفت فصل ہاراں کہ چناں گم و دباغ کہ بد و نرگس ناویدہ بماند حیراں

فصل ہاراں چو علم بر کشید
ابر سر پرده برا ختر کشید
سیک گل چون درم شہ زدند
سکہ بصد وجہ موجب زدند
شہ سپر عنہم بچمن داد بار
خار سلاچی شد و گل پرده داد
تیغ کشید ارچہ کہ سوسن بلاغ
ہم ز سرش سایہ بُزید باغ
تا شودش سوسن آزادہ رام
خار غلامی شدہ سرتز نام
خون خود از باد خزاں گل نہایت
لیک صبا از سر خوش تنہا
خواست گل از باد بخواہد دیہ
سوسن ازین غصہ بکین خواستن
برد برون نگرش از قعیمہ
او خود از ان خاست کہ آرا گشت
خاست بشیر زہے خاستن
بس کہ صبا ہمہ می غنچہ کرد
غنچہ چہ افتاد کہ بر باد گشت
باد حریف گل و گستاخ زد
تازہ نشد تا دم اورا خورد
جامہ صد برگ بصد شاخ زد

باد همه خاکِ نین ابر بخت
 بس که گرانی ز راز حد گزشت
 جامه گل پاره شده برنش
 گل ز کرم زرده آن اکسبت
 آب سمن در چرخِ مشک و
 باد که از شاخِ همی بر شکست
 سایه کنان سر و بر افتادگان
 گر چه پرانیب صبا هر چه بخت
 ز رگس تر گشت همه روش چشم
 خون سمن چشمک پوشیده دا
 سبز چنان شد که جهان در گرفت
 نسجه دیباچه عشرت جهان
 خون چکید از گل نازک خیال
 سرخ گل از باد چو آورد یاد
 شاخ گل کون که تر شد برش
 ساخته گل کوزه نواز نبات
 باغ ز هر غنچه شده کوزه در
 یافت زرد و بر صدر برگ سخت
 دامن صدر برگ بصد پاره گشت
 غنچه گره بر زده در دامنش
 وز پئے خود جامه نسا زد دست
 باد شد آهوتنگ و مشکش بود
 باز چه بر ما که بر آں شاخ نبات
 با همه کس راست چون آزادگان
 در صفت سر و همی بود راست
 خیره شد اندر رخ خیر و ش چشم
 چشم نه ز داز کسے الا ز باد
 چشم ز رگس نتوان بر گرفت
 خواند صحیح از ورقِ انغول
 لاله خود رے از آن یافت حال
 خولش بجنبید ز سیب باد
 کوز تر از دست کوزه سرش
 ابر در او رخت آب حیات
 گردش چرخ از گل تر کوزه گر

باد در آن کوزه شد دسر کشاد	گر چه که در کوزه نغمه باد
نسترن از رے نکومی پرید	بلبل و قمری هم از آن می پرید
فانحه خوان غنچه بگاہ سحر	ز گل و سبقت گل و علم نظر
گل که سپر باش فرا هم شده	پیش سپر غم سپر غم شده
گل که همه روے شناسا شده	رے شناس همه صحرانده
قطره شبنم زده بر یاسین	ماه بر پر دیں شده هم در زمین
کرد بنگ آتش لاله نشست	ز غنچه هندی آتش پرست
گر به بید از گل لعل و پید	گر به مشکین شده در مشک
بید شده تیغ نشان زیر پایے	سایه از دختسته شده جایکایے
لرزه کنال آب ز آسب باد	بس که برو سایه بید او فتاد
آب که آهین شده بود از سپهر	آهین او آب شد از تاب مهر
غرق سپر گشته ز نیلو فر آب	بر سپر ش قبه سیم از جناب
طره منبل ز مشک گشته باز	پنجه شمشاد شده شان ساز
بر گل بالا که دحد بوتان	بیشتر است همت بندوتان
آن گل هندی که چمن کرد رست	نہ بخراساں که بعالم نجات
کیوره هر برگ چو سیم پید	عود از دسوقه چوں مشک پید

ہر گلِ بالا کہ بود تازہ رُے
 نغزیِ ایں گل کہ ز تری مغز
 ماند چو در جامہ شیشِ میقم
 سیوتی خوش کہ کندش گلاب
 یک گلِ بیلِ دہ دیگر درو
 از گلِ بیار دلش گشتہ باغ
 مولسری خرد و بزرگ از ہنر
 بوے دے آں اکہ مغز آرمید
 پنجہ کشادہ گلِ لعل از پلہ
 نے غلظم نافہ - ولے نیم خام
 تا کند اندر دل بدخواہ ریش
 جاے نہ در باغ ز گلہاے جا
 از پئے گل ہر کہ بہ بتان نشتا
 گشت ز شرف گل زرد ام زدا
 سبزہ گشتش ہمہ صحرا خرام
 غنچہ بہ ستاں ز نم آردہ شیر

جز تبری ز دستاں یافت بوے
 داد بہ خشکی و تری بوے نغز
 جامہ نما ند کہ مہماند نیم
 از ہمہ سور و ہمہ روے آب
 گل ز گل و گل ز گل آید بروں
 وز خوے او در جگر لالہ داغ
 خرد و بزرگ از ہنرش بہرور
 بوے دگر گل نتواند کشید
 غرق بخوں ناخن شیریلہ
 چیزے از دُشکِ دگر خونِ تام
 ز باغ نشانم بہر شاخ خویش
 مرغ و افغان کہ گبیہ بند جا
 ملک جہاں یافت اگر جاے یافت
 گل بہ زین گو نہ زر و ام دوا
 پُر گل ز زین شدہ صحرا تام
 مرغ چو طفلان شدہ اند نفیر

ز باغ برفقہ ز چمنہائے نو
 بوم ہم آورده در اراغ رو
 شاربک رغائب چمن باز خورد
 چشم بر خسارہ گل سنخ کرد
 ببل سرست ز نطی کہ خواند
 غنچہ سر بستہ دهن باز ماند
 زان قبح لالہ کہ مت شریپید
 طوق گرد کرد و ز گل زر کشید
 کبک چو بر لالہ کوہی گزشت
 پاش چو منتقا ز خویش گشت
 ہد ہد از اایہ ہب لی کہ خواند
 تاج سلیمان بسر خود نشاند
 طوطی ناطق چو زباں بر کشاد
 منطق مرغان خراسانش داد
 فاختہ ناطق باصول کلام
 گفت یکے صانع خود را دم
 رہبر جاں گشتہ بگلزار طیب
 رہزن عشاق شدہ عنید
 شاہ دریں فصل بعشرت گری
 باگل و بلبل بطرب گتری
 بادہ بشاخ آمدہ در گل شدہ
 وز دم او بلبلہ لبیل شدہ
 مطرب بلبل نفس از نعمت
 دین عنزلش بردہ بسر است

عنزل

آمد بہار و شد چمن دلالہ زار خوش
 وقتیست خوش بہار کہ وقت بہار خوش
 در باغ با ترانہ بلبل دریں ہوا
 مستی خوش ست بادہ خوش ست نما خوش

۱۵ اشارہ بدعائے کہ سلیمان علیہ السلام فرمودہ بود کہ ”دبّ ہب لی ملکاً لا ینبغی لک احد من جدّ“

جائے بریر سایہ شاخ چنار خوش	مائیم و مطربے و شرابے و محرمے
مارا بکن ز آمدن آں نگار خوش	لے باد کاہلی مکن و سونے دست و
سبزہ خوش ست آب خوش و جوبار خوش	چیزے و گر گوے ہیں گو کہ در چین
پیش کن دیار مشور زینار خوش	گر خوش کند ترا بجدیشے کہ یار کرد
ہم ہچانش مست بہ نزد من آن خوش	و رہنیش کہ مست بود خفتش مدہ
بازی خوش ست بوسہ خوش ست و کنار خوش	با او در آں زماں کہ میش راہ میدہ
سر خوش خوش ست دست خوش و شیار خوش	من مست خوش حریفی اویم کہ آں حرف
آں سر و من یادہ خوش ست و سوار خوش	سر و پیادہ خوش بود اندر چین و لیک
وز خسر و شکستہ فغانائے از خوش	ازے خوش ست بر شکیںہا بگاہ از

صفت موسم نور و روز و طرب کے و شاہ
 بزم دریا و کف دست چو ابر نیل

نور شرف گرد بستی عل	رفت چو خورشید بر جحل
موسم نور و ز جہاں رگفت	دور جہاں و ز نواز سرگفت
قصر فلک مرتبہ را تاباد	شاہ در آں روز ہم از باداد
تا بجل رفتہ شرف بر شرف	لنگرہ قصر طرب بر طرب

پرن ز رلفتِ فلک استند	صفہ نہ طاق بیارہستند
عزیز دگر بر زمین انجمنستند	تخت زدند و تہق آونجمنستند
ابر از شرم بچادر کشید	چتر ز ہر سو بفلک سر کشید
شش جہت آراستہ زان پنج منہر	پنج طرف چتر چو مہر برہر
لعل دسیہ گلگز و سبز و سپید	ہمو گل و سنبل و سوری بید

صفتِ چتر سیہ کر پیہ چشم خویش آں سیاہی کہ تو در خود طلبی ہست ہاں

گشتہ شب قدر برد از آشکار	چتر سیہ اشب قدری شمار
کز تہ و بالاش و خویش یافت	گوئیہ اوزان سیاہی یافت
در تہ او سایہ عونِ خداے	بر سر او سایہ فرہماے
باز رہانید جہاں از تاب	سوختہ خود را ز قہ آفتاب
سایہ کہ گرد آورد از دانش	گر د شود سایہ چو پیرانش
شاہ جہاں گشتہ از سایہ عجبے	تا پیہ سایہ بشہ گردے
ہندشہ از وے ہمہ اعظم سواد	سایہ او بر سر ہند او فدا
نقش نکرہ ہست سوادِ خیاں	خامہ نقاش سحر بناں

گوهر آج پتر کہ بر شد باہ قطرہ باراں ست در ابر سیاہ

صفتِ پترِ سپید از پسِ آنِ پترِ سیاہ
چون شب قدر و سپیدہ دم عید از پسِ آن

پترِ سپید آمد چرخِ امید	بہیضہ اسلام از دور و سپید
سقفِ زور کردہ ستون از پیش	وز گہر آدینش ستر تا سرش
داشته ابرے بستون در سما	قطرہ معلق بمیانِ ہوا
ابرِ سپید و گہر بے بہا	قطرہ اوداں کہ نمود از صفای
سایہ ز خورشید بود در سیاہ	سایہ روشنی سفیدی چو ماہ
نور دہ و روشن و عالمِ فروز	چون رُخِ خورشید گہ نیمروز
شکل وے از فرقِ شبِ کباب	پارہ نوے ہم از آن آفتاب
از بر خورشید سرش برگزشت	جامہ سفیدش ہم از آنِ شگفت
پترِ سیاہ کرد سوادے پدید	وین بہ بیاض از سببِ رسید
ماہ دو ہفتہ کہ مدور نشان ست	عکس وے از آئینہ آسمان ست

صفتِ پتر کہ لعل ست چو خورشید ب صبح
بلک بہت اوشفق و صبح جمالِ سلطان
پترِ درگروشن و خورشید تاب
لعل و منور چو ب صبح آفتاب

فلک از پیش روی و پیش	خواند کواکب فلک اطلش
سود سرش بر فلک سبز و ام	گشت فلک سُرخ و سُفوق یافت نام
از رخ شته نگ چو در یوزه	بشت بنه قبه فیرون کرد
ابر بار دچو شود لعل کار	اوشده ابرے که بود لعل بار
روش بسرخ چو گل تر شده	سُرخِ روے همه کشور شده
سُرخِ اوتماز فلک برگزشت	دین خورشید و سُرخ گشت
معدنی و معدن یا قوت و دُر	معدن او گشته زیا قوت پُر
چتر سیه را همه تن مشک دید	خون خود از غیرت او خشک دید
لعل که آونیت گشت از برش	خون چکاں ست ز رنگش

صفتِ چتر که سبز است سبزی شاه برگ نیل و فری اندر سر ریای و اں

چتر دگر همچو فلک سبز رنگ	بسته از چشمه خورشید رنگ
اطلس او سبز تر از آسمان	موجب سبزی شاه جهان
سبز دخت ز گیسو یافته	سایه ز حق بر سرشته یافته
سایه او گشت چو صحن النیش	سبز زمره شده اندر زین
طرفه درخت که چو آید ببار	بر زود حد جز گریش اهو

پرتو او ماند بجائے کہ دیر
 پیش دے از شرم سپر کبود
 مہر براں خاک نسا بدلیسر
 نیمہ کامل بزمیں شد فرو د
 کلد او گشت چو با پس خجفت
 در غلط افتاد ہبانی و گفت
 چتر شاہن ست کہ شد چرخ ماہ
 چرخ مہ این ست کہ شد چتر شاہ
 دید سپر شس چو بد اں نیکوئی
 گفت کہ یارب منم و یا توئی
 تو بسر شاہ و من اندر محن
 یکھنے چرخ تو شو چتر من

صفت چتر کہ گل گز شدہ از گل گز او بر سر شاہ ز گل سایہ کند تا ب تمان

چتر دگر گل گز و گلگون چور ز
 یک گل در بہت فلک پدہ نشا
 چوب دے اکسوں فلک دہ گز
 شہ شدہ در سایہ گل بادہ نشا
 کرد گل رنگ ن دل شدہ
 مرغ چو بلبل بر گل شدہ
 سایہ اش اں جا کہ فت برین
 گل بدہ گز بگز اندر زین
 بر سر مہ کردہ نہ گل خرمنے
 گشتہ معلق بہوا گلشنے
 گرد رخ شاہ چو جولان نمود
 گل کہ بہتاب و مد آں نمود

۱۵ کہ بفتح خبر از ابریشم لغتے مت ر قرات گرجان فارسی لہجہ بدان کہ کند ز جامہ پیایش نمایند و تیر بے پرو نام
 دینے کہ عربی طرافا ہند جاؤ نامند ۱۶ چتر انہر لہ گل کرد و روی بادشاہ را نسبت بہاہ کردند ۱۷

داد بخورشید فلک پایگی
 پستِ دے از بارِ گسِ خمر ز
 گوئی از آخِرم همه گلِ حیدرِ ماه
 خامه بے نقشِ تراخت
 خاصه بے حقِ ہمائیگی
 چوں سحرِ گلشنِ شبنم ز
 دختہ و سناخت زانِ شیرِ شاه
 رنگے از ان گونِ نیا میخت
 خامه چنان رنگ نیارِ دید
 چرخِ نیا در کشید

وصفِ ربابش که نزدیک است از اهمیتِ شای
 گنگ ماندست ز حیرت نکند کارِ زباں

رُے برو آئینه دُورِ ربابش
 از دو طرف رفته به پہلوئے شای
 تیغِ زباں آخته چوں شیدِ برگ
 ز آبِ گهرِ چویش زباں پر شده
 گاه گهرِ سنج گمے نورِ پاش
 گوهرِ شای گوهرِ بازوئے شاه
 در دلِ بدخواه زباں گیرِ مرگ
 ریخته دستارِ چه پر در شده
 زان سرِ دستارِ چه بے بها
 دستِ شای فرقِ سرانِ دُور
 و ان دُورِ ک از دو طرف چویش
 گر گس آں جابِ پر داند رها
 در رود اندر دهنِ اژدها

کدو بجائے کہ سہ پایہ بہ فرش
گر سی نو ساقی پہلوئے عرش
گاہِ نیروش زبیاں کار داد
جانِ بداندیش بجانِ داد
حرثِ جاندار شدہ جانِ لاش
دو جگرِ خصم زماں دور باش
دستِ سلاخی شدہ شمشیر
دستِ بے از بارِ گھر زیر گنج

صفتِ تیغ کہ با خصم نیامش گوید
کہ زہر تو فرو چند برم آید ہاں

قطرہ آبی کہ بہن گام غرق
بگذرد از گردن و انگہ ز فرق
ادبِ خوشی خستہ میانِ نیام
خوابِ مخالف شدہ از دیلم
شعلہ آتش زبیاں آوری
ز آہن و سنگ آمدہ در دای
آب را گوہر نصرت بہشت
آہن اور از زرعِ عالمِ شبت
قیمتِ زربشیر از آہن ست
لیکے را ز آہن اور و شبت
آہش از فیت قوی تر ز زر
بہر چہ زربستہ بہ پیش کمر
پارہ آہن کہ بر در خور ست
از تن بدخواہ کشد گاہ کار
حرمتِ آہن نہ از ان رست
گردنِ دشمن زن با سرب
رشتہ رنگ در گمہ شاہوار
مہرہ در آیمختہ گوہر بہم

۱۵ یعنی آدمی چوں چہ ترش شیریں بینی دہن پر آب میگردد همچنان بدین خصم نیام را دہن پر آب میگردد آب عبارت از تیغ ست ۱۲

ہندی گزشتہ باسلام راست یافتہ از شاہ جهان دست راست

صفتِ حیرت کما لے کہ باز و سحر

نیم حیرت کہ او نام نہاد است کما

کر خیم او چرخ شدہ شکست	ترک کما نذر کما لے بدست
افکند از ناز در ابرو گرہ	از ہنر و علم کندش چو زہ
علم بدست آر کہ ہست او بے	ہست گزشت علم بدانند کہے
نامہ از کش مکش اندر فیفر	ماندہ پیایے بکشاکش اسیر
خانہ بجا ماندہ و تیرش واں	گوشہ خانہ ز کشاکش واں
تیر زنی خانہ بدان محکمی	خانہ دودار و بچان غرمی
زاع نشانہ بشیر شلخ خویش	تا کند اندر دل بدخواہ ریش
ترشد از آب نہ بینی بخواب	ہر چہ بود خشک بیا پیش آب
زشت ترا نگاہ کہ بے آب	زشت بود آب چو برے گزشت
ماہ شود بستہ و پایندہ او	چون کشدش غرق خداوند او
زہ کندش ہر کہ بود زود دست	چون ز ہنر برکتِ شاہان شست

۱۱ چوب کہ در تہ تیری باشد اورا تیر نیمی گویند۔ ہندی کڑی ۱۲

۱۲ زاع رمز از تیر زیرا کہ لازمہ زاع پریدن است و تیر نیمی پر ۱۲

۱۳ اگر تر شد ۱۲

صفت تیر کہ بارانش بغایت سخت سخت بارانی در تیرمه و در نیساں

تیر بلیک افکن و آهوشکار	وز دل دشمن شده سداں گز
گاه پریدن چو عقابی درشت	کرده زخوں گر گس پر سرخ نشیت
پسہ عقابی کہ چو ماہی شست	جستہ براں گونه کہ ماہی بجست
نہ غلظم پسہ نشد تیر راست	پسگی از دستہ شمشیر خاست
در سر و پایش دو گرہ جابے گیر	زان دو گرہ ماند عقاباں اسیر
رانچو بر رے ہو اتین گلم	از گزہ گز کرد فلک را تمام
سیلک سوزاں بسرے زو	شعلہ آتش بسرے زو
ہست نہ خشک عدو را امید	ز دہمہ سوری بود و برگ بید
سوے عدو نے بدارا شدہ	در زدن چشم گزارا شدہ
دیدہ ز شمشیر بے سر ز نش	جان عدو کند بجگاہ کنش
از پست فرمان نگہبان خویش	نامہ کشی کرد چو پیکان خویش
تیر گرش کرد چو سوافارساں	گشتہ ز دستش سر سوافار باز
بود چپ و راست بر پیش سریر	روح و سپر مابد و پرتاب تیر
میمنہ بگرفتہ سپر ہا سیاہ	راست بدان گونه کہ گیرند ماہ
دین شاہاں نہ سیاہی خویش	داد سپر ہاے سیاہش بر پیش

علی وز زردیش همه یک سہ	بر سپر لعل شد سپر سہ
لعل ترا ز لاله بر کس چمن	چوں گل سوری شدہ گردہ پن
راست چو تیر از سہ پر آراستہ	نیزہ شدہ از سپر آراستہ
راغ و اغزل شدہ برو کس خاک	نیزہ والا ز سہک تا سماک

صفتِ ایتِ لعل و سہ اندر سرِ شاہ گشتہ خورشید میانِ شفق و شام نہاں

سایہ رسانیدہ ز ماہی بجاہ	از دو طرفِ رایتِ لعل و سیاہ
ماہی و مہ را بہم نہایت	ماہی تو ماہِ نو انگشت
از دمِ خود بستہ صبار لبم	یک دہزار اسپِ مضعِ تمام
کرد ہم از آتشِ خود سیم سوخت	زین زرخویش کہ عالم فروخت
آتش از دو دلبِ ساتھ	میمنہ جہا سپہ انداختہ
ایر ہو اگر د صبحِ انشت	از پسِ اسپاں صفِ صیدِ مکت
قلعہ بجا ماندہ ستونش رواں	قلعہ آہن تہ برگستواں
کردہ برو ابرجواہرِ نثار	باغِ زر آراستہ شد جابجاء
سیم نہایتِ گل بستایش	سبزہ ز مردہ ہم ریگانش

لعل سماک اعم و سماک اغزل نام ستارگان کہ ایشان سماکاں گویند ۱۲

از دُورِ ویا قوت و زخاں فراغ مرغ ز زر ساخته بالاسے شاخ
 شاخ تو گوئی کہ بخوابد چکید مرغ تو دانی کہ بخوابد پیرید
 ہر چہ گزشتی ز گلستانِ زر خوشتر از اں کردہ بہائے گر
 ساخته از سوم بے نخلِ حیت کالِ بحر از موم نیایدِ رست
 باغِ سوم چوں گزری زینِ دباغ یافتہ از لالہ و ریاں فراغ
 بستہ بے دستہ گلِ دلِ فریب کوششِ صد دستہ نمودہ سبب
 یافتہ سبزہ ز چمنہا درود بہر در و دادہ آں جافردود
 غنچہ کہ دل بستہ بشاخِ چمن ہم بگبست از پیے آں انجمن
 بید کہ تیغ از طرفِ گل کشید ہم برید از چمنِ آن جارِ سید
 قصرِ ہمایوں ز زمیں تاسماک زیور زر بستہ چو فردوسِ پاک
 پرہ بزر و دختہ ہر دامنے تاشدہ بے دختِ ہر سورنہ
 اطلس ز رلفت بدیواینگ داد بہرنگ زیا قوتِ سنگ
 کردہ مسلسل ز گسہ بویا کالِ رش خواند فلک بویا
 خاک از اں مفرش زر بافتہ خلعتِ نور و زرشہ یافتہ
 جشن چو آراستہ شد کیسہ از دوطرفِ میمنہ و میسیرہ
 شاہِ جہاں شستہ بر زینِ سر چشمِ ہاں دختِ ز قہرِ چیرہ
 تاجِ بسر کردہ چو گویم چہ تاج قیمتِ او ہر دو جہاں را خراج

چرخِ قباے ز گم ر یافته کرده بے صنعت زربافته
 آبِ راز تلج و قباؤ بکر تا بکمر تا بگل و تا به سر
 تن چو در آن خلعت روشن گزفت خونِ یواقت بگردن گرفت
 بسته چو جوزا کمز ز دوری لعلِ بخورشید سپرد از دوسو
 هر که نظر کرد بر ویش ز دور عطسه درآمد بدماش ز نور
 جنبشِ سهم کُشم از هر کراں سهمِ زناں بر چشمِ اتران
 قوقه چاوش کله در شده یکسره بر صد سرشاں بر شده
 ساخته بالاس کله جا گاه نادره باشد کله بر کلاه
 شمنه بار آمد وصف راست کرد ترکِ فلکِ هدیت از دوست کرد
 تیغِ زناں دست چپ دست راست هر وصف از صفِ سخنان گشته است
 نعرهٔ مُجّاب که دور از میان آبِ کیاں رخت به پیش کیاں
 گر گسے پر زوازاں پیش پس خسته شد از تیغِ چو پیر گسے
 پیش کشیدند کراں تا کراں خدمتِ همه خدمت گراں
 گشته پرا ز نافه چینی زین باد شد از ناف زین نافین
 چرخِ کماناے سزاوار ره بر مژه نو کرده ز ابرو گر ره
 تیر که بخدا بے بستما در هنرش بسته شده دستما

دست بدست آسکره کامکار	کو برسد دست بدست از شکار
باز پدید آفت طادوس قاز	چرخ کز دلبسته شده چشم باز
شیر فلک صید که شاهنش نام	آن که سرود باز پیرش غلام
جامه زرد و دخت بقیمت گراں	دوخته چشم همه قیمت گراں
جام زرد و نقره بباغ امید	کرده عیان ناله سُرخ و سپید
کشتی کز نقره دوازده بود	عمر بر آن خوش گزند گرد بود
زین همه چون برگزری باد پا	کز تنگ شاں باد بماند بجا
هر یک از آن تیر تنگ خوش نام	قطع زین کرده به تیزی گام
صورت نازی زرد و گوش پد	چشم خپاں گوش به تیزی پد
عرضه کنان حبله با فکندگی	خدمتی خود ز سر بندگی
جام زرد و جامه گوهر نگار	بود ز هر جنس بردن از شمار
مرد محاسب بشمار که خواست	بیشتر از دست چپ آورد راست
بس که فرود رفت بسود اقلم	مجره سر باز مبد از رقم
حاجب فصال چو قمری سار	نفر نوا گشته ز فصل بهار
تا شب آں روز دیگر روز هم	کم نه شد آن خدمت از بش و کم
شب جمع بر آیین بهار زین	کرد هوا پر ز گل و یاسمین
شاه بخلوت که دولت شتافت	خلوت از دولت جاوید یافت

رفت بخلوت در دولت کشا
 کرد رواں برکت چوں لاله زار
 بزم گم از خلد بریں دست بُر
 شاه بهر سبب عمه که برخاک نخت
 از ہوس جبرئٹہ شدہ در مغاک
 ریخت بے رشتہ در تئیں
 موسم نوروز ہولے شراب
 جام ہی خورد ہی بود شاد
 ہر چہ زرد جامہ نوروز بود
 بخشش خود کرد زاندا زہ پیش
 ہر کہ چو گل کرد بہر بخش گرز
 زرنجوشی داد شمارے نہ بود
 باد شکفتہ گل بختش مدام
 نعمہ زرش زہرہ پردہ شناس
 یافتہ در گوش ہایوش جاے

عزل

گل امرو ز آخرین شبت برخواست
 بجام لالہ مجلس را بیا راست

خلوتیاں را بہ نہاں بار داد
 بیان گلزننگ بپوے بہار
 شنگلی حنلہ باقی سپرد
 در جگر خاک در پاک ریخت
 العطش آواز برآمد ز خاک
 گشت بیک رشتہ سترہ نہیں
 شاہ جہاں مست و مخالف خزا
 شاد ہی کرد جہاں را بداد
 توسن سندش ادب آموز بود
 باز بدوداد کہ آور دہیش
 بُرد بے دامن پر سیم وز
 خوشتر از ان بیج بہائے نہ بود
 بادہ گل بوئے مدامش بجام
 نعمہ گری کردہ بچندیں سپاس
 ایں عنزل از مطرب بطرا

نشسته سبزہ زیں سود چپ گل
ستادہ سر ذراں سو جانب است
صبا می رفت و زگرں از غنودن
بہر سوئے ہی افتاد و غمی غایت
من اندر باغ بودم خستہ یار
بنام ایند چو ماہ بے کم و کاست
چو رفیق خواست از پہلوئے خستہ
برآمد از دلم فریاد بے خواست

غرم سلطان بسوئے ہند پیالیاں بر راندن از شہر حوینوہی گل از بتاں

چوں حمل رفت بثور آفتاب
پنخت ہمہ اند پر وین ز تاب
از شرف خویش بریں اندر
در شرف ماہ طلب کرد بخش
نقطہ پر کار حل را گزاشت
چوں حل از نقطہ نشانی نہ داشت
رفت جہاں را ز عدالت مزاج
جست را آغاز حرارت علاج
گشت ربی بدرد و افتاد
فرغ بہر گشت فرو داد افتاد
خوشتر پر شد بہ تواضع گری
خوشتر غالی بزبان آوری
خوشتر پیری چو شد اندر سلام
از ہمہ کس یافت در دے تمام
از پئے کلرغ جہاں می گزشت
خوشتر گندم بزبانش بدشت
سینہ کنشک بجائے درد
گشت پراز گندم نو جو بجو

۱۱ کلرغ بجان تازی نویت از کرگس سخ سرکہ بر سرش پریشان شد

نمن در توده خود در کشید
 نمن در تهاں بفلک سر کشید
 کاهش از زردی بل کمر با
 سبزہ در پاش ز مرد غائے
 نعمت دیدار غنیمت شمر
 سرسراز حکم گلستان سب
 اول عمرش آفاق گشت
 ہرچہ گل آفرشد و عمرش گشت
 خون بداندیش ہی کرد کم
 شاہ بر این خود از جام جم
 دیں خبر از ہر ہمہ بر می رسید
 پے پے از شرق خبر می رسید
 ہرچہ صوابت ہی باز جست
 مصلحت ملک راے دست
 حیلہ چہ سازد کہ بخیزد ز پیش
 کر پئے آن کار بتدبیر خوش
 باز پئے رزم فرستد سوار
 خود کمر کینہ کند استوار
 پردہ ز تدبیر بر انداخت زدود
 کار شناسی کہ در آن از بود
 آن نہ سزد کرتن تہاے شاہ
 گفت کہ از صد پے کینہ خواہ
 شاہ بباید ز پئے فتح باب
 لشکر نشہ گرچہ بود فتح باب
 لیک خورشید تو آن یافت وز
 گرچہ کہ ستارہ بود شب فروز
 سیل شود لیک نہ دریا شود
 گرچہ کہ صد جوے بیک جانشود
 نقش ہماں دید و ندیش گزیر
 شاہ در آئینہ راے منیر
 غم سفر کرد بشرق دست
 در وسط ماہ ربیع نخست
 لشکر ستارہ فروشد باب
 صبح چو بر زد علم آفتاب

کوس غنیمت زد در شهر یار
 دمد سر را کرد و دامنه بلند
 کوچ سپه کردیش از شهر نو
 لشکر از دژ خورشید پیش
 از اثر جوشن چنان لشکری
 کره گل شد چون فلک بقرار
 از نسیم اسپان که زمیں کرد چاک
 یافت سر ابرده در آن مقام
 گرد سر ابرده صحرائش
 باز همه رسم خوشی ساز کرد
 باده فرو ریخت بجام طرب
 هر چه زمیں در شکم گنج
 خاک بهر جرعه کز آن جاشید
 بود در آن مجلس مستی اثر
 خاک نگر تنه دگر گون گرفت
 شاه بدولت خوش و عالم بجام
 جام چو بر دست شه آورد پای

لرزه در آورد بر ویس حصا
 دم بدم ناس و ماد م فگند
 داد جهان را از ظفر ببر نو
 ذره بدنباله و خورشید پیش
 لرزه اثر کرد تحت الثری
 کره گل گشته فلک از غبار
 کوه در آمدت لرزل چون خاک
 دشت در آمد ز ر سنها دام
 دست زد او تا د کجبل ملتس
 زد همه عالم خوشی آغاز کرد
 جرعه بنوشید زمیں با ادب
 خاک بسر کرده همی خورد گنج
 ز همه از پرده لصحر کشید
 گنج همه زیر زمیں بر ز بر
 کر تیر گل ز همه بیرون گرفت
 از خوی پشانی گل شسته جام
 غرق غرق ماند ز هدایت بجا

گر چه ہی خور و بے جام بخت
 هم تنخا لنه مبد از کار تخت
 مست نمی شد که زر لے صوا
 عقل زبردست شدش بر شتر
 متی اومایه بشیارش
 خفته همه خلق زبیدارش
 خواست گل نشخ بندستان
 لاله سنگتش زوگر بوستان
 لشکر کارکش بالا نور د
 از عقب کوچ در آمد چو گرد
 بار یک آمد زمصاف منخل
 بسته گلوهای منخل ابه غل
 طوق گردن همه چوں فاخته
 غلغلے اندر گلو انداخته
 در خم هر سلسله صد سگ اسیر
 سلسله از خلق سگال در نصیر
 اسپ تزاری که بدندان تیز
 بر کند از شاخ گیاه استخیز
 شیرین سینده و کوتاه دیم
 سوده سر گاو زمین زیر سیم
 شاه بدان مرده دولت که یاف
 باده طلب کرد و مجلس شاف
 ز اوّل ورزش نطرب تابشام
 دور تشمے ز کف لب جام
 خوردم و گنج تجلج داد
 بس گمروز که بتاراج داد
 گاه بهر سعه گمے فشانند
 گاه بهر زمزمه زرے فشانند
 عمر ابد با همیشه اندر شش
 دین غزل اندر لب خیا گرش

عندل

دوشن نا که بن دل شده آن مه برید
 دل مقصود خود المنة تند برید

بازمی گفتم و افسانه هجران باخویش
 از پئے گوری آن کس که نیارد دیدن
 آمد آن روشنی چشم با استقبالش
 آمد آن ساده رخ برین بهوش ز آب
 گریه بر سوزنش آمد و بر سونختگان
 دل شد از من بیار و پیرش نامد
 می کشیدم سر زلفش ز قفا جانب رو
 خسوف اگر رسد ابله بهشت این عجیب
 تا بدار لحظه که بالاس سرمه برسد
 فردّه نورِ بصر بر من اکس برسد
 مردم دیده دوا تا بسره برسد
 بر سرِ شنه تنگ کن که چه ساں چه برسد
 این چه بارانِ کرم بود که ناکه برسد
 چون خبیثت که جاں می دهم ناکه برسد
 تاشب تیره بنزدیک سحر که برسد
 عجباں ہیں کہ ہشتی بتو ابلہ برسد

ذکر باز آمدن قلبش از قتلِ مغل

ہمچو گرگانِ رُمہ یا علم از برخان

صبح چو بر شد بریرِ پسر
 بارِ گرانِ دادہ فلک از گنج
 شاہِ فلک متبہ دُ گنج بار
 مہ ز فلک چتر کش شاہ شد
 صف بکشیدند ملوک از دوسو
 طلب زناں بار بک و لشکرش
 کرد کشادہ بجاں چشمِ مہر
 تا فلک از بارِ زر آمد برنج
 داد برادرنگ چو خورشید بار
 چتر ہمسائیگیِ ماہ شد
 ہر ہم مکیو یہ شدند از دوسو
 داچہ بُد از لشکرِ شہِ یاورش

آمد پیر امن داخل استاد	شد علم داخل از دین ز باد
رمل صفت اشکر و چشمه علم	داخل نصرت شده از دین و شتم
چون کثره بر کوسِ مینِ دایوس	زد مس او باد ز دین و کوس
گفت چو آن کوسِ شبنک را	گوش فدا و اشتر افلاک را
از سر داخل لیل کافش شکن	گشت پیاده چو گل اندر چمن
دانشش غلبت گلگون بر	گل ز زر و شبنم او از گمر
قند ز زریں چو فلک موبو	فرق موبوے ز فلک تابو
جامه خیز جوهرش از بخت طاق	جوهرش در آمن بالاتفاق
جوهر آں حسنه که فردش لقب	یافته تقسیم بحسن و این عجب
وصف او حمله سران نبرد	زنگ بزرگ از سلبِ سُرخِ دُرد
مے میان دگر ز ریشه	رشته بیا قوت و گم در شده
هر چه که بودند امیران شاه	هر همه در سپنجِ چو خورشید ماه
کارگزاری که بقیمت گران	جائی کار گزارانِ حبا
بسکه خوی داد خوی ازین برد	آب چکید ازین خوی آب گوی

۱۱ به زبان ترکی سُرخ علم ۱۲ فلک ابوجه کوزه پستی به اشتریم تشبیه دهند ۱۳

۱۴ پهلوان دشمن مبارز ۱۵

۱۶ جوهر آں حسنه که لقب و فردست ۱۷

صبحی از بویج بر آب دگر
 خاره بر اندام کسے خود نه بود
 جمعی از یں گونه کم آراسته
 صف زده با تیغ زمان گول
 بانگ بر آمد ز نقیبان بار
 راستی آمد بمقام لعل
 هر کس از ایں سجده که حالی نمود
 ز اهل سپه تا بخداوند کوس
 از پس ایں خدمتی آمد به پیش
 جام ز رو جامت ز تر یں علم
 حاجب فصل آمد و تفصیل داد
 خدمت و اندر محل عرض گاه
 عرض در آمد با سیران زم
 کافر تا مار برون از هنر ار
 سخت سرانی بو غا سخت کوش
 رے چو آتش کله از بیمش
 سر تر اشبیده زهر قلم
 بر تن ریاضتانش گزر
 معدنی لعل کم از خار ه بود
 چشم بد از دیدن آن کاسته
 گشته بدرگاه شهنش ردال
 پرده بر انداخت ز در پرده و
 کرد بسجده و متد خود را لعل
 صورت ایں صورت قالی نمود
 یافت همه کس شرف دست بود
 هدیه شاهانه ز اندان پیش
 با تحف اسب و طرائف بهم
 کرد مفصل همه در فصل یاد
 گشت چو مقبول باقبال شاه
 کرپے شان شکر شه کرد عزم
 کرده دگر گونه با شتر سوار
 هر همه پو لاد تن و پنبه پوشر
 آتش سوزاں شده با شیم خوش
 ذال قلم ننگ خیت غدا لایم

رخنه شده طشت مس از چشم رنگ	دیده در انداخته در زخمه سنگ
زشت تر از زنگ شده بویشاں	پست تر از پشت شده ویشاں
چهره شان دبه نم یافته	جای بجا کجک و خم یافته
از رخ تا رخ شده بنی بن	وا از کله تا کله لبالب دهن
بنی پر زخم چو گوهر خراب	یا چو تنوے که ز طوفان آب
موے ز بنی شده برب دواز	سبلیت شاں گشته بغایت راز
ریش نی سپید امین چاه زرخ	سبزہ کجا بردم از رُس رخ
کرد ز رخ شاں ز محاسن کنار	اہل ز رخ را ببحاسن چه کار
سبلیت چوں سیخ چو تاج رود	رشته ہیں نعمت شاں در گلوے
از پیشاں سینہ سفید سیاه	کاشته کجہ بزین تباہ
روغن اگر خلق ز کجہ چشید	کجہ شاں روغن از ایشان کشید
بر تن شاں از پیش بے شمار	پشت چو کینخت شده دانه دا
پشت چو کینخت سرے درفش	چرم قضا گاہ سزاوارکش
نیم تن از موے برہ در تراش	نیم سرازیم پیش در تراش
برق لغت ز سر فروخته	پرچم و طاییش ز سر خسته
خورده سگ بنوک بدندان بد	ہر ہمہ دندان خستہ بی خود

۱۵ تو از مغلاں ۱۲ پرچم قہ را گویند یعنی برق ایشان ہمیں سزایشان بود ۱۲

۱۵ دندان خرد کہ آن اور عربی خرس نقل و در ہندی عقل اڑھ گویند ۱۲

گشت ملی گوہمہ بر بانگ نے
 از روش موئے شاں پرورش
 قصہ شنیدم ہم از ایشان کہ گر
 خوردن تے را چو پے اندر پند
 ماندہ شاں از خورش نشستی
 اصل سنگ یک بزرگ استخوان
 کوہ تنائی بستر کردہ جائے
 شہ عجیب نے اس ہمہ رو ہا عزت
 دیو پیدا آں ہر یک برے
 رخت چو برست اسیران بار
 سرسبزینہ بے داشتہ
 نیزہ سرافراختہ از حد برد
 پوست دروں کردہ پراز کہجو
 بر سر چو بے سر پر کئے شدہ
 چوں سخن از سرزدگان قطع
 اسپ چہ گویم ہمتا تری اصل
 ہجو زماں نوہ کنایں پیو پے
 از غنٹہ پاشن سنسن خورش
 ایں بکند تے بخورد آں گر
 عیب نکیم کہ ترک تے اند
 واں کہ بہ بند قیشلید پے
 گر بیکہنی شدہ بر رے خوا
 کوہ شدہ بر سر کوہاں پایے
 کاینرد شاں زاتش دوزخ شست
 خلق بلا حول زہر چارے
 در عدو کشتہ درآمد شمار
 سر ز پس مردگی افزا شتہ
 بشیر از فی بنیستان رو
 از خے افتادہ بدیگر خے
 سنج براں غزہ موجبہ شدہ
 پیش سر رشتہ بیاں گذشت
 بند بہ بندش ہنر کرد وصل

گوشِ نمانِ پخته چرمِ ز مو	پرچمِ سرستہ بزیرِ گلوے
کاسہ سمانی ہمہ صحیحِ انوش	تلخِ کمیتانِ برآوردہ جوش
سخت چو سنگِ تن کشتی نائے	کشتی سنگی و بابِ آشنائے
چوب شدہ از روشِ بقیاس	کرسی چوبین شدہ زیرِ پلاس
باد بہر اہی شاں گشتہ لنگ	یافت زہرِ پاپِ عصائے بچنگ
چون بگیا در زودہ دندانِ پیش	بیخِ زمیں کندہ ز دندانِ خویش
لقمہ شود کوہِ میدانِ شاں	سنگِ نیاید تہ دندانِ شاں
چون فرسِ انصارِ باخورِ سپرد	میرِ سلاحِ اصلحہ را پیش برد
تیر و کمانِ اچہ تو اں صفت	بر سرِ پیکانِ بلبا آبِ خورد
بیک شاں از سرِ چوبِ پدید	برگِ برونِ آں از شاخِ بید
یافتہ از کلکِ خطائے عطا	وصلِ خطا کردہ و دودِ راجِ خطا
سخت کمانائے تمارِ شکنج	آمدہ از چوبِ آتابکِ برج
ہر کہ بہر گوشہ او خانہ ساز	خانہ شدہ کوتہ و گوشہ راز
بود نہ چنداں کہ تو اں بر شمر د	رفت سلاخیِ سلح خانہ برد
آمدہ فتح چو از پیشِ رفت	ہر گمرے در محلِ خویش رفت
پیل طلب کردہ شہِ پیل نور	کاورد آں بے ممکنِ ابشور

۱۱ پیکانِ آبلہ خوردہ بود نہ یک صفر تیر شکاری و نیاکِ باہار رفتہ از د ۱۲

۱۳ چوبِ آتابک چوبے کہ بدو گردش کمانِ اس کنند ۱۴

گشت روان پُر پیل از شکوہ خاک بلرید و مجنبید کوہ
 پائے کشاں شد جل ز زینہ طرز دامن کُتار در آمد بلرز
 ہر یک ازیں گنبد رنگیں باپے^{۱۱} در رخ صحرا شدہ گنبد سماے
 تاش بہ پیشِ نطنسہ آید بدی گور کند زیر چناں گنبدی
 از دہل ہندی و از کرناے وز شعب طاس و نفیر دلے
 شد ہمہ روے زمیں اندر خروش در سہر ہر پیل گراں گشت گوش
 پیل کزاں غلغلہ آواز داد کوہ تو گوئی کہ صد باز داد
 پیکر شاں پیش شہار جہند بست سدے پیش سکندربند
 شاہ بھنسر مود کہ بردند پیش گا و قوی ہیکل دژ گادیش
 بستہ فلکند دو گانرا بہم پشت زمیں شد ز گرانی بنجم
 پیل بیک حملہ کہ جنبش نمود ہر دو بیک گوشہ دندان بود
 بک بدنہاں چو یکیں در گرفت گا و زمیں را زیں برگرفت
 گا و کزاں کوہ ببالا پرید چوں بزرگوہی بہ بندی رسید
 دور چو بگشت ز گادیش دگاؤ شد بختہ افسار مغل کا و کاؤ
 رشتہ کہ دادند بدیناں دراز رشتہ گرہ ہاے دگر کردہ باز

۱۱ یعنی جست ۱۲ یعنی ہر پیل کر شد ۱۳ آوازے را کہ از کوہ و گنبد باز آید
 صد اخواستہ ۱۴ خرافاں رسنیکہ در گردن سنگ وغیرہ بندند ۱۵

ہر گر ہے سخت کڑاں رشتہ داد
 خورشند از تہ کوہ گراں
 پست بہشت ارچہ کہ از بہر جنگ
 گشتہ ہاں نوع شدہ تن بہن
 شاہ بے سر مود کہ دہ گاہ ہم
 پیل کڑاں جملہ بروں تا خند
 تن بزمیں کرد ز مالش جیل
 گر سر و پاشاں بسید نی پیش
 خال نگہ کن کہ کجا سر کشید
 چون تنہ چہند ز امیر ^{لہر سہ} صدہ
 و انچہ دگر ماند شہنشاہ دہر
 روز بدان مشغلہ مشغول بود
 چون فلک از شیشہ خود گاہ شام
 ہم بے سر و بردن جام از دوس
 شاہ طلب کرد شراب ریح
 شلب قزاق بے خوشتاں
 گشتہ رگ چگ بخونش کشاں
 پیل بدنیاں گر ہنس بر کشاں
 گرچہ کہ بودند بزرگ استخوان
 آمدہ بودند مکر بستہ تنگ
 بستہ گرہ بہشت بہشت از رسن
 سخت بہ بندند شکم بر شکم
 آں ہمہ را پیش دے انداختند
 سر ہوارفت چو بالشت پیل
 فال گرفتندے ز احوال خویش
 دواں سر و پامیں کہ کجا بارید
 دست اجل داد بدام و دودہ
 کرد رواں از پئے تشہیر شہر
 گاہ کرم گاہ سیاست نمود
 جام بے سر و بردہ بدور دمام
 داد ہمہ گوہر خود را بروں
 شیشہ در آہخت گہر باقیمت
 گشتہ رگ چگ بخونش کشاں

تری نم گشته مرکب برود نام ترتم شدش اندر سرود
 نوز شاط از افق جام تافت شه زمی دے زلبش کام یافت
 باد ہمد وقت بشادی و ناز بادہ کش و خضم کش و بزم ساز
 گفت ہی زہرہ بر بط زلفش ایس عنزل تر ز زبان منش

عنزل

تیج بر گیسر تاز سر برہم تیر بکشاے کز نظر برہم
 آشکارم بکشن کہ تاباے ہم ز سر ہم ز در دسر برہم
 خشم کن تا بسیرم اندر حال از تو روز خوشین مگر برہم
 با خودم جرعہ بخشن از لب تا ازین عقل حیلہ گر برہم
 میتو دایم چگونہ باید زیست اگر از مرگ میشت برہم
 گفتیم خوش بزی و عشق مبارز زندہ از دست تو اگر برہم
 وہ کہ شب در میاں کنم ہر دم از تو روزے کہ می سپر برہم
 جور کردی باہ رخصت وہ بو کہ از سوزش جگر برہم
 عنہم خسر و گویمت کہ اگر از رقیبان بے ہنر برہم

۱۵ اسے علی الفور بلا تاخیر ۱۲

۱۶ مکہ تعجب ۱۲

نامزدگشتن شکر بزرگ سوے اودھ

صدر افراتولک باریک اندر سرشال

کر دچو شب نوبت خود را تمام	صبح دہل برد بالاے بام
نوبتِ شاہ شد اندر عمل	نوبت او شد بدامہ بدل
شکر اقلیم ستاں کوچ کرد	چرخ وزیں ہر دو یکے شد گرد
ماہ علم بعد دو منزل بعون	عکس نما شد بلب آبِ جون
کرد تہی آں سپہ اندر شتاب	ہم ز زمیں کاہ ہم از جون آب
گرد چپاں کرد در راں رہ اثر	کاتب رواں تیرہ نمودش بدر
گرد سپہ پس کہ بچون او فتاد	جون جزیرہ شد و پایاب داد
گردے آنجا دوسرے روزی مقام	بستہ شدی پل ز غبارش تمام
آمدہ باشکر دریا شکوہ	رفت بیایاب گرد و ہاگر وہ
عجرہ شدہ داد بیک روز خون	عجرہ یک روزہ عالم بچون
نشہ زلب جون سپہ را بخواست	دور نشد دست چپا ز دست رست
روز دیگر چوں فلک آبگوں	داد رواں چشمہ خود را بروں
کو کہ بشاہ رواں شد ز آب	کرد سوے منزل جیور شتاب

۱۵ یعنی صبح بلند شد و برآمد ۱۲ یعنی در آمد شب یک روز خون داد جون را ۱۲

۱۵ بالکسر حشر ارج و بالغ گذار شدن ۱۲

ماند تہی از علف و از گیاه	منزل چو ز نزل سپاہ
کہ صفت لشکر زد و سوچند ^{لشکر} کمیر	حکم چنان رفت ز زین سیر
در ہمہ تدبیر بد و ہمہ ہند	نامزد و بار یک در گسند
طل زناں پیش گرفتند راہ	بار یک و تیغ زناں سپاہ
لشکر شاں فت گذارے لنگ	کوچ کوچ از شدن بے درنگ
در سر و رفت عنان در کشید	گرم آب سر و در رسید
چند ملک با سپہ و ساز خویش	پیش درآمد ز بزرگان پیش
کہ لب خانان کہ بستان بپائے	خان ^{سر دار} ^{۱۲} کہ چھوے کشور کشائے
ساختمہ ہر چہ نخمیند ز مرد	چند ہزارش ز سوار بند
کہ دیک جائے فراوان سپاہ	خان عوض نیز بستان شاہ
ساختمہ کار میتا شدند	بار یک و شاں ہمہ یکجا شدند
از لب آب سر و پیشش کردہ	لشکر شاں شد ز صفت باشکوہ
تیغ بروں آختمہ چوں آفتاب	تیغ زن مشرق از ان سوختاب
بروہ ز عالم ہمہ خشک و ترش	در ہمہ خشکی و تری لشکرش
کہ پے شمشیر ^{بر دیک} بریدہ بہت راہ	یافت خبر ز آمدن آں سپاہ
وز پے کیس کردہ کماں را برہ	از غضب فنگندہ برابر و گرہ

جُستِ رسولے که گذار د پیام
 هر چه بگویند بگو بدستام
 گر سخن از صلح بود یا نبرد
 کم نکند هیچ زیر دے مرد
 دید که کس نیست ز برنا و پیر
 در خور این کار چو شمس د پیر
 پیش طلب کرد پایے که خواست
 سولے مخالف ز کثے کرد دست
 کس نم اینک شه مشرق کنای
 بر حد مغرب شده تیغ آزمای
 آنگه علم از سر مغرب کشید
 پایش ازین پایہ بجنب رسید
 لشکر آں ملک غلام من ست
 خطبہ آں تخت بنام من ست
 ملک ز من چشم مراد اد نور
 خانه خویش ست ز رفعت ست دؤ
 رشته من گر بگر برد سر
 مالک آں ملک منم در گسر
 آنگه بر آرد بمیانہ غبار
 تیغ بدست ست مرا آبدار
 اے که پیش آمدی از راه دؤ
 کس نتوان گفت مگر در حضور
 چون تو نمک خورده از خوان ما
 دست چه داری ز نمکدان ما
 چون تو نمک در همه مذہب حلال
 گر تو حرامش کنی اینک د بال
 گر سپر از غیبت من ملک یافت
 ردے نخواهد ز پدر باز یافت
 ہم تو کنی راه ترا آگی ست
 دارش این ملک ندانی که کمیت
 گرد گر پے در محل من بدے
 تیغ منش بر سر و گردن دے

لیک چو ہم چشم من این نور بُر
 چشم خود از خود نتوان دور بُر
 من ز پدر من پدیر یافته
 تاج دریں ملک پسر یافته
 چوں کلم را بسم شد پناه
 کس ز باید ز سر خود کلاه
 هر که فرستاده آں درگه است
 بنده موردش در این شہ است
 بنده که باشاه شود کینه عی
 خلق چه گویند تو ہم خود بگوے
 خود که تواند که دریں داوری
 پیش من آید بزباں آوری
 این قدرم دست دریں کار هست
 کت بنمایم بچنین کار دست
 لیک چو من باتو شوم همخاں
 فرق چه گوئی چه بود در میاں
 مس که ز راند و دکن ز رگرش
 کس نستاند بهای ز رش
 عیب ترا دوست که چوں بر کشد
 آہن وز رُسرد و برابر کشد
 نے ز فرستاده دلم عیب بست
 آنکہ فرستاده عتاجم بروست
 در دلم آید کہ بر آیم بہ تیغ
 خوں بدل خاک دہم بید تیغ
 مشرقیم ہستی من چرخ تاب
 کس نزوہ تیغ بہ از آفتاب
 لیکنم این بایہ زیان خود است
 حرمت تو نیست از آن خود است
 گر سپہم در تور ساند گزند
 جان من است آنکہ بماند نرند
 در ز تو در قلب من آید غبار
 ہم تو شوی در رخ من شرمسار

۱۵۰ فرزند من بادشاہ شد ۱۲ یعنی در حالت حیات خود غیاث الدین مرا مرتبہ بادشاہی دادہ بود ۱۲

۱۵۱ ہندی تیغ دورویہ دیولاد ہندی رمز آفتاب زیرا کہ آفتاب ہم دورویہ است ۱۲

باش کہ تا در رسد آن کینہ کوش
 رفتہ فرستادہ و بر دایں پایم ^{از دکان}
 خان سپہ بار بک تیر ہوش
 در خور آن داد جوابے سرہ
 گفت ازین بندہ حضرت پناہ
 باز نما کاے بسریر سرے
 تاج ترا از گہرست ^{فرزند} با نور
 من کہ فرستادہ شاہ خودم
 شاہ کہ از تاج کیاں سرکشست
 غیبت تو جاے تو گذشتست
 شیردگر پے ایں صید بود
 نامزدم کرد کہ در ہر دیار
 زانچہ اشارت بمن ست از سیر
 گردگرے پیش من آید بہ تیغ
 دزد تو از دور بہ بنیم حضور
 عطف کم لیک نہ از بیم کس
 مہر مہر اسید و ماند خموش
 گفت بشکر کش کشور تمام ^{بار بک}
 کرد چو زان گونہ پیایے بگوش
 سخنے بمبیتان ادب یکسرہ
 سجدہ تعظیم رساں پیش شاہ
 یافتہ از تاج گہر بر ترے
 چشم بد از گوہر تاج تو دور
 بر خط اخلاص گواہ خودم
 تحت پدر داشت نگہ زان خوشست
 غیبت ازین بہ کہ نگذشتست
 شیرے اد میں کہ چگونہ رہود
 دشمن اور اندہ ہم زہینار
 تیغ گزارم کہ ندارم گزیر
 تیغ خور داز من داز خود دلیغ
 گر نہ گریزم شوم از پیش دور
 از پے تعظیم شکوہ تو بس

رفت فرستاده دُرازِ نفث	ہرچہ کہ بشنید بشہ باز گفت
شہ چو خلائی ز مخالفت ندید	زانچہ ہی گفت زبان در کشید
دست بے برد و بیاراست بُنا	دور شد از پیش ہمہ سازِ رزم
گشت بمیدان طرب ناکیب	بس کہ گراں شد ز کیشِ رکیب
بادہ ہی خورد بر آئین کے	گنج ہی داد بہر جام سے
گنج برد رنج و لے گنج سنج	در کشش گنج ہی برد رنج
لعل فشاں ساقی ز ریں کمر	گشتہ چو خورشیدِ فلک لعل کمر
شاہ براں سو بطرب گستری	بار یکا ایں سوے بعشرت گری
ساغرِ ضحاک ہی خورد شاد	از کرم شاہِ جہاں کیقباد
باد خوش از بادہ شادی سرش	شاہد دولت بکنار اندر شش
ساز طرب مطرب اور ایچنگ	بردل زہرہ شدہ زو پر دہ تنگ
کردہ بگوشتش غزلِ من عمل	حال منش گفتہ بگوشت ایں غزل

عزل

از دل پیام دارم برد دوست چوں سامن	آجنا کہ دوست جانِ اپناں دُروں سامن
گفتی کہ جان خود را کس چوں کس رساند	گردِ حضور باشی دانی کہ چوں رسامن

آں باد را که جانان از تو جو اجم آر د یک جاں اگر چه باشد صد جان فزون سام
 جاں می بری ز سینه دار در گرافی از غم تو دست خود مر جان تا من بڑن سام
 گیرم جواب ندی دشنام گوے باے تا من بدان عنایت دل را سکون سام
 آنجا که کشته شد دل شمشیر نیز برکش تا سر نهم بهانجی خوں را بخون سام
 حکم ار کنی ببردن بر دیگران تو دانی لیکن اگر بخسرو فرما کنون سام

صفتِ موسمِ گرما و بره رستنِ شاه

ابر بالاے سرو باد بنبال دواں

عبادت از ارباب

عبادت از پیر

خانہ چو خورشید بجزا گرفت رفت در انخانه دروں جا گرفت
 رفت در انخانه تیر از سیر محرق از آتش خورشید تیر
 باوز بجزا شده آتش زهر سوخت جہانے ز زمیں تا سپر
 چرخ چو شد صیقلی تیغ خور بست ز جزا اش دور و یہ کمر
 حنائے خفیش از خنکی و تری یافتہ از حسد کہ مہ بر تری
 اختر بد مہر فلک گرم کیں گرم شدہ مہر فلک بر زمیں
 مہر ز جزا بد و رو گرم غے گرم بود ہر کہ بود از دورے

۱۱ یعنی باہر ستارہ کہ آفتاب قرآن کند آں ستارہ را محرق خوانند گرامہ و عطار و اکثر اوقات در احراق باشد
 ۱۲ چون آفتاب در جزا در آید باد و گرما بسیار باشد
 ۱۳ صفت و آفتاب ۱۲ کثرت التوضیع من

هر دم صبح که دما دم گرفت آتش خورشید بعالم گرفت
 دشته که خورشید ز دو سایه خورده در سپر سایه بسے رخنه کرد
 ماند در آن رخنه ز آتش نشان چرخ بر رخنه شد آتش نشان
 بکه تدر روز جهان را ز تاب دیده نشد نقش شب الّا جواب
 صبح هم از تاقن شب برست ^{گرمی} طالب شب گشت چراغی بدست
 تافته از گرمی خود آفتاب تابش او کرده جهان را بتاب
 شب شده چون روز و ماند گردان روز چو شهاب ز مسان دراز
 بیش بقا روز بهمانند سال بیش بقا تر شده بعد از زوال
 تیز خورشید هم از باداد کرد حک از کافه شامی سواد
 خلق کشان در پنه سایه رخت سایه گریزان به پناه درخت
 جانب سایه شده مردم رواں سایه بدنبال مردم رواں
 بکه شده سایه ز گرمی سیاه گرم در انداخته خود را بچپاه
 خواست کند خلق ز گرمای خویش در پنه سایه خود جای خویش
 یک ز تاب فلک تا بناک سایه نماند از تن مردم سناک
 گرم چنان گشت هوادر جهان آتش گویند بسوزد ز باں

۱۵ اس سایه پاره پاره شد ۱۲ در ماه و سه چون آفتاب در قوس رسد روز کوتاه و شب دراز

گردد ۱۲ ۱۳ کافه شام نیک رنگ میباشد کنایه از روز ۱۲ ۱۴ کتاب یا سوزان ۱۵

۱۵ وقت استوار آفتاب ۱۲ یعنی اگر لفظ آتش بر زبان آرند زبان بسوزد ۱۲

خوں برگ مرد ز بوں آمدہ خوے شد از پوست بروں آمدہ
 پائے مسافر برہ گرم دور ز آبلہ پر قتبہ چو نان تنور
 ز آتش گرما کہ شد از سر جواں آہوے صحرا شدہ آہوے خواں
 چوب شد از غایت خشکی نبات از پلے یک شربت آب حیات
 سبزہ در پاشش ز مرد و نمائے کاہ شدہ بلکہ شدہ کمر بایے
 خشک شد اندام گل از بچ باد باد در اندام کسے رام باد
 لالہ سیگشت ز خشکی چو مشک خون بیاباں کشت از کشت خشک
 سنگ کہ آتش زوے کید بروں ماند ز خورشید و آتش درووں
 باد زنہ دست بدست ہمہ دزدوم او باد بدست ہمہ
 یافتہ دایے بطلمی تمام باد ہوا کردہ سلسل بدام
 اصل ز نخل کہ ہریم رسید باد میخش بنفس ہم رسید
 گرم ہوا بر سر ہر میوہ زار گرمی او خنپگی آورد بار
 بر سر ہر میوہ ز تاب تموز مرغ شدہ پنچہ مخور و خام سوز
 ز آتش خورشید کہ شد میوہ پز ببل و کجشک شدہ میوہ گز
 خشک شدہ برگ درختاں شاخ میوہ تر گشتہ میاں فراخ

۱۱ یعنی جوہ دوم عیسیٰ در اجاز اموات ۱۲ یعنی درخت خرماد و باد زنہ از برگما کو اور است کتند دورا
 شب کہ مہر عیسیٰ علیہ السلام زاد درخت حسن و کہ خشک بود بدعاے حضرت مریم آن سبز شد و بار آورد گویا کہ
 درخت را باد میخ رسید کہ سبز شد ۱۳

صفت خرپزہ کز پردلی آجب کہ بود

تیغ و شمشیر مہیا بسر آید غلط

گوتے رہو از ثمرات بہشت	حسہ پزہ گوتی کہ بصیر او گشت
گوتے یکے بینی و چو گانش رہ	گوتے شکم بستہ بچو گانش رہ
مشک دے مشک باں بوی نہ	بہر خطے در خطا و موے نہ
چاشنی و آبِ کمانش ہیں	ساختمہ در آبِ کمانش کیں
زہ زبروں بستہ کماں از دروں	رنگ زہش سبز و کماں آگول
بہر کلہ را ہمہ تن سر شدہ	بر سر ہر میوہ کلہ در شدہ
خام خضر خچہ چو آبِ حیات	از مزہ گرد آمدہ دروے نبات
روشنی چشم من ستاں نہ در	گرچہ از چشم کساں در در کرد
داشتمہ در سایہ چتر سیاہ	خلق جہاں را چنین وقت شاہ
در کف دولت طنل اللہی	ہیچ ز خورشید نہو آگہی
بر سپہ شاہ نشد باد گرم	با چنین آتش کہ بود سنگ نرم
سایہ کناں بر سر لشکر علم	ہیچ کس را نہ ز خورشید نعم
تافتہ از خیمہ نشد یک طباب	با ہمہ تابی کہ نمود آفتاب

تاب خور از چار فلک در گذشت	خیمه میکوش گذشت نیکشت
پرتو خور نیز که گرم گاه	در پنه نجیم همی جست راه
لیک همه پرده کشاں بر طاب	تا نه رود چشمه درون آفتاب
گشته پراز خرگهش با نین	بر همه چوں مرده خرگه نشین
خانه که یک روز نشاند رست	از تفت خورشید در و صد فاست
خرگه ششمین همه روزن تنش	پرتو خور در نشاند روزنش
خانه چو پیش ز خشکی تری	یافته از حشر گه به برتری
خلق زگر ماشده جویای غیش	کرد کتاں لرزه ز سر پا خویش
لرزه یک قے بهای بتن	بر گل صد تو بد ریده کفن
بس که کتاں در بر شاهاں خزید	ماه سمارا بلت خود کشید
جامه تنک ساخته هر کس چو گل	خانه خنک داشته بر بوسه ل
شبه بگه کوچ همی شد چو شیر	چتر بس کرده و توسن بزیر
تابش گر ماش گذرندے نداد	کش بز برابر بد وزیر باد
تند همی راند کشاده غناں	از گذر و دشت تنکار افغاناں

۱۵ خرگه که کنایه از برج سرطان که خانه قمرست و آن برج بر فلک هشتم است و یا مراد فلک اول

که قمر بر فلک اول باشد ۱۲

۱۶ نوع از کتاں که در موسم گرمای پوشند ۱۲

یوزرواں گشتہ ہر سوے صفت زوہمہ پُر خال شدہ رُی صفت
 تند چو شیرے کہ بچا بک روی شیر بھی گشت زبے آہوی
 بود بر پنچہ آہو رباے دست درازیش بکو تہا پائے
 سگ کہ بے خون شکائے میڑ داد بخشیم از بن دندان گزید
 رفتن خرگوش بجا چو باد بس کہ بسگ بازی رو باہ داد
 از دزد تنغ سواراں بوزن گشتہ بعد شاخ سر ہر گوزن
 گرگ گریزاں بوحل شد اسیر شیر نہاں شد بنیستان تیر
 گرگ کہ بارانش بے بود یاد دید چو باران خدنگ ایستاد
 شیر بہ تپ لرزہ بد از بیم مرگ بود گراں روز و شب اندام گرگ
 بہر نہاں کردن بالائے خویش غار کناں گرگ ہم از پای خویش
 خوک کہ دندان گرازی نمود طعمہ سگ شد ز گرازی چوسو
 لشکر ازیں گونه جہاں نمیشت ناحیہ بز ناحیہ بر روی دشت
 تا علم شہ بعض در رسید از پئے دہلی عوض شد پدید
 نصب شد اعلام شہنشاہ دہر بر لب لکھنؤ بجا لی شہر
 لکھنؤ ازیں سوہ سروزاں طرف از قف لشکر لب آورده کف
 روز و گر شاہ بر آئین گشت آمدہ ز اں سوی عوض برگشت

کرد صفی برب آب رواں	سو دہم پہلوے ہر پہلواں
در عقب شاہ سوارے ہزار	جملہ سران سپہ و نامدار
تیغ زن مشرق ازاں سوی آب	کر دچور روشن کہ رسید آفتاب
کو کبہ خویش چوپہ راست کرد	ماہ ازو کو کبہ درخواست کرد
بر لب آب آمد و آراست صف	تافت دو خورشید ز ہر دو وطن
چشم پر بہر جگر گوشہ تر	گوشہ ہر چشم شدہ پُر جگر
در سپر از دور نظر در نگند	وز مرہ در آب گہ در نگند
روے بد ستارچہ میکہ دپاک	تا نچکد گوہر چشمش بخاک
دُر کہ بد ستارچہ شد بار ہا	رشتہ دُر گشت ہمہ تار ہا
در عقیقہ قطرات عرق	شبنم گل بود بروے ورق
دید چو نشہ سیل مرہ بیکراں	حاجب خود کرد بختی رواں
گفت بجایب کہ ازیں چشم تر	مرد یک چشم مرادہ خمیر
نیست بتو حاجت دیگر سخن	خود سخن من ببرد اشک من
حاجب فرزاندہ آبجا شافت	نشت بختی و رواں شد چو آب
چوں بمیان سر و در رسید	پور معرے ز کرائش بید
گرچہ باطن اثر مرد داشت	لیک بظاہر نظر کیں گماشت
دید بکشتیش براں گونہ تیز	کاتشہ برخاست ازاں آب خیز

تیسرے برآورد ز کیش خدنگ	وز سر کس کرد کماں را بچنگ
غرق در آور دچناں بر کشاد	کاشفے از تیر کشتی فتاد
گر چه کہ آں زخم بکشتی رسید	خستگی زخم بد ریا کشید
تیر کہ در کشتی شاں رخنہ کرد	از سر کشتی بتہ افتاد مرد
رفتہ فرستادہ بصد حیدہ بانہ	پیش نہ شرق عیاں کرد رانہ
شاہ کہ از خون خود آں زخم دید	نالہ چوں تیر زد دل بر کشید
خشم ہی گفت ز کینش سخن	مہر ہی گفت کہ ہے ہے مکن
گفت بخود کا دل تنگ خراب	قلب شدہ نام تو از انقلاب
مہر چہ جوی بو فائے کہ نیست	روی چہ بینی بصفائے کہ نیست
چوں طلبی داردی چشم از کسے	کز پے چشمت خلہ دارد بسے
پیش کہ گویم ز خودم شرم باد	کز پے خون خودم اندر فساد
گشت چو فاسد بتن مرد خوں	بہ کہ بہ شتر کند از تن بڑوں
تیر کہ بردیدہ رسد خوں بود	دیدہ کہ خود تیر ز ند چوں بود
آنکہ چنین ست نویدم ازو	بہتر ازیں بود امیدم ازو
حیلہ چہ سازم بچنین کار تنگ	با سپر خویش کہ کردہ است جنگ
گر سپرم راز جوانی و ناز	غرم براں شد کہ شود زرم ساز
من کہ جہاں دیدہ و کار آگم	چوں غلط افتد بچنین جگم

گر رسد آزار ز تیغ منش	جان من آزرده شود و ترنش
دور ز خدنگش بمن آید گزند	او ہسم ازیں درد شود و درویند
دور نہ ز خم تیغ براں تیغ زن	حمل شود ہسم بزبونی من
چارہ ندانم کہ دریں کار چیست	بخت کہ داند کہ دریں یاکیت
با خود از میناں گلہ مے نمود	وانچہ سپر گفت ز دل مے شنود
روز چو در پردہ پوشید راز	راز برون داد شب پردہ ساز
کہ ہمہ شب گلہ آفتاب	کا دست نمن ندادہ من زو خراب
باد شہ شرق ہمہ شب نخت	جر گلہ زیں ساں کہ بختم نخت
بود بحیرت کہ چو شب بگذرد	روز دگر چارہ چہ پیش آورد
گر پس از تیغ کشاید زباں	چوں گرہ صلح نهم در میاں
دور ز رخ صلح برافتہ نقاب	مغذرتش چہ نویسم جواب
تا بسحر بود بگفت دشمنید	کز شب زاینده چہ آید پدید

ذکر پیغام پر سوی جگر گوشہ خویش

سوی یاقوت رواں گشتن خوانا بہ کاں

چوں دل شب حاملہ مہر گشت	بر شب حال مہر کامل گزشت
حامل یک ماہ نہ بل یک شبہ	تاجوری زاد در اں کو کبہ

مہرِ نمانگشت چو آبا پسر
 خونِ شفق گشت کشاں کو مہر
 جست پیام آوری از آگہاں
 آمدہ و رفتہ پیشِ شہاں
 گفت بدو نکتہ پنهانِ خویش
 کرد بقیہش زباں دانِ خویش
 کہ پذیرا دل برسانش سلام
 و آخرش آئینِ دعا کن تمام
 و آنکہ از آئینہ بروں دہ خیال
 صورتِ این حال بگویش بحال
 کایِ خلف از راہِ مخالف باب
 تیغِ بیگلن کہ منم آفتاب
 در سب از ملک خلافت مر است
 تو خلفی سر بخلاف خطا ست
 غصب مکن منصبِ پیشین ما
 غصب روانیت در آئین ما
 از پدرم کے رسد این فنِ بتو
 از پدر من بمن از من بتو
 گرز خود این نقشِ گزفتی بدست
 سوے خدا بمن دشو خود پرست
 در زبدا آموز شد این رہ پدید
 گفت بد آموز نباید شنید
 خصم بصد دست گرافسون کند
 ناخن از انگشت جدا چوں کند
 دجلہ چو آمیخت گرد بد نیل
 ہست جدا کردن آلِ مستحیل
 کار شناسانت کہ پیر امنند
 گر بزباں باتو بدل بامسند
 گرز ز رنخمہ دہی شاں عیار
 نیز ز خامیت گستند این شمار
 آنکہ شکوہ منش اندر دل ست
 خدمت تو کردن از توکل ست

کس نخنزد زیر گیسایه وَا	تا بچمن سر و بود سایه وَا
وز غلط اندازی عالم بترس	در غلطی با من ازین دم بترس
لیک جهان دیده نگشتی هنوز	گر چه جهان جمله بدیدی چو رُو
نیک بدانم که ندانی تو نیک	گر چه کنی دعوی دانش و لیک
در دسر خلق نیاری کشید	خردی و در کار خرد نارسید
خرد بود گر همه پیغمبر است	کودک اگر چند هنر پرور است
بے ادب الی ادب آموز کرد	هسر که درین ملک بشی و ز کرد
بے ادبی با چو منی چوں کنی	چون تو شب روز ادب افزوں کنی
این جوانی است که دیوانگی است	گر چه جوانی همه فرزانیگی است
لیک مکن با پدر این سروری	لے پسر ار چه بسری در خوری
جای بزرگاں به بزرگاں سپا	طفل شدی عسر و طفلان گدا
لولوک خور و تبار ره است	دور بزرگ از پے تاج شه است
شوکت من بنگر و بر خود میوش	کسوت شاهی که تو داری میوش
کی محل مرتبه دار منی	گر چه بگوهر ز تبار منی
چشمه محال است که دریا شود	چشمه چه ار چه که بالا شود
یاد نک کن که جگر گوشه	بر سر خواں آئے که هم گوشه

خون منی و دل من مهر جوست	جوشش بسیار کن زیر پوست
گوش کن این گفت و کن گفت کس	بشنو و شنو سخن این ست و بس
رفت فرستاده و بگذشت آب	کڑا زان جوے بد ریاشاب
بادشہ روی زیں کتیباد	بود ہم از اول آں بامداد
ہمچو گل از بالش خود خاستہ	حبا گئے بار بر آراستہ
بار گراں داد کراں تا کراں	پست شدہ خاک نہ فرق سراں
رفت رسول شہ مشرق چو باد	خاک ہو سید و زباں بر کشاد
پردہ بر انداخت زرا ز نہفت	ہر چہ پیش گفت بشہ بار گفت

گفتن شاہِ جہاں پاسخِ پیغام پدر

قصۂ یوسف گم گشتہ بہ پیر کنعاں

شاہ از اں چاشنی تلخ و تیز	تیز شد و تلخ ز روی ستیز
پاسخے گنجت ز جنس پیام	قوت شمشیر و مدارای حیا
گفت بجای کہ بشہ باز پوی	خدمت من گوی پس انگہ گوی
کای سرت از افسر دولت بلند	راے تو از گنج خرد بہرہ مند
بامنت از بہر تمناے ملک	خام بود نختن سودای ملک
ملک جہاں نختہ بن شد تمام	کے وہم از دست بسودای خام

پنختہ آہن دم خاناں مزن
 تخت نہ زاباست مراکز منست
 ملک گراز ارش بدی ز نخت
 ملک بمیراث نیابد کسے
 ورتوز میراث پدر دم زنی
 هست نیک سو بتو میراث شاه
 حضرت سلطان شہید کریم
 راند چو در راہ ابد مہد خویش
 خود چو ازین عالم خود راے رفت
 کرد بجائے تو مرا تا جو ر
 شہ بجات خودم این نقش بست
 گر تو از ایں شاہ نکو زادہ
 مثل من لے یاد تو شادی مرا
 از تو اگر نام پدر روشنست
 نیستم آل طفل کہ دیدی نخت
 حسنہ خوانم کہ زدور ز من
 شرط ادب نیست مرا خرد خواند
 من ز تو زادم نہ تو زادی من
 ملک عقیم و فلک آبتنست
 کسے شدمی پیشتر از تو بخت
 تا نزد تیغ دو دستی بے
 قصرتہ جدر است ز من روشنی
 من ز سہ شاہ ہم بتو میراث خواہ
 حسلدہ اللہ بحسد عظیم
 خواند و مرا کرد ولی عہد خویش
 جائے خودم داد و خود از جائے رفت
 من سپرم لیک بجائے پدر
 ملک من ست این دگر گیرا چہ ست
 من ز تو زادم کہ از وزادہ
 ہم تو نژادی کہ بزادی مرا
 خطبہ جد میں کہ بنام منست
 بالغ ملکم بلا نخت درست
 داد حسد او در بزرگی بمن
 بخت چو بر جائے بزرگ نشاند

جگر الدین غیاث الدین حسن البدر

ہر دو جوانیم من و بخت من باد و جوان چہ ہم بر من
 ملک و جوانی چو ہم بر فروخت کیست کہ از آتشی نسخت
 سایہ من کیست کہ جوید و لیر صید بقوت کہ تانہ ز شیر
 در چہ بر آئی تو بخت چو مرغ ہست مرا بخت قاطع ز تیغ
 گر چہ برویت نکشم در سیز ق از پئے تعظیم تو شمشیر تیز
 لیک تو دانی کہ چو کیس آورم شہ فلک را بر زمیں آورم
 در سپہ پاب رکاب آورد ریگ بیاباں بحساب آورد
 شاہے از میناں و پایاں چنیں گرد مینگیز برا ہے چنیں
 جز تو کہے گردم ازیں در زدہ سر ز نش تیغ منش سر زدہ
 لیک توئی چون پئے ایں سریر من نہ ہم گر تو توانی بگیہ
 مرد سخن گوی چو پا سخ شنید ناخچہ می گفت زباں در کشید
 راز نہاں را بدل اندر نوشت سوی فرستندہ خود باز گشت
 رفت بشہ پا سخ پیغام برد ہر چہ بدل داشت زباں اسپر
 شاہ از اں زمرئہ بحر جوشش چوں صدف بحر فرو ہشت گوش
 مخے از اندیشہ فرو شد بخویشش تادل داناش چہ آورد بہ پیش
 مصلحت آن پد زراے صواب کاخچہ بگفتند بگوید جواب

باز پیغام پدر بر پسر خود که بر زم
پیل خویش از خمی مست کند میدا

جست دگر موے شگافی شگوف	عمر بگفتار چو موکرده صبر
راز که باریک تر از موے بود	موی بولیش همه بشگافت زود
کز من بیدل بسوے جاں خرام	جان مرا از دل من ده پیام
کاسه سر از آئین وفا تافت	دزد تو دلم تاشگی یافت
گرچه بغیبت شدیم کینه توز	بخ چه داری بحضورم هنوز
آدمے را که بود گرم خوں	خونش به پیوند بود در مهنوں
طرفه که تو خونی دل بسند من	لیک نه گرم به پیوند من
با چو من دور کن از سر سنی	چو بصفت من تو ام و تو منی
مشک شوم هم نکشی بوی من	چسیت بنزدیک آهوی من
تیغ مکش تانوشی شرمسار	از من اگر نیست ز خود شرم دا
گرچه که تیغ بگر روشن ست	گوهرت آخزنه ز تیغ من ست
تیغ زباں را چه کشتی در عتاب	نیست حسابیت ز روز حساب
به که دریں کار زباں در کشتی	تیغ کشتی به نه زباں بر کشتی
تیغ خوش تیغ زباں ناخوش ست	تیغ چوب ست زباں آتش ست

پیش من از پری شکر ملات
 لشکر من نیست کم از شکر ت
 من کہ سپہ را بو غار اندہ ام
 تیغ بر آں گو نہ کشیدم بڑس
 کاند اگر رے بتابد ز پیش
 تا بگوشتان فگنم در حیل
 با چو من تیغ فشانی مکن
 لشکر من گشت چو صحرا خرام
 در صفِ پیلان من آید بکار
 پیل بجائے کہ بجند ز جائے
 در چہ ہزار اسپ کنند ایستائے
 اسپ تو باد آمد و پسلم چو کوہ
 پیل بیک حملہ صفے بشکند
 اسپ چو با پیل نماید ستیز
 پیل چو خرطوم بر اسپ انگند
 اسپ ترا گنبد اگر بے حدست
 قیمت یک پیل ہزار اسپ پیش
 حاضر من اینک من اینک مصاف
 کشور من بیشتر از کشور ت
 نہ از سر بازی و دغا راندہ ام
 کش بلب سبند بشویم زخول
 از کجک پیل کشم سوے خویش
 سلسلہ از حلقہ خرطوم پیل
 دولت من مین و جوانی مکن
 دوز زمین گردناید تمام
 ابر بود قطرہ صفت بے شمار ^{گوی}
 پشت ہزار اسپ کند زیر پایے ^{ہزار}
 کوہ چہ غم دارد از آسیب باد
 باد بکسار ندارد شکوہ
 در صفِ پیلاں کہ شکست انگذ
 چارہ تو دانی کہ چہ باشد گریز
 بر کند از خاک و بجاکش زند
 پیل مرا خود ہمہ تن گنبدست
 کرد و ہزار اسپ کی پیل پیش

اسپ بهر خانه بود در سپاه
 از سپه خویش چه رانی سخن
 چرخ بیفتد چو بنجر زم زپایه
 گر نکشم تیغ که خون تو ام
 لیک از آن تیغ نرا نم مای
 چون پدر من ز جهان رخت برد
 هم تو بدانی که نه آن کار تست
 تحت رها کن که سزای تو نیست
 گر کمر کینه کنی استوار
 در بهدار اکتد این گفتگوی
 لیک بشر طے که دریں لای من
 کرد رواں رشته کش سلک در
 پیش سیر آمد و بوسید خاک
 چونکه نبودش ز گزارشش گزیر
 شاه که آن سلسله پُر گره
 کرد پرازد چین سلب و زکیس
 پیل بحسن شاه که نثار دنگاه
 حمله پیلان مرا یاد کن
 خاک بلرزد چو بکنیم زجاے
 تا تو ندانی که زبون تو ام
 کز تو بریدن نتوانم مای
 در بامانت بو کار ی سپرد
 دشمن تست آنکه دریں یار تست
 تا نمم این پایه بپای تو نیست
 پیش تو میش از تو در آیم بکار
 نیز نتابم ز وفای تو روی
 جاے پدر گیرم و تو طے من
 تا کنده از دُر صدف ^{نخبر} بخر پر
 لب سخن آمیز دل اندیشه ناک
 ستر سخن باز کش از ضمیر
 دیدل چو شکنج زره
 بلکه در آیمخت بهم روم و چین

باز پانچ زپیر سوے پدر کا سپ مرا

پیل بندست والے کہ بہ پیچد بے ناس

داد جوابے ادب آمینختہ	لعبتی ہاے عجب نگینختہ
کائے برخم چشم جفا کردہ بان	دیدہ مہر تو برویم سنہ
چند زنی لاف ز پیلان بست	کانچہ تراہست مرا نیزہست
پیل ترا پنچہ و مارا صدست	واسپ تو دانی کہ بڑوں از حدست
در نبود پیل چو تو سن بود	پیل تو در سلسلہ من بود
زا سپ تو اں پیل گرفتن بے	لیک ز پیل اسپ نگیرد کسے
گر ہمہ عمر اسپ بود زیر شاہ	حاجت پلش نبود ہیچ گاہ
در بودش پیل دے زیر راں	حاجت اسپش بود اندر زماں
اسپ چو در راہ نباشد دلیل	شاہ پیادہ است ببالا ی پیل
گر نبود پیل تو اں ملک داشت	در نبود اسپ ببا ی گداشت
پیل ترا اسپ مراد ر خورست	زانکہ ز پیل اسپ بے بہرست
ہیں کہ بشر پنج ہم اُستاد کا	پیل کم از اسپ ہند در شمار
کم مزن اسپان مرا کزنشاں	پیل شکارند سواران شاں
پیل تنائی کہ دریں شکرند	نہ کم از اں پیل خصومت گرند

گرچه که پیلان تو کوه آند
 شیر بزم چو بر آیم و میر
 با همه این قوت و جوش سپاه
 با تو برابر نشوم در مصاف
 قصه شود در دهن مردوزن
 تیغ که سهراب برستم کشید
 گر گهر صلم پذیرد لظام
 در زمر کینه فرازی سناں
 گرچه که از گردش دور سپهر
 در همه آتش زنی از چارسو
 تیر تو که خواست بجایم حلیه
 چشم تو ام تیر برابر مکش
 تیغ کشم سوے تو ام خون کشد
 گر بگه تاج سنان تو ام
 در هوس تاج تراد در سرست
 در چه توئی در خورتاج دگس
 چوں سرم از بخت سرفراز گشت
 کوه تا نم هم پیل افگند
 شیر بود هر که بر آید ز شیر
 نیستم اندر پی آزار شاه
 در چه بدوزم بساں کوه قاف
 کین پر با پدر خوشتن
 هیچ شنیدی که ز گیتی چه دید
 حلقه بگو شتم بر ضاے تمام
 باز کشم تا بتوانم عمن
 تافته بر سر من هم چو مهر
 روے تا بم ز تو از هیچ رے
 من بکشم تا بتوانم کشید
 خون تو ام تیغ جفت بر مکش
 بر سر خود تیغ کسی چوں کشد
 عیب کن گوهر کان تو ام
 من گهرم تاج بمن در خورست
 ملک بمن میدا نگشتریں
 تاج تو بر تارک من باز گشت

بہر تو شد ساختہ چہر شہی دا دہن پرتو تپسل الہی
 تخت جہاں بہر تو برپاے کرد لیک بر آں تخت مرا جاے کرد
 کرسی زر بہر تو کرد ساز پاپے منش بست بگو ہر طراز
 خواست یکے خواستہ لیکن نایف واکہ نمی خواست براد خود نایف
 محنت دریا ہمہ غواص برد شاہ گمر بر کمر خاص برد
 رفت یکے در طلب لعل سنگ ریزہ شگیش نیامد بچنگ
 داں دگرے را کہ غم آں نہو لعل چنایا یافت کہ در کاں نہو
 کوشش ہیودہ ز غایت برو کوبش آب ست بہادون درو
 گفشن چہرے کہ درو غرضیت نے ز تو کہر ہیچ کسے غرضیت
 در نظر من کہ فلک سہرند جز تو کرار ہر کہ افسرند
 این تن من نیست کہ بر تخت تست عکس تو در آئینہ بخت تست
 ماہ فلک غرہ نہاے من ست روت مہ پر تو راے من ست
 تیز مہیں در رخ نور نسیم کا خمر بخت ست بہ پیشانیم
 طلعت من مین و بوشت کوثر مہر خود در روشنی من پوش
 در بقیں در دل تو ایں ہو است بندہ فرماں و فرماں تراست
 تاج ز من می طلبی چرخ سارے بر سرم آمد تا کشت زیر پاپے

لے اگر تاج از من می طلبی مانند آسمان بر سرم آمد یعنی نزدیک پایا مہر روز ہا تا آن تاج مازیر پاپیت کشم ۱۲

باز پیغام پدر جانبِ فرزندِ عزیز

ماجرے کہ زخوں بود دلش را بمیاں

مرد نیوشندہ از اں امر پست	باز شد ذکر و حکایت درست
شاہ سخن را دگر از سر گرفت	نکتہ باز مری در گرفت
کای ز نسب گشتہ سزای سر	در سپرے ہچو پدر بے نظیر
چشم نے ہیچ غبارے میار	چشم شاید کہ بود پر غبار
در چہ غبارست ز کار تو ام	سر نہ چشمست غبار تو ام
کیں نکم یک بتکیں کس	مہر ہاگر کس دم کیں کس
تا تو ندانی کہ دریں جست و جوی	از پے ملکست مرا گفتگوئے
گر چہ تو اتم ز تو این پایہ برد	از تو ستانم کہ خواہم سپرد
لیکنم این راہ نمونی بملک	از پے آنست کہ چونی بملک
شکر کہ شد زندہ در ایام تو	من ز تو و نام من از نام تو
باش بجام کہ بجام تو ام	زندہ و نا زندہ بنام تو ام
من بتوام زندہ تو زئی یر سال	تا ز تو من نیز بوم زندہ حال
زندگی از مرگ ندارد گزیر	لیکن خوش می زی و ہرگز میر
خواہمت از جاں کہ پناہے مرا	گر تو بخوای و نخواہی مرا

مَنّت بخواہم تو نخواہی گر
 من نخودم آمدہ پہلوے تو
 جز بتمناے تو سودا م نیست
 قاصد تو گر کند اینجا گذر
 ورز تو ام حاجے آید بہ پیش
 بیک تو گر نامہ رساندین
 گرد سمنّت کہ بر آید مباه
 تیغ کشی تیغ تو جاں بخشدم
 ورنہ تیر بسویم جہد
 گرچہ کہ سلطانِ جہانم ہلک
 لیک چو دورم ز تو لے نیکیخت
 بخت من ارا پایہ برافلاک سود
 تاج خود اُر پر دُر کنوں کسّم
 در شدہ دچشم کساں از تو نور
 مردک دیدہ غیرے شوی
 دیدہ کہ نادیدہ دیدار تست
 نیست بنزدیک من از پیش دم
 درت بخواہیم چہ خواہم دگر
 کارزد آو و مرا سوے تو
 بہتر ازیں ہیچ متنا م نیست
 در رہش از دیدہ فنا مگر
 شامش از مرتبہ بر چشم خویش
 ورد دلش سازم و تعوید تن
 سرمہ کنم از پئے چشم سیاہ
 ز آئینہ بخت نشان بخشدم
 ہر گرہش تازہ فتوحم دہ
 تاج دہ و تخت شام ہلک
 نے خوشم از تاج و نہ شادم ز تخت
 با تو چو یکدم نہ نشینم چہ سود
 با تو چو ہمسر نشوم چوں کسّم
 دیدہ من ماندہ ز روے تو دو
 طرفہ کہ از دیدہ من در روی
 دیدہ و نادیدہ گرفتار تست
 بیشتر از دوری تو، سیچ غم

دل کہ نبرد یک تو مجنوں بود
 دور ز تو دور ز تو چوں بود
 شربت دوری نتوانم چشید
 در دہدائی نتوانم کشید
 ہجر تو شگافت دلم نرم نرم
 در رو دپیوند کن از خون گرم
 اے مدد جاں شدہ حاصل ز تو
 کے شودم دل کہ کشم دل ز تو
 می شودم دل کہ جگر بر کشم
 پس بدلت ہچو جگر در کشم
 گرچہ جگر ہست بہر گوشہ
 بہ ز تو ام نیست جگر گوشہ
 خود ز پئے دیدہ مردم پرست
 بجز تو مرا دمک دیدہ ہست
 لیک ازین خزن نتوان حلقہ دوست
 شمع بہتاب نشاید فروخت
 سکہ چوزد در دل من کیقتباد
 نامہ کاؤس کے آرم بباد
 بہر خدا صورت خویشم نماے
 نام برادر مغالین
 نقش چو پر زد ورق سادہ را
 روی گزراں و تبرس از خدای
 آمد و آورد پذیراے راز
 شاہ چو پولاد پدر نرم دید
 گوہر دل را بوفا آب داد
 گفت تبدیر پسندیدہ زود
 باز جوابے کہ پسندیدہ بود

باز از شاہ جہاں پانچ پنام پد
 شربت آب حیات انے سوز جہاں

کالے شہ مشرق شدہ چوں آفتاب	وز تو تہاں تا حد مغرب تباب
من کہ گل رستہ ز باغ تو ام	پر توے از نور چہ سرخ تو ام
شاہ نہ زانم شدہ برہنگناں	کزرہ منہ رمان تو تا ہم عنان
گر ہمہ بر ماہ رسد ناسرم	ہم بیتہ پای تو باشد سرم
من کہ ز دروازہ تسلیم ہند	لشکرے راستہ اتم ماہ بند
سہہ سکندر زوہ ام از سپاہ	فقتہ تیا جوج معسل راتبہ
تا بحد شاہ زبالا لائیاں	من چو بوم پیش نیاید زیاں
رو تو چو خورشید ز مشرق برے	من بسم اسکندر مغرب کشے
شو تو سوے کامروا نگیز خوش	من کم اقصاے عراقین بخش
خیر تو از قلعہ سیل جوے گنج	من ز در روم شوم سیم سنج
عبرہ از معبر دریا تو جوے	من دہم از تیغ بحرین شوے
زابر دے خود کن اشارت بہر	من سر خاقاں منگنم برزین
ارمن ہند ست ترا زیر دست	کارمن بالاست زمن در شکست
رو تو در آں قلعہ مکن پل بند	اسپ بخواہم من ازیں سو فکند
از تو ز ہند وستدن پل و مال	وز قبل من بخل قیل و قال

۱۵ قلعہ سین نام قلعہ کہ در ولایت ہند ست ہندوی اور تا بہ گرہ گویند ۱۲
 ۱۶ خراج کہ غالبے از مغلوبے ہر سال بستاند یعنی محصول از گدرا گاہ دریا طلب کن ۱۲
 ۱۷ یعنی من آب شست و شوے تیغ در بحرین افکنم ۱۲

تاج ز تو سر زمن اسر اخقن	عاج ز تو تخت زمن ساختن
تا تو بمشرق بونی و من بغرب	حربه خورد هر که در آید بحرب
در بملاقات ره و رای تست	افسر من خدمتی پای تست
نیست مرا آن محل و آن شکوه	کز سر خود سایه نشاغم بکوه
در فکند راس تو بر بنده مآب	ذره شوم پیش چنان آفتاب
شاه بترتیب صوابی که بود	چوں برضا گفت جوابی که بود
داد بحاجب سلب زر نگار	بافست کسیریه دُر شا هوار
بس که گراں شد سلب زر کشید	حاجب از ازاں بار چو ابرو خمید
خورم و خداں چو گل از بارگاه	سوی گلستان دگر جست راه
رفت و نمودار خود آخبا نمود	هر چه ز دُر یافت بد ریام نمود
غالیصلح که در نامنه برد	شتمه بستمه همه شش را سپرد
بادشہ شرق چو ایں مرده یافت	روشن چو خورشید ز مشرق بتافت
کردن شاطمی و راست گراں	محلے آراست کراں تا کراں
باز طلب کرد بفسر هماے	خون خردس از بطسرخاں
گیسوی چنگ دقح آب رنگ	دور بے داد و تسلسل بچنگ
داشت اصول طرب بقیل و قال	رنجین خون صراحی حلال

نصیر الدین
نصیر الدین

خازن شد آمد و در باز کرد	دادن افسر ز سر آغاز کرد
گشت جهان معدن در عدن	کرد زمین باز رصامت سخن
ہر کہ در آن بزم طرب ساز گشت	دامن پرگو ہر روز باز گشت
بسکہ ز زر گشت زمین ناپدید	ہر کہ زمین جست نشانش ندید
شاہ چو از خون قلع گشت خوش	دل بگر گوشہ شدش مسکین
خواست دلش تا بخوشی جامے	نوش کند بر رخ کاؤس و کے
کرد اشارت کہ درآمد بہ پیش	خاک بسوسید بر آئین خویش
ز آن گل نورستہ دل تابور	شد ز گل تازہ و تر تازہ تر
بر رخ آن گل مے احمر کشید	لیک بہوی گل دیگر کشید
دیدہ ہر آن نور پسندیدہ داشت	دل بدگر مردگ دیدہ داشت
زیور افسر بکلاہ او سنگند	قرعہ خورشید باہ او سنگند
گرچہ دلش مہر بکاؤس داد	ہم ز دلش دور نشد کیقباد
بادہ ہمی داشت بر آتش کہ خیز	قصہ غیبت بجنورش بریز
لیک سریر سری و تاج کے	دست بدمانش ہمی زد کہ ہے
چوں اثر شوق ز غایت گشت	کفہ دانش ز کفایت گشت
روے بکاؤس کے آورد و گفت	تا شود آں ماہ بخورشید جفت

سوے برادر شود آراستہ	باسپہ دو کو کبہ و خواستہ
جست بے ہدیہ بقیمت گراں	دیدہ فروز ہمہ قیمت گراں
بلے عدو از رشتہ دُردوری	دوختہ زان رشتہ لب جوہری
سلک دگر از گرشب چراغ	ہر گمرے ملکتری را منہ راغ
لعل کہ بودہ است نہایت بُرں	ننگ مہرا پیئے شال خوردہ نول
جامہ ہندی کہ ندانست نام	کز تنگی تن نہ باید تمام
ماندہ بہر پیچیدہ بناخن نہال	باز کشائیش پو شد جہاں
عود بخشنہ زار و قرفصل من	خرمنے از نافہ مشک حقن
عنبر و کافور معنبر سرشت	صندل خالص عود دخت بہشت
ساختہ ہند بے تیغ تیز	تیز تر از آب کہ آب خمینز
سرفلک برودہ بے ژندہ پیل	کوہ گراں را بقیامت دلیل
ہدیہ چو آراستہ شد بے شمار	چار طرف گشت طواف بکار
داد بشہزادہ و کردش رواں	ساختہ با کو کبہ خسرواں
وانچہ سخن بود ز اسرار ملک	کن کن من از ضابطہ کلامک
چوں دگرے محرم آں سر نبود	محرم سر دید فرو خواند زود
تا بلانست بودش در ضمیر	باز رساند با مانست پذیر
راز کہ داند کہ چہ بد در نہفت	ظاہرش از باطن آشفتہ گفت

کالے غم تو کردہ بجا نم اثر	تو ز من و حالت من بے خبر
جائے تو در چشم تو در جائے نہ	ہیچ سوے مرد میت رائے نہ
تاشدی از چشم من لے آفتاب	دیدہ خود پیش نہ یدم بخواب
خواب من از دیدہ من آب برو	آب من ایں دیدہ بخواب برو
ایں غم و نقش تو در آب چشم	عکس خیالت شدہ مہتاب چشم
گرچہ نہ چشم برخت روشن ست	صورت از بخیال من ست
گرچہ پرستیدن صورت خطاست	صورت تو گر پرستم رواست
لے بصر دیدہ و جان پدر	زان دگر کس نہ از آن پدر
صبر من از دوری تو رفت دور	مرحمۃ کن کہ بمانم صبور
من کہ صبور ی نہ تو اتم ز تو	دائے کہ محروم بمانم ز تو
می کنند سوز من اندر تو کار	باش کہ تادیر رسد آن روزگار
آمد نم نہ از پئے ایں کار بود	کافرو استلیم تو انم ر بود
ایں قدر م عرصہ دریں ملک است	کم نرود سوی دگر پایہ دست
لیکنم از بس کہ بتو دل کشید	میل تو ام رخت بمنزل کشید
ہجر بس ست انچہ کہ بد پیش ازین	نیست مرا طاق غم ہمیش ازین
تشنہ دیدار تو ام روز و شب	شربت خود باز بگیرم ز لب
از تو نشاید کہ بدیں سان روم	تشنہ دل از چشمہ حیوان روم

شاد کن ایس جان غم اندیش را روے نہ منتظر خویش را
تختِ حال دل ریشم بخوال یا بن آیا بر خویشم بخوال

از پدر آمدنِ شاہِ جہاں کی کاؤس

بر برادر چو گلِ نو بہرِ سروِ رواں

گشت زوالِ موکب کاؤس شاہ سوے فریدونِ سریر و کلاہ
آمد و ز آبِ سر و واگدشت چشمہ خورشیدِ زریا گدشت
یافت خبر صاحبِ تلج و سریر ز آمدنِ آلِ دُر دریا نظیر
تلج بسر کرد و بر آمد بہ تخت تا نگرد ہچو خودے را ز بخت
گشت مہیا مہ ترتیب بار چتر کشاد از دو طرفِ چتر دار
کرد زباں آوری دور باش چشمِ زدن دیدہ بدرِ اخراش
روے زمین از سپر و رمح و تیغ گشت پُراز بارقہ برق و منغ
گشت صفِ آراستہ تا چند میل ز ابٹہی آدمی واسپ و پیل
پیش دویدند سرن و سپاہ تالب آب از پئے تعظیم شاہ
پیش رکاب شہِ مسند نشیں جھہ نہادند بروے زمین
سیر نمودند بزیرِ عمن تا بدر شاہِ نثار افگناں

بر در دہلیز شہ تاج بخش	جائے ادب دید و در آمد ز رخس
تختہ آورده ہمہ کردہ راست	شد و وصف آراستہ از چپ و راست
بیشتر ک شد بزین برده رے	رفت زمین راز تو وضع بموے
شاہ برویش چو نظر کرد حسیت	دید در آں آئینہ خود را درست
گرم فرو بست ز تخت بلند	کرد با گوش تن از حمید
داشت با گوش خودش تابیر	سیر نشد چوں شود از عمر سیر
با خودش از فرش باورنگ بڑ	تخت کیاں باز کیاں اسپر
گاہ ہمیش خواند بر عزم سپر	گاہ ہو سید سرش را بہر
گاہ ز پایش بکفت افشا خاک	گہ ز بنا گوش خویش کرد پاک
گاہ ز دیدہ بہ نثارش گرفت	گاہ دو بارہ بکنارش گرفت
گاہ نظر بر رخ زیباش کرد	گاہ دل از مہر شکیباش کرد
گاہ بیک دیدہ شدش ہنہای	گاہ بچشم دگرش کرد جائے
چوں کہ دو افسر ہو فاشد یکے	در تہق نور دو جاشد یکے
پریش از اندازہ و غایت گذشت	حد و نوازش ز نہایت گذشت
از در دیگر سخن آغاز گشت	تفضل ز گنجینہ سرباز گشت
شاہ بکاؤس کے آورده گوش	نکتہ بروں داد خداوند ہوش

گنج سخن باز کشد از ضمیر
 داد امانت با امانت پذیر
 شاه پذیرفت بدل در گرفت
 دزد گراندیش سخن برگرفت
 جام طلب کرد و بعشرت نشست
 نے زے از خون عدو شست
 از رخ فرخندہ ایں ہر دو کے
 ببلہ ببل شدہ گل کرے
 رہن عشاق شد آواز چنگ
 بادہ رواں گشت دران اہنگ
 ہر چہ مجلس عزل ترزدند
 جملہ بنام شہ کشور زدند
 برد را و مطرب فرختہ فال
 دور میاد از غزل دار غزال
 با خوشی دل چو شود باوہ کش
 زین غلم گوش گرامین خوش

عزل

ببلغ سایہ بیدست آب در سایہ
 از پس من جانان خواب سیا
 کنوں چو باد بیاید چید پیش از صبح
 گلشنے کہ رواں باشد آب سایہ
 بیانگِ نوش مگر ساقیم کند بیدار
 چو خفتہ باشم مست خراب سایہ
 بسایہ خفتہ بدم دی کہ یار آمد و گفت
 چو خفتہ کہ رسید آفتاب در سایہ
 بوستان منم امروز مجلسے و گلے
 در آفتاب ہمہ ساقیان ہم زرخ و خیر
 ہو ای گرم تو نازک بڑن مر جانان
 چو پای بند تو شد جان در آفتاب گرد
 مسوز جانم و باز آشتاب در سایہ

فروغِ یوسف تو تیزست زلف بر لب تیر
ز آفتاب بنہ آں شراب در سایہ
بگفت خستہ و بکشتای زلف تائیندہ
حریتِ مطربِ چنگ و بابِ سایہ

رفیقِ شاہِ کیومرث و بتوزکِ عارض

بر شہِ شرقِ بیکجا عرضِ ایں جوہر آں

روزِ دگر کرد چوناں جہاں	مشکِ شب از آہویِ مشرقِ ہما
ناں جہاں مشکِ زمیں اسپر	باد شد آہو تگ آں مشکِ بڑ
شاہِ شد از سیرتِ خود مشکِ سا	خوں بسوی صلح شدش بہنای
شمعِ دلِ ملکِ کیومرثِ شاہ	خلدہ اللہ سجد و جاہ
خواند و رواں کرد بسوی جدش	چداوب کرد بریں از حدش
ہدیہ ز رلفتِ خطا و عراق	ہر یک از اں طاقتہ در آفاق
از خردا کسون و دگر پر نیاں	زیب تن تا جوران و کیاں
اسپ ہمیں صلح و لایتِ نورد	گاہ تگ از باد بر آورده گرد
سخت کما نیازمہ نومسخرہ	در خور زہ کردن ناکردہ زہ
سادہ غلامانِ خطا و تار	موی شگافندہ بشبِ روزگار
اشتر پونیدہ و پولاد پائے	کوہِ نم از تن کوہاں نائے

جنس دگر هر چہ توان بر نام
 و آنچه کشتش نام نداند تمام
 ساختہ کردند ز ہر جنس صد
 و از درو یا قوت بروں از عدد
 داد بشنہ زادہ کہ بر جد رساں
 خدمت من خدمتے خود رساں
 دید کہ آن طفل و شے خرد سال
 رمز برزگاں شناسد بجایال
 تو زک آن عارض منہ را نہ را
 خواند و تہی کرد نہاں حنا نہ را
 ہر چہ ز کاؤس شنید از نہفت
 پایخ آزا نہاں باز گفت
 کا بچہ دل شاہ بیاں ما ملست
 رے مرا نیز ہاں در دل بست
 دل نہ زکیں کرد و وا نم بہ تو
 کار زد آورد کشام بہ تو
 تن بوا گر چہ کہ حاجتے نبود
 دل ز تمنائے تو خالی نبود
 ورنہ تو دانی کہ بشمشیر تیز
 کس نکند باید رخو دستیز
 ظاہر مرقش خلائی گذشت
 باطم از حد و فابر نگشت
 ایں نہ خلاف تو پسندیدہ ام
 مصلحت ملک چناں دیدہ ام
 با چو شوم با تو مخالف پوست
 دشمن تو باز شناسم زد و ست
 جلوہ کم از ہمہ رو آن حمبال
 تازہر آئینہ چہ بینم خیال
 دوست بود راہ بہ نیکی برد
 دشمن از اندیشہ بد نگزد
 آرزوے من کہ گذر بر تو کرد
 مہر من ست ایں کہ اثر در تو کرد

بیشتر از جنبش این دارو گیر
 با عیش و سرور بود مراد ضمیر
 کم ز چه رود دست بر آں در شود
 کین شرفم زود میسر شود
 در سبق ارشاه قدم پیش راند
 این سبقت باد و رقم باز خواند
 آدم اینک بهزاراں نیاز
 تا کنم این دیده بروی تو باز
 بود بے پرستش شاه زمن
 کا مدن از خود طبعی یار من
 من بدرشته سر آیم دواں
 چوں سپراں بر پدراں بگیاں
 لیک مرا پایہ نیافت پای
 گلبن نوبه که بجند ز جابے
 لیک خداوند سریر و کلاه
 بود همه وقت برا و رنگ شاه
 هر چه کند باک نه از هر که هست
 مملکتش ضبط و هجاں زیر دست
 چشمه کند بر لب دریا گذر
 شرط چنان ست که در بحر و بر
 بر سر این چشمه شود در نشان
 لیک سز و گشته دریا نشان
 کرد رواں عارض فزانه نخے
 شاه چو فغان شد ازین گفت و گو
 سوی شہ شرق گرفتند راه
 عارض دانا و کیو مرث شاه
 چوں گل و بلبل گلستان شدند
 زاب گدشتند و بطلان شدند
 کز چمن آن میوه دلبر رسید
 حال بگوش شہ کشور رسید
 در صف پیلاں سدا و ج لبست
 رفت برا و رنگ کند ز شست

چستر برآمد ز دوسو کیسره	ساختم شد میمنه و میسره
بارگردد ادکیانی درخت	پیش تادند بزرگان تخت
فرش کشادند تنق بر زدند	پردہ دہلیز بر آخستہ زدند
ساختم شد پردہ پیلان بست	صف جنبیت دو سوراہ بست
مقرر کردند کله کڑہنہ داد	راست بہ پیرامن داخل ستاد
پایک ہندی بعلق زنی	در صف خود گشت بہ تیغ فگنی
شعشعہ تیغ فلک تاب گشت	چشمہ خورشید ز سہم آب گشت
گر گئے زد بر تیغ پیر	شعشعہ در پیر گس کرد اثر
کار گزاراں ہمہ رفتند پیش	سجدہ کنال پیش خداوند خویش
پیش عنال بانگ رداروزند	سکہ نو بر درم نوزدند
رفت خراماں ملک ارجمند	تا در دہلیز بہ پشت سمتند
چشم چو بر گلشن بختش فتاد	گشت پیادہ چو گل از پشت باد
روے چو گل سود بہ پشت زین	گشت زمین پر سمن دیاسمین
آمد از اوزنگ بزرگی مسرود	دست بگل در زد و گفتش درود
بر دو ببالاے سریش نشاند	وز قرہ بر ماہ گرمے فشاند
خون خودش دید بجاں در کشید	خون خود از دیدہ رواں بر کشید

کرد چو نورش بدل دیدہ جلے گاہ سرش بوسہ زدو گاہ پالے
 مہر جگر گوشہ ز سرتازہ کرد جنبش خوں راز حب گم تازہ کرد
 گاہ ز رحمت بکنارش گرفت وز سرتاپا بنارشش گرفت
 گاہ بیا قوت لبش داشت ہوش کرد پراز لولوے نائفتہ گوش
 روے و را آئینہ ملک خواند آئینہ را بر سر زانوش اند
 دید از اں گوہر نیکوے خویش ز آئینہ زانوے خود روے خویش
 بس کہ مبارک نظر تاجور ماند بہ نطارہ لولوے تر
 دیدہ زمانے ز رخسار نکرد میل بآئینہ دیگر نکرد
 در رخ آں دیدہ ہی دید شاہ ہیج نمی کرد بجارض نگاہ
 عارض از آئین ادب پروری بود مکر بستہ بخدمت گری
 تا نظر شاہ بر آں سوے تافت خدمت عارض محل عرض یافت
 تحفہ شہانہ کہ با خویش برد کرد نمودار و بجا زن سپرد
 ہدیہ چوارہ بکراں برد رخت گشت سخن تازہ ز اسرار تخت
 مرد خردمند پسندیدہ ہوش ریخت ز لب ہر چہ در آمد گوشت
 شاہ براں شردہ شادی فزای ہیج نگنجید ز شادی بجای
 داد بجارض ز قباہائے خالص نادرہ چرخ می ہمہ ز زخا ص

داد بشزاده کیومرث نیز	تحفه آں ملک زهر گونہ چسبز
یافتہ چندین کمر از در لعل	دشت نوردان بر زب نعل
پیل بے زیر عماری زر	بار عاری هم گنج و گهر
وعدہ چنان رفت کہ فردا گاہ	جنبش خورشید شود سوے ماه
منزل سعدین شود برج تخت	مجمع بحرین شود روے بخت
از دو طرف بخت مطرف شود	وزد و طرف تخت مشرف شود
گشت مقرر چو قرار می چنان	سکہ چو ز رشد ز عیاری چنان
خرم و خوش عارض و فرزند شاه	باز نوشتند سوے خانہ راه
حال نمودند بدار اے ملک	کاب در افروید بدیاری ملک
کار کہ اقبال خداوند خواست	شد ہمہ ز اقبال خداوند راست
وعدہ بفرماست ملاقات را	ساختہ شد رسم مراعات را
شاه بفرمود بفرمانبران	ساقی برگ و نوائے گراں
از تحف و خدمتی و یادگار	گوهر و یاقوت ز بہر نثار
کآنچہ بسبب باید ہمہ یکجا کنند	جملہ بترتیب مہیا کنند
کار چو بر کار گزاراں گذاشت	خودی و شادی و طرب نشین داشت
جام ہی خواست ز ساقی مدام	تا فلک از دور فرو برد جام
ساغر خورچوں بزین داد تفت	کرد پراز دُر قدح شب بکفت

دور ہی کر چومہ بر سپہر	ساتی خورشید و ش و ماہ چہر
جام ز کف در در گوہر گرفت	شاہ ز ہرے کہ بکف برگرفت
زہرہ ہی رفت ز دورش برا	جام ہی داد بخورشید و ماہ
بود از دور رگ جاں خارفا	زخمہ دستاں کہ ہی کند تا
شاہ ز طوبی فلک آوازہ کرد	مجلس از حسد بریں تازہ کرد
نغمہ طنبور نشاطش بگوش	تا بدش بادہ خوش باد نوش
مشکل من از کرش گشت حل	ایں عنزلم گرچہ ندارد محل

عنزل

پیش ز خورشید ماہ رونماید مرا	وہ کہ اگر روے تو در نظر آید مرا
کاش کہ بادِ گراں دل نکشاید مرا	بستہ تست ایں دلم بادِ گراںش منبند
از تو پہِ خونا بہار و نمساید مرا	روے نہ نشد اشک چہرہ من تا ہنوز
پیشتر از من دود، سیچ نیاید مرا	خون مرا آب کرد گر یہ کہ در خدمت
پیش چنیں مروئے زیت نشاید مرا	دل بشنیدم کہ دوش لعل تو بوسید مرا
یارب کایں روز بیش پیش نیاید مرا	جان من آں روز رفت کم رختِ آبپیش
مصقلہ وصل کو تا بزدا ید مرا	سینہ خستہ ز تست آئینہ زنگ خورد

اتصالِ مہ و خورشیدِ قرآنِ سعیدین

چرخِ گردانت بگردِ سرائشاں گزراں

گشت چو دریاے پہر آنگوں	داد رواں چشمہ خود را بروں
کشتی مہ سوئے کراش ساز کرد	چشمہ خورشید بد و باز کرد
شب که بگفت داشت دُرِ شاہوا	کرد براں چشمہ و کشتی تار
شاہ در آں ناحیہ کاؤل نشست	دشکے دید در و تنگ دست
از چپ و از راست نظر بر گاشت	تخت دو جہشید مسافت نداشت
شہ ز زبردست عوض کوچ کرد	سوئے فرو دست بر آورد کرد
پیشترک شد قدرے ز اں سواد	نصب علم را رستم فتح داد
دور سر پردهٔ سیارہ سائے	بر لب آب سر و شد بپائے
در محلے کاب رواں تنگ بود	گر چہ کہ پیناش بفرسنگ بود
تا بکہ عبرہٗ آں شاہ مشرق	زود ترے سیر نماید چو برق
تا جو رآں سوی خود از جای خویش	آمدہ بد پیشتر از شاہ پیش
کرد سر پردهٔ مقابل بلبند	منتظر دیدن آں ارجمند
شاہ ہمہ روز متاع کہ خواست	جملہ بترتیب ہی کرد راست

روزِ چو آخر شد و گرما گذشت چشمه خورخواست ز دیا گذشت
 تاجِ شرق بر آہنگِ آب کرد طلبِ کشتی گردِ دوشتاب
 پیش کشیدند ہشتی شگرت سدرہ و طوبی بجل کردہ صرف

صفتِ کشتی و دریا بمیانِ کشتی

موجِ دریائے کہ رفتہ ز کراں تا بکراں

ساختہ از حکمتِ کارِ آگماں خانہ اگر دندہ بگردِ جہاں
 نادرہ حکمِ خدائے حکیم خانہ رواں خانگیانش مقیم
 اہل سفر را ہمہ بروے گذر ہمرہ او ساکن واد در سفر
 گاہِ روشِ ہمرہ او گشتہ آب آبلہ در پاشش شدہ از جباب
 جاریہ ہند ز بانسِ سلیم حالِ چندیں بچہ پس کن عقیم
 عکس کہ بنمود بآب اندرون کشتیِ خصم ست کہ بینی نگوں
 ماہ رسن بستہ چو دلو استوا یافتہ در حنا نہ ماہی مترا
 ماہ نوے کال ویزا سال بہت یک مہ نو گشتہ بدہ سالِ راست
 گشتہ گہ سیر ہا شش زبوں عکسِ ہلال ست بآب اندوں
 صورتِ آن تختہ کہ بدے بہا عینِ چو ابرو شدہ بر چشمہا

لیک جزیں فرق ندائے کنوں	کوست سرافراختہ ابرنگوں
ابروے اودادہ بہر چشم نور	چشم باز ابروے نیکوش دور
ہمچو کماں پر خم دتیر از میاں	تیر ستاد ست و کمانش رُاں
راہ نخواہد بدارا شدن	راست چو تیرے بگذا را شدن
او برسد تیر فلک را با وج	تیر بہ تیرش زرسد گاہ موج
تیر دروگر چہ پیش منگند	پس قدش گرچہ کہ پیش منگند
پیشتر از مرغ پرد در کشاد	پیشتر از باد رود روز باد
وقت دو منزل بدے بل دوچند	بار سن دلسلہ و تختہ بند
بستہ بزخیر مسلسل دراز	بحر دہاں زوشدہ زبخی ساز
یک زدن چشم کہ مینیش پیش	تا بزنی چشم نہ مینیش پیش
بر پرداز جاے نہ جنبیدنی	نیست دریں پہچ پرا نیدنی
ہمچو کلنگاں بہوا سمرنداز	پرچو حوہل زد و سوکروہ باز
منع کہ آں از پرچو ہیں پرد	طرفہ بود لیک نہ چندیں پرد
ہر طرفش رہ بشتابے گر	ہر قدمش سیر بر آب دگر
از تگ طوفاں شکنش در شتاب	مخبر فوج آمدہ بر روے آب
گرچہ ز دریا گذر دیش دم	آب نباشد مگر شش تا کم
دیدہ شب و روز بے گرم سُر	رفتہ بہر سوز پے آب خورد

تختہ پئے حرف گرفتہ کبش	باد بر آب از ہوش حرف کبش
تختہ نشد پیش معلم درست	طرفہ کہ صد تختہ بیکبار شست
دست چو در آب فرازا فگند	آب بدست آرد و باز افگند
ہاچو جوان مردکش آید بدست	سیم سداواں و پناہ بدست
لطمہ زناں بر رخ دریا بزور	آب از اں لطمہ بفریاد و شور
دیدہ دل و دست خداوند خویش	بر رخ دریا زوہ صد لطمہ بیش
تا عمل حجب شدش مستقیم	آمدہ از عبرہ دریاں سیم
پیشہ تلاح در دشیم پاشش	تیشہ بنجار از دور خراش
مرکب بحری ز سفر گشتہ چوب	بر طرف بحر شدہ پایہ کوب
بگذرد از آب سوارش بنجواب	غرقتہ مگر دود چو سواران آب
در تہ او آب سبک خیز نیست	گرچہ کہ صد نیزہ بود تیز نیست
جوے کہ بگرست تر و آب دا	گاہ لبش گیرد و گاہ تہ کنار
ہر کہ پئے آب برد شد سوا	آب گذارد چو بگبیرد کنا
در رہ بے آب نداند شدن	کیست کہ بے آب تواند شدن
خاک نخواہد کہ غبار آورد	تیسرگی دیدہ بار آورد
آب اگر گرد بگرد برش	ہیچ ز گرداب نگرد و سرش
باسکی یار تواند کشید	از سبکال بار کشیدن کہ یث

موج گراں یافت سبک بر رود	ارچہ گراں گشت سبک تر رود
گرچہ کہ ده سال برید از درخت	ہم تہی از بار گشت اینت بخت
طرفہ درختے ست نمودار او	کا دمی داسپ بود یار او
شاہ دران خانہ چوہیں نشست	وز پل چوہیں ہمہ دریا بہست
آب شد از بحر رواں تخته پوش	کرده زہر تخته معلم خروش
موج سوی جاریہ می برد دست	بیل بسیلش ہی کر دست
نعرہ ملّاح کہ می شد باوج	برتن خود لرزہ ہی کر موج
سلسلہ موج زدای کہ بافت	ماہی ازان ام خلاصی نیافت
بس کہ بجوشید زمیں همچو دیگ	آب رواں تشنہ گل شد بریگ
آب ازان غفل زاندا زہ میش	گردنی گشت بگرداب خویش
کشتی پونیدہ کہ چون تیسر بود	بود بجائے کہ زمیں گیر بود
وز ظلمہ پشت کشف نا توان	داشت بسے رخنہ گیر گستوان
عکس رسنا کہ فرو شد بآب	بست پہلوئے ننگاں طناب
کشتی شہ تیز تر از تیسر گشت	در زدن چشم ز دریا گزشت
راست کہ شہ بر لب دریا رسید	گوہر خود بر لب دریا بدید
خواست کہ از سوز دل بقرار	برجد از کشتی دیگر کس

یعنی از غلّش غلہ (پتوار) بر پشت کشف رخنہ مثل بر گستوان (جہال) اسپ پیدا شدہ بودند

صبرِ بھی خواست نمی آمدش	گریه نمی خواست همی آمدش
بود ازین سوئے مغرِ جاں	ساخته بر جای ادب چپ شہاں
چوں که در آن شیفۂ خویش دید	شیفۂ تر شد چو ازو بیش دید
پیش شد از دیدۂ تارش گرفت	شہ بدوید و بکنارش گرفت
تشنہ دو دریا ہم آوردیل	تشنہ و از دیدہ همی راندیل
یکدگر آورده در آگوش تنگ	هر دو نمودند زمانے درنگ
چوں گل و غنچه که جہد از خزاں	دور نشد آن ازین ایں ازاں
جاں بدو تن بودیکے از نخست	صورت تن نیز یکے شد درست
قدّ دو فرقد کہ بسم باز خورد	کار دو رویہ ہمہ یک رویہ کرد
چرخ بکفت کردہ طبقائے نور	فاتحہ می خواند بریشاں زدور
از پس دیرے کہ بخویش آمدند	ہمدگر از غدر بہ پیش آمدند
گفت پسر باید پر اینک سریر	جائے تو من بندہ فرماں پذیر
گفت پدر با پسر ایں خود بخت	ہم بتو ایں پایۂ دولت سرت
باز پسر کرد بگوشش خطاب	کاسے مہ ازین منزل خود روتبا
باز پدر گفت کہ ایں ظن مبہر	کز پسر فسر بر باید پدر
باز پسر گفت کہ بالا حسام	کز تو برد پایۂ تخت تو نام
باز پدر گفت کہ ایں جائے تست	کز تو شود سکۂ نام درست

باز پرس گفت کہ بر شو بخت
 کاین محل از بہر تو آراست بخت
 باز پرس گفت کہ اے ماجدار
 تخت ترا بہ کہ توئی بختیار
 دیر بماند دریں گفت گوے
 پایے کسے پیش نشد پایہ عے
 چوں پدر از جانبِ فرزند خویش
 شرط ادب دید زاندا زہ میس
 گفت کہ یک آرزویم درد است
 منت شد کہ کنوں حال ست
 ایں کہ بدستِ خودت انی بخت
 دست بگیرم بشتام بہ تخت
 زانکہ بغیبت پوشدی بر سریر
 من نہ بدم تا شدی دستگیر
 گرچہ تو محتاجِ بودی بمن
 کافر ملکی بسرِ خویشتن
 با سپر ایں نکتہ چو نخستے برانند
 دست گرفت و سریش نشانند
 خود بنگال آمد و بر بست دست
 ماند از اں کار عجب ہر کہست
 داشت دریں زیر خیالے نہاں
 آگئے داد بکار آگساں
 کاسے دم تاں در رہ اخلاص پست
 بہ کہ نباشید دریں کارست
 من پدرم صاحبِ تخت و کلاہ
 بندہ بریں گونہ شدم پیش شاہ
 ہسر کہ ازیں پایہ والا برد
 نسبتِ خدمت ہم ازینجا برد
 بود ستادہ نفسے ہم بجای
 ہم نفسش نیز ستادہ پای
 گرچہ پدر بر سر تختش کشید
 شست و فرو داد پیش رویہ
 چوں خلفاں شرط وفا می نمود
 خواہش عذرے بسزای نمود

دو تیاں ہر طرف بے تہ صفت
 لعل و زبرجد کہ بر آئینہ مند
 تودہ لعلی کہ ہر گوشہ بود
 ز او تو گوئی ز زمین زردیم
 چوں پدر قبال پیکارہ کرد
 گفت کہ ام و زبس ست این قدر
 شکر خدا را کہ رسیدیم بحام
 زین فطرت از کام چو دمسازت
 رفت پدر کشتی مقصود را ند
 کرد و طلب کشتی دریا نشان
 سیل و اوں کرد محیط شراب
 غوطہ خور امید ز سر بر گشت
 ہوش بگرداب قلع در فساد
 عقل شد از ہر کشیدن رو
 جنگ نگیسو سید ام یافت
 عقل اگر شد بقبح ناپدید
 کردہ طبقہ ہے جو ہر کھن
 برد و سرفرازی ریختند
 رے زمین پر ز جگر گوشہ بود
 حاملہ شد خاک ز دُرِ مہم
 زان شرف آفاق پر آواز کرد
 روز دگر جلاوہ ملک دگر
 کام دل خویش بدیم تمام
 فرق سپر بوسہ زد و باز گشت
 باز سپر بکشتی نشاند
 کشتی زردا و بدریا کشاں
 تابلو آہستہ آہستہ آب
 کیست کہ بحر شاہ جہاں بگشت
 داد ہمہ رخت ادب اباد
 او ہم از ان قسریاں بدو
 گرچہ در انگشت انیافت
 عقل عقیلہ ست نیاید کشید

عقل دولت کہ مبادا شغل
بادہ کہ از عقل را باید چراغ
باد سرافراز جہاں چو عقل
تا بدش عقل فزائے دماغ
چکی او عقل و نزلے جہاں
عاطفہ عیش و نشاط شاہ
این منزل از تار تر نرم سرا
در سراویافتہ چوں عقل جا

عزل

خوڑم آں لحظہ کہ مشاق بیائے بر
دیدہ برے چو گل بندد نہ بود خبر
از پس قطع سوا حل کبتائے
جان بیکار شدہ باز بجائے
ہر کجا از قدم دوست غبارے
کہ خاکے شکن از بہر حُمائے
کہ پس از دوری بسیار بیارے
کہ خزاں دین بود پس بہائے
بہر تسکین دل خویش کہ آرے
خسروایار تو گرمی زرد خود می پوک

ذکر و اسب فرستادن سلطان پید
ہم براں گوئد کہ در باغ وز دبا و دریا

شد کرہ چسپن چو گنبد ماک
نعلِ مه افگند گنبد ز پائے
زردہ صبح از طبق خاکِ حبت
رفت و بیدار انقی بر نشست
شاهِ فلک مکب جو را تمام
ہم نشہ و ہم شاہسواری تمام
چست نہنگانہ تگاور بہ پیش
در دل دریا شدہ از آبِ خوا
رفت امیر آخورد آرد زرد
ہر جہ در اطرافِ جہاں باد بود
پس کہ پراز باد و اگشت و
مرکزِ خاکی کرہ باد گشت

وصفِ اسپاں کہ ز سرعتِ بخرج و بجل
توانِ خارجِ شاں گفت داخلِ چوں جا

تیز تگاہِ ہمہ تازی نژاد
چوں دُمِ آتش و انبانِ باد
گردِ سُرینے ہمہ گردنِ در
تا بہ فلک گردنِ شاں سرفرا
تیز تگاہِ گوش چو پیکانِ پدید
بر سر یک تیر و دو پیکان کہ دید
سر چومہ افراختہ برا بجر مہر
ساختہ از چشمِ چراغِ پسر
از ہنر آراستہ پاتا بفرق
گاہ روش ابرو بختن چو برق
در گلہ بے دست زدنِ جیتہ
کوفتنِ پا بطرقِ کردہ فن
نازکناں در صفتِ نازکی
زخمِ نخوردہ گمے از چابکی

کبک خرامندہ صبح سہلے
 ہیکل شاں گرم چو آتش گئے
 کبک دال ابروہ زانچلے
 کوہ گراں یک گھاس سنگ در
 سنگ دال کوہ تان ناپید
 ز آتش خود گرم رواں ہچو تیر
 از تگ شاں کان و ہر ہر دہ
 سُرعت شاں از تگ شاں بیشتر
 وز رہ جولاں بھلک اہ شاں
 بے سم شاں کوہ نیار و خمید
 پانہادہ بزین چہ جالے
 کردہ ہوا در تہ ایشاں نہیں
 آب دال از پتہ صحر اگشت
 کہ بلکہ نشت زمین بشکند
 از لکپا کہ بیک پے قشر
 چون سہم شاں لرزہ گیتی نکند
 گاہ روشنی اس سہم گیتی نود
 کبک دال ابروہ زانچلے
 آتش شاں چوب بخورہ گئے
 یک تگ شاں جزبہ زنگ در
 کوہ کہ بے سنگ بوکس نید
 سوختہ شد کڑہ گرم اشیر
 باد دیوار بے سوزہ
 گاہ تگ از خود قدمی بیشتر
 نبلہ چرخ چہ گاہ شاں
 بے تگ شاں مستح نیا پید
 بر سر گردوں شدہ جولاں گئے
 پانہادہ بزین جہ تبیں ا
 باد صبا از پتہ گلگشت
 گاہ بیک جہت دگبہ کند
 خرگہ پر نہ کڑہ را کرد خرد
 کڑہ ناگسند زمین ابکند
 از کڑہ خاک بر آرد گرد

کاسہ کھنم طبع آزاد گشت کرد صبحِ زمیں آشتامِ شبت
 باد گرفت اسپ کساں ابرو وز رہِ شاں رفت بصرِ انسو
 گرچہ کہ زاده شدہ بایند پاک ہم گہ نگ ماندہ صبارا بسجا
 بر سرِ مژدہ چرخ بود طبعِ شال گر نہ بود بخت بہر پائے شال
 پیکرِ آں اہ نور دان پاک باد مجسم شدہ بر روی خاک
 بر سرِ بدخواہ رواں تر شدہ دز بسکی دیدہ در دواں تر شدہ
 صورتِ شاں از روشِ دلپذیر وہم مصور شدہ اندر ضمیر
 گشت چو ستارہ منازلِ سپر ماہ سبک سیر شدہ نعل زر
 زال میرہ یافتہ در برجِ باد باد بے گرد ستارہ داد
 جوشِ کمیت از سرِ میدانِ شاہ مست ہی کرد کساں را براہ
 شکلِ سیانہاں سرفراختہ آتش از دودِ سلبِ ساختہ
 آتشِ سوزاں کہ ز تاب وجود ہم زتن خویش بر آوردہ ودود
 تیزیِ خنجانِ محیطِ آرموں آبِ بیرونِ فلکِ آبگونوں
 گنبدِ شاں کردہ فلکِ انزوا گنبدِ آبی شدہ بر روی آہ
 سونیاں خوش فتنِ دگر گردن وز دمِ شاں رنگِ سوسن دامن

۱۱ طبع نام بیاری کہ در رسمِ اسپ ہی باشد ۱۲ لے زمین امی نور دیدند ۱۳

۱۴ گزشتہ بودند ۱۵ اسپان مشکلی ۱۶

۱۷ سونیاں۔ اسپان بزرگ سوسن و فتنِ موسیٰ عیال۔ دامنِ معنی دہندہ ۱۸

چال ز گلزنک تر انگشته	باد صبارا بگل آمیخته
پشت قله از خط مشکین خویش	سبق هنر داده صبارا پیش
ز رده شاں چون ز قیمت کز آ	گرچه نه بیجا ده ولی کمر با
ننگ گس دشت خور و کاسم	بر گس کرده گس راں ز دم
لیک چه راند ز گس کر نرس	خواست بلغز گس اندر زین
آبرش شاں ابرنگ و برق بتا	برق فلک سرعت آبرش خطا
درنگ شاں گاه کثا دن بند	کم شده ایس ابلق دندا بلند
ابلق شاں از بیاض و سواد	خامه نقاش نشانے نداد
دهر شد از سخت شاں نا امید	گرچه بے کرد سیاه و سپید
صورت شاں خامه ندانست	باد صبارا که تواند نشست
از نگ شاں گرنو بیم سخن	بادر باید تسلیم از دست من
مه ز پئے آخور آں مهوشاں	ساخته خرمن پره کهکشاں
کار گزار عمل پائے گاه	می گزرا نید یگان پیش شاه

۱۰ چال - اسو که سرنخ رنگ باشد ۱۲ قله اسب که ز گش ماثل بز دی باشد ۱۲

۱۳ در لفظ بیجا ده که بایستی معنی یزد که دوم جوهریت معنی بزرگه و کبریا هم جوهریت معنی خون خورنده کاه ۱۲

۱۴ خنگ گس اسب سفید که بر آن قطعات سیاه باشند ۱۲

۱۵ یک چه راند - یعنی اگر چه دم آں گس راں ست مگر گس را چه گونه راند که از فریبی و چربی گس

از سرن اومی لغز و بر زمین می افتد ۱۲

بستہ بریشم گہر مہر دار
 شاہ چو در مہر شاہ شہم شہت
 گر چہ ہمہ مہر شاہ چیدہ دید
 کرد گزین اں ہمہ گرد و لنگاں
 داد بدانا کہ بر ایں نزد شاہ
 وعدہ امروز فرازم رساں
 رفت پذیرندہ و آں ہدیہ برد
 خواہش غدرے کہ بہ نہانش بود
 داور دولت کہ در اں یاور
 سکہ مہرے کہ عیارش نمود
 داد بارندہ لباس عجیب
 سرخ نطاتی ہمہ از لعل ناب
 از پے شہ چند طائف دگر
 وعدہ چنان رفت کہ نگاشام
 مرد سخن سنج کر اں سلک در
 آمد و بکشا د تر از فے راز
 شاہ بفرمود بفرش کشاں
 مہرہ نگوم کہ دُر شاہ ہوار
 چیدیکے از صد دیگر گزشت
 عاقبت از گوہر شاہ مہر چید
 پنج ہزار و صد و پانصد گناں
 عذر قدم ز آمدن فے بخواہ
 جان بچاںش برو باز مہ سال
 خدمتے خاص بخدمت سپرد
 کرد بفرمان دہ فرمائش زود
 دید ز دارے خود آں دای
 گر چہ یکے بود ہزارش نمود
 قیمتی و در ہم عالم غریب
 لعل کہ خورشید ندیدہ بخواب
 طرفہ اطراف ہمہ بحر بر
 جلوہ کند مہر باہ تمام
 کف خود و کفہ خور یافت پر
 نکستہ سنجیدہ سنجید باز
 زینت فرش و تنق ز فرشال

ہر ہمہ در جملہ بار آمدند	بارکشادند بکار آمدند
نصب شد اورنگ زارینک	پایہ پایہ سرا و تابا ہ
تاج مضع کہ در آویختند	یکسر از آب گہرا میخستند
بود متق حبلہ ز زریافتہ	پردہ در ہا ز گہرا یافتہ
پردہ دیوار زیاقوت بود	کلتہ بالا ز زمرہ نمود
فرش زین بود مسلسل نر	در تہ آں خاک زین نقوہ گر
ہر کہ در آمد بچنان منطری	صورت خود دید ز ہر گوہری
یک تنہ زو شد بتصور ہزار	ہیں کہ ہزارش صمنو داشت
شاہ در آں خانہ در آمد تخت	آئینہ دید نمودار بخت
خانہ ازو شد ہمہ صورت پذیر	باہمہ تصویر نبودش نظر
خواست ز ساتی مے آئینہ فام	دید در و صورت خود را تمام
گشت سکندر کہ زنجینہا	داد ز رو کرد و آئینہا
بادل آئینہ اسکندرش	بادل گلزنک صفا پرورش
داد مرا این غزل اندر خیال	بر دل چوں آئینہ او جمال

عزل

ز سر کرشمہ یکہ گزے بسوے من کن بغایتی کہ انی نظرے بسوے من کن

من از آرزو ت مردم دلت اینچنین
 بتکلف آرتو دانی شب آرزو من کن
 منم و دله و دروے ز غمت چو تاوانا
 بزکوة تندستی گزے بسوے من کن
 همه بوسے عود نبود که بختش بسوی
 دل سوخته است رغبت قدری بجای من کن
 اگر ایست رسم خواباں که بونند
 دل من یار و جایش تن چو موے من کن
 بدو زلف طوق آری نه کی که خنجم
 و گرت هزار باشد همه در گلوے من کن
 ز شکنج زلف مشکین چو نپی بدوش چو کال
 بغدادے حالگاهش سر سحر گوے من کن
 تن خاکیم لبالب همه پُر زخو است از تو
 لب خویش را تو ساقی ز سر سوبے من کن
 بکراں مشو ز خرد و که خنیں بدست خیم
 نفیسیا و بنش بدخو نکوے من کن

صفت آں شب بقدر که تا مطلع فجر

نزد آں روح ملک برد سلام نیر

شب چو بیار است سر بر پیر
 گشت مکلّ ترقی ماه و مهر
 یافت فلک پدّه گوهر نگار
 رشته شب از پے آں بود و تا
 چرخ بهر زاویه شمع خست
 خاک بهر خانه چرانی فروخت
 طاق سمار چو پیران بنگار
 طاق یکے بود چراغش هزار
 دهر شد از دو معن بر باغ
 کم نه بود و دوده چندین باغ
 سمره بود از دُر و گرد و بر
 از دُر سیاره شده سر میا

چرخ که شد حقه او سمره زلے سنگ انداز چه شد سمره سا
 دیده انجم بیا هی دوز دیده درون ناند سیا هی یزل
 ریخته از شیشه گردون اُ مجرّه گل شده زد پُرسواد
 جوهری شام بسودا گری کرد گم پیش کش مشتری
 گاه فلک ریخته عنبر براه گاه وزین ساخته چرم سیاه
 طاس فلک شد علم ز رنگار رفته زمین شد ز علم سایه ار
 از نیم شب گیر که هر سو فاد کوس سحر هیچ صدای نداد
 او هم شب گشته به تندی روا پُر ز جلا جل شده برگتوا
 گر چه هوا پُر ز جلا جل نمود پیچ طرف بانگ جلا جل نبود
 چرخ یک حلقه انجشتری بر سر یک حلقه هزاران نگین
 خوان فلک پُر ز نگهائے ز زرد چوز نور بر آورده سر
 زان همه ز نور که از نور بود پرده شب پرده ز نور بود
 خوشه چرخ از علف خانه خیز بهر حسرسان سحر دانه ریز
 بود خردس سحر اندر عدم در نه چرا دانه غمی گشت کم
 مرغ شب آهنگ نواگر شده نغمه زیرش بهوا بر شده
 شیرک از بس که بیالاید مرغ میجا میجا رسید

۱۰ از پرده ز نور مراد سقف ز نورست که سوراخ داری باشد ۱۱ خوشه چرخ بوج نبله و خرد سالیان
 ملایک و دانه هاستارها ۱۲

کرمک شبتاب لصحنِ جهان	همچو شرار از سر آتش جهان
چرخِ کماں شکل بر تیر شهاب	شامده پیر زاغ سپهرِ عقاب
تیر شهاب از دلِ اختر گزشت	روشن ازین هفت سپهر گزشت
آتش خورشید که گرمی نمود	ز آتش او پسخ بر آورد و دو
روز ز دریای فلک شست	چشمه خور در تیره دریا شست
طرفه که خورشید چو در شد بچاه	گشت دامن و رقی زین بچاه
در شده آن چشمه و تن بچاه	خون شفق سرخ شد آنکه سیاه
پرتو خورشید کند از عمل	سرخِ خونِ ابسیاهی بدل
بلک چو خورشید شد آتش فشان	زودهد از رنگِ سیاهی نشان
طرفه که خورشید چو رود کشید	رفی زین کرد سیاهی پدید
خورچو شود تا فته از تاب و	رفی پراز قطره نماید ز خو
طرفه که چون تابش خورشید نمان	گشت پراز قطره رخ آسمان
تا نهد آهوی مشکین عطا	هست طلب کردن مشک از خطا
طرفه که کم گشت چو آهوی مهر	مشک فشان گشت بگیتی سپهر
قرصه خورتا بر خوان بود	خلق برداخته دندان بود
طرفه که چون قرص را ز خوان فشان	چرخ لبالب همه دندان کشان
مست شده از قلع دور مهر	بر زمین افتاد ز رفی سپهر

صفتِ شمع که چون بسروش آید مقراض

در زمانِ حاکمِ زنده پروه طلمتِ نِمایاں

شمعِ بهر بزرگی سرفراز	خاصه ببنم شمعِ عالم نواز
شمعِ نبلِ خستِ عالمِ فروز	در دلِ شبِ شمعِ پیوندِ روز
از همه سوز و دهمه رویِ چشم	فے پلکش دیده و ذمویِ چشم
پایِ نفسِ داشته تا باداد	هر که بر دوز و نفسِ جانِ باداد
اولِ شبِ آده عمرشِ بهر	زیتنش آتشِ شبِ تاسحر
نادره شخصه که ز نورِ صفات	زنده ماند چو سرِ آیهات
زنده شد آتشِ ز نفسِ چون د	و آتشِ تیزش ز نفسِ جانِ بُر
جانش که از سوزِ رسیده لب	زنده از آن آتشِ بسیار لب
چون دلِ سوزانش ز سرِ بگز	جان شد از دلِ شبِ تاجِ بخت
شد بگه صبحِ حیاتشِ تمام	عمر ز سرایتِ بهنگامِ شام
کرد چو مقراضِ لبشِ گزر	بوسه زدش بر لبِ بهر سیر
بس که سوزِ شده بارِ بیاں	کرد سوزِ سرِ کارِ زباں
تین رسید و سرش از تن بود	او زباں کرد حراره چو سوز
سوزِ بهر داشت که چندانِ بگر	تا نبردند سرش را نه بخت

ساخته از دو دیدادی زبیر داده به پردانه سوادی زبیر
 بس که گزیده شده از زخم گاه داده سرخوش گزیدش بر از
 زان همه نیشی که ز زنبور خور عاقبتش سوختن آفت از کرد

صفت نور چرخ که اگر پرتو او

نبود در دل شب کور بود پیر جوان

گشت و اوان خانه بجان چرخ آتش او در دل شب کرده آغ
 گرم دماغ آمده در هر دماغ بنیش از گرم دماغی بطق
 پنبه دمانی بزبان دراز با همه کس گرم سر سوز ساز
 پنبه و آتش شده در غلش در تن و ناسوخته هر گز تنش
 پیش روی راه ز نور لب گم شده را در دل شب لبر
 تا شب از نور نیامد پدید دیده تاریک جهان اندید
 چرب بانی بدش گشت جمع چرب تن و چرب زبان تر شمع
 شعله او کر خسته آشوب یافت صد غل از سیخک باروب یافت
 نادره کرد عیان دل پذیر سیخک باروب بر آتش امیر
 خس بر بدستی او را بے چوں بر بدستی آتش خسته
 کرد بچوب آتش خود را ادب وز پی چوب آمده جان شب

گوش بفریاد ز آواز پاس	بسته جهان چشم چو گاو خراس
کیست که جنبیده با طریس	کر عیس بر سر هر کویس
مردم دیده فرو بسته در	مردم هر خانه شد از ره گزر
دیده مردم ز پیک شقه پوش	موسم گم ماوتن از خوی بچوش
وز قره قند ز بکران دخته	شقه گری از پیک آمخته
دام ز موباقه از به خواب	موسم بهم کرده قره دا قباب
تیغ ز بان خفته میان نیام	فتنه چشم آمده زان موبدام
همچو زمین پر ز چراغ آسمان	همچو فلک پر ز ستاره جهان

صفت سیر سروج و روش منزلها

که همه کار گزار فلک اندازد و راں

منزلت داده فلک راز نو	میر منازل همه نزدیک دور
وز حد شرطین بر آورده سر	قرن محل کرده قمار کیکر
زاده سه ستاره بتلیث عین	بسته حل حل بناف بطنین

۱۰ میر منازل - ۱۲ ماه ۱۳ قرن یعنی شاخ و حل برج جدی که بصورت بره گو سپندست شرطین بضم شیز

نام منزل اول ماه و آن دستاره انداز برج حل و شاخ آن واقع شده اند ۱۲

۱۳ بطنین بضم با نام منزل دوم ماه که درین ماه در کیم برج حل می باشد و بطنین ستاره اند بار یک شکل

مثلث بدور باین شکل ۱۲۵۰

کوهنه کوهان ز گمزیر بار	ثور گرفته ز ثریا نشار
کحل جواهر فلک آوردیش	ساخته ثور از دبر آن چشم خویش
گشته مثلث چوسه نقطه ثور	هفتمه سیاره روشن بود
داغ و کس از گردن جوز انود	هفتمه دو آتش که بکیا نمود
پرده اطلس هم پیمون گشت	بس که دراع اطلس گشت
چار گمر بخت بر پنج پای	نتره چو ابر بر شده گوهر زای
دیده چنن طرفه بختی ندید	طرفه بیک طرف دو چشم پدید
بجه قلب آمد و بخت فزود	قلب فلک در طلب جبهه بود
بهر اسد کرده ز آهن جسد	زهره زبردست شده چو اسد
مهره بر باشد و او را بدیم	مهره صفره بدیم شیر گم

۱۱ دبر اطلس پنج دال نیز نام منزل ماه است و آن پنج ستاره اند و ثور یعنی فلک بعل (دبر اطلس) چشم

ثور کحل جواهر آورد تا که چشم لم در روشن شود ۱۲

۱۲ هفتمه سیاره روشن در برج جوز ۱۲ ۱۳ هفتمه بختین نیز نام منزل قمر و آن پنج ستاره اند و گردن جوز

۱۴ دراع گمز ماه است یعنی ماه اطلس گردون را در نوشت ۱۲

۱۵ نتره نام منزل قمر و آن چار ستاره اند در برج سرطان ۱۲

۱۶ طرفه بفتح نام منزل قمر و آن دو ستاره اند در یک طرف یعنی این طرفه تراست که طرفه دو چشم در یک طرف ۱۲

۱۷ زهره ترا شده آهن و آن ستاره است در برج اسد که جسد اسد را مثل آهن مضبوط کرد ۱۲

۱۸ صفره نیز ستاره است بر دم اسد یعنی این عجب است که مهر بر مهر باشد و اسد را بر دم ۱۲

پنج گم ریافت عوا بزیر
 رنج سماک از حدیسه آمده
 پنبه شیر آمده بر ران شیر
 رفت بمیزان و تراز و شده
 غفره چو سطره کز دود سحر
 راستی اندر خط میزانش صفت
 شکل ز بانا بحسن او ری
 بر سر عقرب بزبان آوری
 عقرب از اکیل سه گم هر پیش
 بر سه گم سفته بیک زخم نش
 رُپے چو بکشد مد مہر حجبے
 قلب شدہ عقرب پوشیدہ رو
 شوکہ شدہ بر سر عقرب چو خار
 داد و دوا گاہ شعلہ آتش شرار
 شکل نغایم چو سریری بجای
 کز شدہ بار استی ہشت پایے

- ۱۰ عوا سگ عو کوکنندہ و نام منزل قمر و آن پنج ستارہ اند بر ران شیر یعنی این عجیب ست کچھ شیرانی آہ
 ۱۱ رنج نیزہ و سماک بالکسر نام منزل چار دہم ماہ و آن یک ستارہ است و سماک دو نوع ست یکو
 راج یعنی نیزہ دار، دیگرے اعزل یعنی بے سلاح۔ میزان یعنی تراز و نام بُرج یعنی سماک از حد صاف
 عطار و آمدہ برج میزان مقابل شد زیرا کہ تراز و شدن معنی مقابل شدن است ۱۲
 ۱۳ غفرہ نام منزل قمر و آن سہ ستارہ کز واقع شدہ کہ آن را سہ حرف گفتمہ یعنی در بُرج میزان کن ایشند
 ۱۴ ز بانا بالضم نام منزل قمر و آن دو ستارہ اند بر سر عقرب ۱۲
 ۱۵ اکیل نام منزل قمر و آن ستارہ اند در بُرج عقرب یعنی عقرب از نمیش خود سہ گم ہر البفت ۱۲
 ۱۶ قلب عقرب برقع ست یعنی ماہ از دیدن عقرب مخوس رُپے خود پوشید ۱۲
 ۱۷ شوکہ دم کز دم و نام منزل قمر و آن یک ستارہ است بر سر عقرب دو گاہ و چند یعنی عقرب ست خود و دو چشم
 ۱۸ نغایم بالفتح نام منزل قمر و بُرج قوس و آن شکل تحت ہشت پایہ واقع شدہ است یعنی نغایم (دست مرغ)
 باوصف راستی ہشت پا کہ گردید ۱۲

بلدہ چاں ارنظن آرنجانی ہست دہے لیک ز مردم تہی
 سعد شدہ ذابج بُزدرنہاں از پئے آرایشِ خوانِ جہاں
 سعد بلع در شکم بز دروں رفتہ و آورده دو بچہ بروں
 سعد سودازد و طرف در نشاں با اثر سعد ز تثلیث شاں
 انجیہ با چار حریف درشت دلو کشاں گشت ز بالا ہشت
 کردہ مقدم ز قدم پیش و پس آب کش دلو شدہ از ہوس
 دست موخر سوے ماہی دراز در دل ماہی شدہ تاخیر سہ
 کردہ رشتارشتہ پچاں بدست در شکم حوت در افگندہ شست

صفت اختر و آل طالع و وقت مسعود

کہ گرفتند دو مسعود بیک برج قراں

زہرہ و برجیں ہم بستہ جہد نور مشرف بہ تہانِ دو سعد
 ماہ و ذنب ہر دو بیکجا مقیم ماندہ ز پشت برہ مہ در گلیم
 برج دو پیکر ز دور و پر ز نور دیدہ اختر ز درش ماندہ دور
 شاہ کو اکب شدہ کرسی نئے کرسی او کرد فلک پنج پایے

۱۵ سعد بلع دو ستارہ اند و برج دلو و میاں آن ہر دو یک ستارہ دیگر ست کہ آن را مبلوع گویند ۱۲

۱۶ انجیہ بمعنی خمیہ یا و نام منزل و آن چار ستارہ اند و سختی آہنبا اعتبار نحو ست این منزل ست یعنی دلو ۱۲

۱۷ رشتا نام منزلے ست و آن ستارہ است فیکل رسن دلو ۱۲

گشتہ عطار دباسد جاے گیر
 شہ زدہ گوئی بدل شیر تیر
 شیر چو پہلوے عطار دنجست
 سنبہ در سوگ میاںز ابست
 راس چو میخ ترا زو بچنگ
 ہر دو برابر شدہ در وزن سنگ
 عقرب دم دار شدہ قلب دا
 کرد ہم از کوکبہ خود کنا
 مشتری از خانہ خود بے خبر
 قوس تھی تیر بجائے دگر
 رفتہ ثباں از سر آں بے زباں
 بزرگہ شدش ہندو گرد وں شاں
 کاب کشاں زو ہمشہ متذست
 دلوشد و درتہ دریانشست
 کردہ زحل در دلِ ماہی مقام
 تیرہ شبی دُمہ گرد وں خواب
 تا کیش آں آخستہ عالم فرو
 ماہِ زمیں منتظر آفتاب
 نوبتِ نختن چو نوا بر کشید
 روے سناید کہ شب آید بروز
 کاسہ بروں زو شنبے کان درو
 بانگِ دہلِ دم بہوا بر کشید
 ناگی از دور در آبِ رواں
 گفت سخن کوں فلک را بہوست
 پر تو شاں نادرہ خوش نمود
 مشعلہا شد چو کو اکب عیاں
 عدلِ شہ ایں تعبہ نگینستہ
 کاب پر از شعلہ آتش نمود
 دہر بنوعی فلک افروز شد
 گفت سخن کوں فلک را بہوست
 کاستر شب اور گئی روز شد

گشت چنان ظلمت شب کم فراغ کش اثرِ دودنساند از چراغ
دیدہ سیارہ ز نورے کہ زاد دادہ ہمہ سرمہ شب را بباد
روشنی گشت بعالم پدید کاو ل شب صبحِ دوم درو مید
مشعلها هر چه درآمد به پیش نورِ جہاں گشت زاندا زہ پیش
تا پچنین کو کبر آں آفتاب زورہ خاک شد از برجِ آب
ریختنہا ز دوسو شد بکار بستہ شد از بارِ گہر جاے با
ریزش ز رکز زمین آمیختند خاک تو گوئی کہ ز رزِ نخیستند
آنکہ ہی چید بدامن گہر دامنِ پُرچید ز لولوے تر
خلق سرازچیدن ز رخنم نکرد سرچہ کند خم کہ نظر ہم نکرد
بسکہ درو لعل بخوار ہی نشست کن بچاں آب نیالود دست
نورِ دو نور شد ہمقراں انجمنِ انجسم نکلن از ہر کراں
ہر دو بیک تن چو دو پیکر شدند بر فلکِ تختِ چومہ بر شدند
گشت بربج دو قمر جاے گیر گشت مزین بدو سلطان ہیر
برج شرف کردہ دو اختر کیے سلکِ نسب کردو گوہر کیے
ملک بیک تخت دو دار نمود دہر بیک آب و ددر یا نمود
روے زمین فردو جمشید یافت چشمِ جہاں نورِ دو خورشید یافت
خاتمِ جم را دو نگیس دست داد افسرِ کسریٰ بدو فرق ایستاد

دبدبہ کو کس دولشکر زدند
 گشت دولت بدو گل تازہ گشت
 گشت یکے تاج کیاں را دوسر
 مصطفیٰ چرخ دو خجّر زدند
 نوری کے داد و لوح حبیب
 سایہ یکے کرو دو فرہا ہے
 شاخ ہم سود و سسر و جواں
 گشت یکے باغ و فاراد و جوے
 کشت زمین آب دو باران چشید
 چرخ یکے شد بد و ماہ تمام
 گشت یکے غم زد و دل خاستہ
 بود دوسر آمدہ ہر دو ببا
 صفندہ از ہر دو طرف صفرا
 برہمہ در رشتہ طاعت قطار
 سر بر میں خانِ حظامی نہا
 بود گہ سجدہ بروں از سٹکے
 فرش نہیں اذ صورت نشان
 نوبت اقبال دو سحر زدند
 صوتِ دو بیل بیک آوازہ گشت
 گشت یکے قصرِ شہاں را دودر
 آئینہ ملک دو صورت نمود
 لمحہ یکے زاد دو نورِ صیتیں
 پایہ یکے ساخت دو کشور کشائے
 موج ہم داد و دو آپ رواں
 گشت یکے تیغِ صفرا دودروے
 مغرِ جہاں بوسے دو بُتاں کشید
 بزم یکے شد بد و دورِ مدام
 گشت بیک جان و تن آرتہ
 سر و دُید پایش ایشاں چہا
 انجمنے ساختہ نیک خستہ را
 راست چو در رشتہ در شاہوا
 خانِ مغل کا سہ کجا می نہا
 نقشِ باط و رخِ مردم یکے
 از چہ نقشِ رخِ گردِ کشاں

کاسه بهم خورد و سرانشر گشت	ز اس سرانبوه که در گل نشست
وزد و قمر یافته پروین شرف	گرد شده خاصکیاں هر طرف
که بزین بست چون نقش بساط	گاه نشسته بمقام نشاط
سر ز کله گشته سزاوار زه	جمله کله ور شده که تابمه
گشت در افشاں چو مه از ابرها	جهت شاں از کله بے بها
گونه بگونه شده رخسار ماه	از کله لعل و سپید و سیاه
موج برون داده و دریا درں	نقش قباہے ز رخ آب گوں
تابه کمر عشق شده در گمر	کوه تنانے همه بسته کمر
تیر تو گوئی بد و پیکر نشست	قامت شاں ز اس کمر زر که بت
خاک شد از غالیه عنبر سرشت	مجلس آراسته شد چون بهشت
شسته شد از وی همه و می بساط	بس که فشانند گلاب نشاط
کرد ز گل جامه گل راستین	بوے گلاب از تنه و آستین
غالیه می ساخت گل از دو و جو	عود و قمار می که همی داد و دو
مشک همی گشت بگرد و باغ	عود همی سوخت چو عنبر بد باغ
گا و زمیں شد همه تن عنبریں	بس که شد آلوده عنبریں
میوه زهر جنس چو خشک و چه تر	نقل فشانده بطبق ہاے زر
خستگی داشت شکستی نمود	دیدہ بادام که سختیش بود

شد بطبقِ پستہ شکر شکن
 بہرِ زیں بوس لبالب دہن
 چربی چلو زہ از انجا کہ اوست
 چرب زباں بود و لے زیرِ پوست
 سرخی مالہ بود ز غناب کم
 سرخی خود کرد فروں دمدم
 سایگی از پر تو مجلسِ تباب
 سایہ ہی جست در آں آفتاب
 پیچ کسے آب ز آبے نخورد
 سیب شد از بس خجلی سرخ و زرد
 قہقہہ بے ادباں کردہ نار
 شد ہمہ دنداننش بدامنِ ثناء
 بود ہم از میوہ ہندی بسے
 کاں مزہ را نام نداند کسے
 موز کہ ہمسایگی بہی نمو د
 نقل ازیں گو نہ دل آساؤ نغز
 بہ بتری بود اگر بہ بنود
 بادہ کزو پردر شش آید بغز

صفتِ بادہ کہ مینی چو خطِ بغدادش

بے سوادیش بخواں نسخہ آبِ حیاں

مے کہ عرق از تنِ مڑاں کشید
 گوہر ہر مرد شد ازوے پدید
 پیشِ چنایں گوہر یا قوتِ رنگ
 کوہ زدہ بر سر یا قوتِ سنگ
 بس کہ زہر کف گہرا گنیز گشت
 معبرش از معبرِ دریا گزشت
 تند کیست کہ ہنگامِ جوش
 کف بلب آورد و شد اندر خروش

از سر جوشش ہمہ گسبہ نمود
 گر چه کہ میدان بُے از نشیثہ بود
 اوز عمل کردہ بسے زربست
 آمدہ بر نشیثہ مُسکین شکست
 مے کہ از دصد ہنرا نگختہ
 موے بولیش ہنر بجختہ
 بہر دہن ہاے چوانگشتیں
 ساختہ از لعل مصفا گیس
 بود بر آتش قدش دیر پائے
 ز اش دمیآبلہ سرتابا پائے
 نام حرام ارچہ بروشد بال
 ہر چه نمک خورد ماں خبر حلال
 لاجرم اوداشت نمک را غیز
 حرمت اوداشت ہمہ خلق نیز
 طرفہ حسرمی کہ بہر دستگاہ
 حق نمک اودا زیں سان گاہ

وصفِ قرا بہ کہ بہرِ حرم و حُرّ رز

نشیثہ خانہ است ببالا سترش نشنداں

سینہ ستر بہ بر آورد شور
 د از خن و چشم ہاں کرد کور
 راست چو دریا ز برون دُرں
 دُر درون اشته خن از بُرں
 ہر کہ گذر کرد گئی در رہش
 غرق شد از آب بزیر کش
 گر چه ز پیری سرا و پنبہ گشت
 ہم زمی و جام نداند گشت
 پُر شدہ تالِب نمی دگشت مست
 ریختہ از سینہ بُرں ہر چہست
 بستہ میاں را کمر از لعل تر
 طرفہ کہ در زیر قبائش کمر

زنگ خضر داده ز سبزی برش	نایزہ چشمہ حیواں سرش
می طلبی روے بخد مت نند	ہم بکند خدمت وہم می دہ
خون و ش گرچہ باغ خوری	ہم نکشد سہ تو اصنع گری
صل کہ در سنگ دروں آمدہ	حل شدہ زان شیشہ بروں آمدہ
سنگ بے ہست کہ یا قوت د	شیشہ کہ دیدست کہ یا قوت ز

سخن از وصفِ صراحی کہ گر آں نازک را

در گلو دست نی خونش بر آید ز دہاں

بس کہ صراحی طلب گشت صاف	بان درو دیدہ شد اندر طواف
گوئی از او صاف صفاش از برو	بادہ برن بست صراحی درو
حاملہ و جر خلف ازوے نژاد	گرچہ ش حل کنند بر فساد
کرده درو دائرہ دور شراب	خیمہ آں دائرہ گشتہ حباب
در شکم او کف صافی گمر	از ہوس بادہ شدہ شیشہ گر

سخن از وصفِ پیالہ کہ ز بس جنبش خوں

خون قرابہ سوی اوست ہمہ وقت کشاں

نشل پیالہ چو فلک گاہ دور زوہم ہر ہر مردم ہشیار جو

گشت لبالب زمے جانِ شتر	کردن حدیث از لب جوئے شبت
جاں بلبلش تا نرسید از طلب	بر لبِ جانان نرسا نید لب
نوش لبش زان مے نوشین کہ خورد	نوش لبان را ہمہ لب نوش کرد
بس کہ خورد بادہ ندانستاد	تا شنگیری نتوانستاد
مے بدل آب فرو رختہ	و آب بے پہچ نیامختہ
بادہ تو گوئی کہ درواز صفا	ہست معلق بمیانِ ہوا
کرد چو ساقی شہش زیر دست	رفت ز برستِ بزرگانِ شست
دشمنکے یافتہ در خورد خویش	کردہ پیش پیش ہمہ کنست پیش

صفتِ ساقی رعنا کہ کند مستانِ

بیک آمد شد خود ہمیش مست و غلطان

ساقی صوفی کش و مردم فریب	برن بیک غمزہ ز عالمِ تکیب
خمِ جہنم آویختہ جعدِ ترش	یک خم و صد برشکناں بر شر
نرگس نازندہ انوسیم با	نیچے از خواب و در گر نیمہ ناز
گرچہ چشمش شدہ با خواب جفت	لیک گئی فتنہ چشمش نخفت
عکسِ چپاں نرگس مستِ خواب	ہر ہمہ را سرمہ دہد در شراب
خطِ نو آغاز شدہ گردِ دے	خاستہ زو بر تن خورشیدِ موعے

مست رو چوں بسوی می پست	عقل شود شیفه بیچاره مست
هر که بیک جرعه او سر نهد	بیشیش بسیند و برتر دہ
مے دہد و خوں خورد از دل تمام	جرعه باقی نگذارد بحبام
وز نشو دست حریف از شراب	رو بنماید کہ ہیفتہ حشراب
مست درو بیند و او سوے می	اوشده مست از می و مستان رشک
بسکہ ہمہ جور بود و در او	هر کہ بود خوں خورد از جور او
از کف او دور دما دم خوشست	ویشل جور بود ہم خوشست
چوں بد ہد بادہ و گوید کہ نوش	مست بر وز دگر آید ہوش
ساقی ازیں سال حریفان نفز	در شدہ آواز ترخم بمعشر
حامل ازیں مجلس فردوسش	شاہ خوش و بادہ کشان نیز خوش
صفت حریفان زرد و جانب قطا	هر یک از ایشان ملکہ نامدار
جام مے آنرا کہ لب باز خورد	بستد و چوں جرعه زمیں بوس کرد
کرد سوے تخت بحر متنگاہ	خورد بیا و رخ میمون شاہ
بانگ ندیمان قصید سرا	باز رسانیدہ سخن بر سما
روزن ہر گوش پراز بانگ رو	گنبد سر بر ز صدائے سرو
مرد بیک رو ہمہ سائے بدست	ساختہ تا مجلیاں گشتہ مست
زن نہ دگر سوے بریشم زنی	رشتہ جاں ریشہ ہر امنی

صفتِ جنگ کہ بے موت تن کیتا

موتے ساقِ دگرش تا بنیں آویزاں

چنگِ سرافکندہ لہر نہ اڑختہ	موتے بمویش بہر ساختہ
یک شبہ ماہے ز سرانگنختہ	سی شب و سی روز در آسختہ
نیم کمانے دزہش ہست چار	زخمہ پیکانشن بجاں کردہ کا
کشتی کا غد برو بحر ش گدز	کاغذ اوانا شدہ از رود تر
رشتہ کہ در گردنِ خود آورید	گردنِ اورا شدہ جل الورید
شیخ عبا پوش ببنم شراب	پیرے ساختہ بہر شباب
گرچہ چو شوق کشندش بہر	ہم دہد از نالہ عشاق اثر
بسکہ نمادش برگ از نالہ خوں	رگ زرنی خوش نیاید برون
زاوہ بے زخمہ کہ در جاں نہی	لیک شکم تا بہنگہ تہی
پردہ زابریشم و از موطناب	گاہ بریشم گرو گہ موسیاب
صدفنِ بار یک چو مو بافتہ	زاں ہمہ مو چند رسن بافتہ
ہر سر مو زان رسن جاں نشان	ہست ز بار یکو علی نشان
ہست لباسش ز بریشم مقیم	ہم نکشد پائے بروں از گلیم

صفتِ کاسہ باب و بسرش کفچہ دست

کہ در او کاسہ خالی ست نغم چنداواں

کاس رباب از شنبَل نو	برده دل از مردم جاں داده با
نبض بگیرندش و بخورنے	پڑہ بہ بندش و ستورنے
زخمہ تیزش چو تراشیدہ گشت	حلق نہ کاواز خراشیدہ گشت
روس ورق ساختہ مسطر زرد	گرچہ نگنجد بکتا بت سرود
زخمہ زناں گشتہ زہرِ فِاں	خونِ جگر خورده بزخم زباں
او چو زده راہِ حریفان بسے	زخمہ زده در حق او ہر کسے
راہ زدن چوں ہمہ سازش بود	چون زنیش زخمہ نوازش بود
گرچہ کہ دہ جائے گرفتش کنند	خود غلط افتند و راہب گنند
چوں بہ بلندی کشد آواز او	پرن در زہرہ شود ساز او
در کند آوازِ خریں بے خروش	نشود آوازِ خودار ہست گوش
کاسہ تہی و ز نغم ہمیش او	دستِ کساں کفچہ شدہ پیش او
بستہ چو خرچوب بزریں رسن	طرفہ کہ خرگنگ در سن در سخن
خرشود از خوردنِ نشتر دواں	طرفہ کہ خرساکن پوشتر دواں

معنہ تھی کہ معلم مثال طفلِ صفت ساختہ باگو شمال
طفلِ بریشم گروتارِش چار پردہ دوش ساختہ زان چار تا

صفتِ نامے کہ ہر لحظہ زوم دادنِ او

کلمہ طربِ پرباد شود چوں نہاں

نامے دہن بستہ و بسیار گوے	نامے لگوکش بفسوں مار گوے
مارِ سیہ کردہ بسورِ اخ رہ	مارِ یکے بینی و سورِ اخ وہ
مارِ شکر خوارہ و افسوں پذیر	گشت بدستِ گراں پارہ گیر
گاہ بصورت شدہ زنگی سلب	گاہ بمعنی شدہ زنگی طرب
طرفہ سیاہی ز عراق آمدہ	سوختہ در دمنراق آمدہ
نیست دہن تات لگوئی سخن	نیست سخن تات بنندی سخن
سرِ مگند پیش تو گردم زنی	دم ز زند تا سراونش کنی
چوں ہوس آید بسر و درتش	دور کند ہر چہ بود در سرش
مطرب گیر نفس و سحر ساز	سر ز تنش کندہ و پیوستہ باز
گاہ سخن گشتہ سرا سر زباں	بہر تو ابودہ لبالب دہاں
باز کند لب چو زباں آورے	لیک ز بانش بلب دیگرے

کرده بہر دستے از آواز تر زیر ہر انگشت ہزاراں ہنر
خانہ چو بیس میانش ستوں تنگ دلی باد گدازد دروں
مطرب از اں دم کہ دامد بدآ دمبدم اندر سرشس افتاد باد

صفتِ دف کہ در دستِ کساں کو بدپا

صحنِ کز داشتہ و کوبشِ پامیں کپساں

دائرہٴ دف کہ حصارے زچوب صحنِ مے از پنج عروٹک بکوب
زہرہ ز دورشس بسرود آمدہ چنبرش از چسرخ فرود آمدہ
بستہ جلاجل بکمر جا بجائے چوں کمر چسرخ جلاجل نئے
بر زیر دست گرفتہ نشست گہ زیر دست گئے زیر دست
چار زبان و دو زباں درد ہاں نغمہ سخن لیک دوئی در زباں
ہر سخن نغمہ کہ باد دست گفت آں ہمہ در پردہ و در پوش گفت
گشتہ دور و لیک چو بروی خود دستگہ خود ہمہ یک رویہ کرد
رویش ازیں سو و ازاں سوی ہم گفتش ازیں روی و ازاں روی ہم
بر کفِ مطرب ز اصول لطیف گاہ ثقیل آمدہ گاہے خفیف
گہ ز نمی لرزہ کند پوستش کاتش خورشید بود و دشتش

گاہ زخشی چو شود گرم تاب تردهاؤ از نخواستن آب

صفت پرده و آں پرده شناسان تنگ

کہ بہر دست نمایند سزاراں دستان

رود زنانه ہمہ باریک سنج	برده برابریشم باریک رنج
تا بریشم رگ جاں ساخته	جاں زرگ چنگ برانداخته
ایں بصفت مرغ نموده دورنگ	مرغ وے چکل بازش بچنگ
آں شدہ کنجنگ بگاہ نوا	مرغ درآوردہ زروسے ہوا
گاہ ترنم بنوائے کہ خواست	جانب چپ بردہ شد از راہ راست
کہ بجینی طرفے رود زن	پردہ کشا گشتہ بوجہ حسن
گہ ز نوا زن کہ نوازندہ گشت	جان جہانے بنوازندہ گشت
گاہ برآوردہ نوا بوسلیک	دل شدہ چوں دربریشم سلیک
گہ غلط انداز ہنرمند	تنگ شدہ عرصہ نہاؤند را
گاہ بہ نغمات تراندودہ گاہ	یافتہ در عرصہ باخزر راہ
گاہ بہر چنگ چو معشوق تنگ	درزودہ در پردہ عشاق چنگ

۱۵ بوسلیک نام پردہ موسیقی و سلیک بمعنی روندہ ۱۲

۱۳ نام سرود ۱۲

۱۴ در فریب دادن ۱۲

گہ چو دل سوختگانِ منسوق	نامے فغاں کردہ براہِ عراق
گہ ز مخالف کہ نوازندہ ساخت	دوست بگشت ارچہ مخالفِ نواخت
گاہ منسوخ دمِ نائی بکام	دادہ بفرغانہ منسوخ تمام
بر دل عاشق کہ بکشتن سزا ست	راست چو تیر آمدہ تیزی رست
نیزہ زنِ چنگِ تهنِ مثال	رخش دواں کرد بربالِ عزال
بستی بر بطِ مشکل کشاے	جائے کشادہ ز پیستِ پایے
نغمہ چو در زیر و بم آہنگِ بڑ	زیر کشید و بحیثی سپرد
زمرئہ سازگری در عراق	کرده باہنگِ عراق اتفاق
سازگری را ہمہ خواہاں شدہ	نغمہ اوتا بسپاہاں شدہ
عقل مسافر شدہ زین کارگا	تیزی باخز ز کناں قطع راہ
گشتہ ازاں قول کہ قوال رست	گفت گو راست گو نیم راست
زخمہ ز کمانہ ز بم تا بزیر	گشتہ زبے جائے گے در نفیر
پیش چناں منطقِ طیر از قبول	فاختہ در باغِ نسا ز د اصول
بزم چو زیگونہ شد از نامی نوش	وار شغبِ چنگ شد آسودہ گوش
خاست دو مجلس بدوشہ یکسرہ	دور زدہ ہمینہ و میسرہ
ہر دو طرف ساقے برپائے سخت	داد و محو از دست چپ و دست رست
دور قبح چوں بد و سلطان رسید	نور و د و خورشید بکیواں رسید

دور قمر رفت فلک راز سر	کز دو قمر یافت دو دور قمر
در سرشاق ساقی دوران زدو	خواند هنیأ بشرب طهور
هر چه تپتی گشت ز می جام پر	باز نبردند مگر پُر ز دُر
یعنی اگر کس تپتی آید بشاه	دامن پر باز حسد آمد براه
چون اثر بادیه در آمد بمغز	طبع کشتاں شد یغده الیغز

صفت مائده خاص که از خوان بهشت چاشنی داد بهر کام و زبان لذت آں

گرم ترین کار گزارانِ خواں	ماید که دند ز مطبخِ رواں
خوا پنجه آراسته بیش از هزار	بر همه الوانِ نعیم کرده بار
بانگ دارو که ز اختر گزشت	بلک ز نه خوا پنجه صلابت گزشت
گشت علم از خورشید ارجمند	خوا پنجه ازاں ساخت سپایمند
صدق از شیر آب نبات	در مژه همیشه آب حیات
کرد گز بسوی حریفان نخست	کام می آلوده ز جلا شست
شربت بگیر کز آن آب خورد	جان گشته بتواں وصل کرد
از پس آں دور در آمد بخواں	دائرة مهر شده دور ناں
نان تنک صاف بر آن گونه بود	کز تنکی رو بدگر سو نمود

عیسیٰ اگر خوان بکشد در خورست	نان نگوئیم که قرص خورست
زانک بخوان شد عالم شست	نان تنوری ز طب قبه بست
لاجرمش روی چنان ماند زرد	کاک در آن مرتبه روترش کرد
قرص خور گرم ز خوان کرده دو	دید فلک گرمی هر قرص نور
دید یک قرص دوسه ریزه با	ماه بکا هید که خود را بخوان
بره بریاں شرف از قرص خور	یافته سبب سوسه ز تشلیت اثر
بر سر پولاد که منی اُر تر	خواند زبان بره پلوئے بز
طرفه که سی غره بیک سلخ زاد	پلوئے مسلخ اهلای کشاد
چرب تر از دنبک آهوبره	چرب دم دنبه دامن بکیره
هم بجوانی شده دندان لبند	خنده بروں داد سر گوسپند
ده میرفته و دو قرنش لبر	دنبه کوہی کہ بر خوا پنجه بر
مردم ازاں لب گز و گشت مر	صد نعم از هر نمطه دیگ پر
از و لچ و تپو و دراج و چرز	پنجه بے مرغ بر گوشت ز
چاشنیش از طبقات بہشت	صحنک حلوا ہمہ شکر سرشت
راست چو جامہ سفیدی سفید	تنخه صابونی شکر نوید
خوردہ کافور تر و زعفران	دادہ بے طب معبر براں

در تن مرداں مزه ذاتی شده	ناطقه هم روح نباتی شده
بهره خود برد چو کام از خورش	یافت نلذت دل بجاں پرورش
چند سرانی بمیاں ایستاد	وز پئے هر نام ققاع کشاد
جوش تیزش که بجاں باز خورد	صدگره از رشته جباں باز کرد
مایه خواں چون زمیاں خست برد	نوبت تنبول بجلس سپرد

**صفت تنبول که نزد همه خلق
به از آل نیست نباتی بهمه هند و ستا**

بیره تنبول که صد برگ بست	چون گل صد برگ بیامد بست
نادره برگی چو گل بوستا	خوب ترین نعمت هند و ستا
تیز چو گوش فرس تیز خیز	صورت و معنی بصفت هر دو تیز
تیزی از ویافت گوش درگ	داد بهر گوشش ز تیزی خبر
تیزی او آلت قطع حسام	قول نبی رفته علیه السلام
پررگ و دررگ نه نشانی زخول	لیک هم از رگ و دوش خون دل
طرف نباتی که پوشد در دهن	خوش چو حیواں بدر آید ز تن

له در حدیث آمده است ان فی الهند شجرة ورقها کاخن الفرس من اکا امن للانام والبر

یعنی در هند درختی است که برگ آن مثل گوش است هر که آنرا بخورد از جده ابد و برص محفوظ ماند ۱۲

خوردن آں بوی دهن کم کند	سستی دندان همه کم کند
سیر خورد و گرسنه در دم شود	گر سینه را اگر سنگی کم شود
کس نخورد خوردۀ دندان کس	و آنچه توان خورد دهن بست بس
از در تقطیم قناده بماند	صد در تقطیم کثاده بماند
نرخ ریویش زنده خد متگرش	چونۀ و فوغل شده رنگ آورش
طرفه که بایں سه شریکیش پس	مرتبه و نام هموں راست بس
گر چه که آبش نبوی هست بیش	کمنه شود بیش کند آب خویش
گر چه که از آب شود زرد و رو	لیک ز زر دیش بود آبرو
برگ که باشد بد رختاں فلخ	زود شود خشک چو افتد ز شاخ
برگ عجب میں که گسته زبر	وز پس شش ماه بود تازه تر
حرمش از پیشکده و پالگاه	هم بگد محترم و هم بشاه
شاه چو زین تحفه تی کرد لب	باز رواں گشت ریحق طب
رقص برآمد بستم زناں	ز مزمه برخاست و مطرب ناں

صفت نغمه گرهای زناں مطرب

که بسے سخن کند زهره چو گیرند الحان

شد زن مطرب بنوا پروری انجمنی پر زمره دشتری

غمزہ زنانی ہمہ مردم فریب
 چاہِ زنجِ روشن و صافی چو ماہ
 سیبِ زنجِ خالِ زنجِ تخمِ سبب
 روئے ناگشتہ چو آبی بحپاہ
 پردہ بر انداختہ چوں آفتاب
 کردہ بیک غمزہ جلنے خراب
 روئے چو نورِ شید برافروختہ
 جانِ کساں ز آتشِ خود سوختہ
 از رخِ شاں کادہ مقنعِ فرود
 زابر روئے خمِ پشتِ کماںِ ساختہ
 ناوکِ شاں چوں شدہ میزِ کیش
 تیرِ مزہ نیم کش انداختہ
 بستہ بلا در لہمہ در شش بلا
 دیدہ سپر کردہ سیاہی خویش
 رشتہ در بستہ برد از دوسوی
 دادہ بہ بیہوشے عالمِ صلا
 سسی مہِ کروزہ فلندہ بگوش
 چوں قطراتِ عرق از گرد روی
 حلقہ بگوشِ رخِ خود دوشدہ
 سسی مہِ کروزہ فلندہ بگوش
 دیدہ رخِ خود بکفِ دستِ خویش
 خوبی شاں بسکہ یکے صد شدہ
 از کفِ خود آئینہ بنادہ پیش
 موئے میانِ سر شاں فرق جو
 جعد کہ پیچہ سپا در خرام
 برزیں افلندہ چو گیسوئے خویش
 رہنہ رہ خویش ہم از موئے خویش

۱۷ مقنع حکیم بخشی کہ رضعیت خود از چاہِ نخست ماہ بر آوردہ بود ۱۸ بلا در روئے از سمیات

کہ آزار بہ ہندی بھلا وہ گویندہ نام زریوریت کہ زناں بر سر بندہ ۱۹

پرزگل از ساعد شاں آستیں	قامت شاں سرو دلے ریشیں
صوتِ خراشیدہ شاں جاں خراش	یافتہ از نغمہ گلو شاں خراش
ہر نفس از تیزی آواز خویش	سینہ بے خستہ و دل کردہ ریش
گیسوئے مشکیں بزمیں رفتن	قامت شاں بود بپا کو رفتن
در حق ناہمید لکھ ساز دند	رقص کنان چوں بزمیں پا زدند
مجلسیاں ہر ہمہ گیران شاں	از روش جنبشِ دستانِ شاں
مست نہ از مے کہ ز دیدار بود	ہر کہہ در اں شعبدہ ہشیار بود
راہ تکلف سچے دروان کرد	دور چو دوراں خوشی تازہ کرد
داد بروں ہر چہ مزاج وی ست	ہر کس از انجا کہ مزاج می ست
اوسخنِ خویش بروں داد ہم	ایں سخنِ سلک گہ کردہ صنم
چرب زباں گشتہ زمغیر سخن	چرب زباں شادہ شکر دہن
بلک ہی کرد حکایت بدل	رزم بہر حیلہ نمی گشت حل
وقتِ دوشاہ از خوشی وقت خوش	وقتِ خوش خوش منشاں بادہ کش
تار و داز آب گذار اچو برق	گفت ز خاصاں بیکے شاہِ شرق
تختِ زرو تاج ز رو پیل خاص	آورد و پیش کشد ز اختصاص
کرد رواں جہل بفرمان شاہ	رفتہ نشانبدہ باورنگ گاہ
در نفسِ حاضر در گاہ کرد	انچہ گزر بر نفس شاہ کرد

صفت تاج مکلّ که پسر یافت ز شاه آں پسر کز سر کس تاج ستد از خاقان

تاج مکلّ بڈراز هر طرف	یافته ماهی ز رتیا شرف
جفت ندیده دُر ناسفتِ او	مهر و پشانی شه جفت او
گوهرش از شاه شده سر بلند	بلک ز شنه یافته گوهر بلند
فرق نشین شه والا شه	موج گهر بر سر دریا شه
هر دُر و گوهر که براه افکند	خود دهد و بر سر شاه افکند
نیست سرش کو بدوم سر رود	یکسر از آن بر سر شه بر رود
بس که فشانده بر سر شه گهر	رشته گوهر شده هر محله سر
سر شده بر فرق بلند افسران	و آمده بر سر ز همه سواران
او سر شه را گهر آراء کرد	شه بترک بر سرش جای کرد
چون ز سر شاه جهان برگزشت	گرد جهان رفت از دگر گزشت
شاه بدولت بگهر باریش	تخت ستد تاج بر باریش

صفت تخت که همچو فلک ثابت بود
وازشه شرق بخورشید شرف داد مکان

تختِ نگویم کہ سپہر بلند	ہفت سریر از شرفش بہر ہند
بہر سر تا جوراں تکیہ گاہ	تکیہ بدو کردہ سرانِ سپاہ
اوجِ مکاں یافتہ ز امکانِ ملک	چار طرف گرد و ارکانِ ملک
بازوے او دستگاہِ شہریار	مملکت از دستگاہِ پادشہ
پانکند عرش بہ پیش فر از	گر ہمہ تا عرش کند پادراز
ساختہ از چوب و گرفتہ بزر	چوبِ مے یافتہ پالشِ زمر
پاش چار و نمند رے گشت	کرالتِ ہر شاہ شکر پائے گشت
کردہ جہاں را بسکونتِ خدم	ثابتِ مطلق بہ ثباتِ قدم
صد قدم آید جم و خاقاں بہ پیش	او زود یک قدم از بجائے خویش
شستہ مرغ بہ باطنِ زمین	بر سر او شستہ شدہ زانو نشین
پایہ او شاہ بجائے کشید	گوہم از انجائے بجائے رسید
منزلتِ ملک چو جا ہمیش داد	خویشتن از کبر بجائے نہاد
پیش شکوہی کہ شہنشاہ راست	کیست جز از مے کہ نہد پا راست

صفتِ پیل کہ شہ داد بفرزندِ عزیز
کہ شد از جنبش او کوہ چو دریا لرزاں

پیل چو کوسے کہ بود بے سکوں چارستوں زیر کُپے ستوں

واں جل ز زینش بفر و شکوہ
 سود بگردوں سر شکر فستے
 پیچش خرطوم بان کمند
 اژدر آں کوہ شدہ پایچ
 در زمیں آنجا کہ سرفراختہ
 گر بدل غاربو دجاے مار
 در دم اور ابھو ختم فتہ
 بر شدہ بالاد و سوارش بلند
 در تہ پاکوہ زمیں سائے او
 ز اں سپہ انگیز پئے سمناک
 شاہ ز بندی کہ بپائش فلند
 گر مثل پاپے بر آرد ز جانے
 کشتی عجاج ست تو گوئی رواں
 کشتی و در معبر ملکش گزر
 گوش کہ با چشم ہی کر دلاغ
 طرفہ کہ آں مروصہ ز آسیب باد
 سایہ ہی کر دب لائے کوہ
 رنگ شفق زوشدہ شکر فستے
 اژدرے افتادہ ز کوہ بلند
 مار از ویافتہ در غار پیچ
 مار ز سرعت ز پاسبانختہ
 زو بدل مار شدہ جاے غار
 با ذنبش سلسلہ باہم فتہ
 چوں دو پیادہ بہ پس پل بند
 پایہ کوہے بصفقت پاؤاد
 در تہ پائش سپری گشتہ خاک
 مات شدہ صد شدہ ازاں پل بند
 سلسلہ فریاد بر آرد ز پائے
 گشتہ دو گوش زرد و سوباد باں
 لنگر کشتی شدہ صندوق زر
 مروصہ بود بہ پیش چہ رخ
 ہیچ گزند ہی بچہ غش تدا

ز آدمیاں حاصلہ گرد دزین	رے چو در حلقہ بند گاہ کیس
وز بن دندان کنایں کانغز	بر کشد از تارک بدخواہ مغز
خونِ عدو خورده بندان تیز	در صفِ کیں کرده بندان تیز
ز آلِ ترشی کنندی دندان ندید	خشمِ ترش را کہ دندان دید
شیرِ فلک راز دو در هم شکست	گاویز کیں کرد سر دندانِ حبست
گنبد گردند صد ابا زاد	چوں جرس در روش آواز داد
گوشِ فلک نشود الا بلند	و بر بقال بر کشد آوا بلند
ابر بندش لبدم داد بوس	بانگِ بلندش زده بار عد کوس
مست شده کرده جهانی خراب	خورده زخمِ خانه دولت شرب
کرد فراموشِ خود شمای بنگ	از می شبس کہ رخ یافت بنگ
بنگ را کرد و مجلس شتافت	تا ز می مجلسِ شہ مرزده یافت
کال نرسد جز بختِ او ند بخت	الغرض آں پیل و ہاں تاج تخت
رے کرم کرد بد بلند خویش	دید شہنشاہ چو مہیا بہ پیش
بر تر او شستہ بود دم نگاہ	گفت کہ ایں افسو ایں پیل و گاہ
ہدیہ ایں صلحِ ہمین در خورد	تا چو صلحی بمیاں رہ برد
تا دہم از دیدہ چشمِ عزیز	نیست مرا بہتر ازین بسیج چیز
خاص کن اندر نظیرِ نظیر	ہدیہ من جبکہ زمن در پذیر

شاہِ بنظارہ ایں ہر سہیں
 صفتِ لکھنؤی ازاں تختِ تاج
 پیل کے خود چہ تواند ستود
 ہست سہ چیز آنکہ چو آرنڈیش
 بوزنہ و طفلِ سخن گو و پیل
 ہست خود ایں وصف بہرِ ہفت
 کس شہزاد کنایں وصفِ رست
 از پدراں جملہ شہ نیکنام
 ہم بزماں تختِ ہماں گشت
 تاجوراں بر سر آں تختِ زر
 باز دو گنجینہ گرہ کردہ باز
 کرد پدراں بلبند خویش
 لیک و صرت دگر در سرت
 اولم آنست کہ پتر سپید
 دومیش آنست کہ کلاہ سیا
 از پدراں دومرا یادگار
 من بتوانم کہ بجائے سری
 ماند عجب بلکہ ہمہ جن و انس
 داد بزرگرمہ چیں را حسیج
 کس صفت نیز چناں کم شنو
 پیش کشد دل چو بہ بندیش
 دیدہ ام ایں را تجاربِ دلی
 خاص بہ پیلے کہ تو ایں پیل گفت
 من کہ بدیدم بہ ازیش سرت
 گشت پذیرند و میل تمام
 تاج ہماں بر سر سلطان گشت
 ہر دوشستند کمر با کمر
 کہ سخن از رمرت و گاہ راز
 کار زویم جملہ برآمد بہ پیش
 گر لبر آید ز تو ام در خورست
 بر سرم آید ز تو دارم امید
 ہم تو نہی بر سر صاحبِ کلاہ
 زو بتواند تو بمن واسپار
 زیں کلمہ و چپت کہم سروری

از توبه این سکه که گرد دست	لیک چو تخت پدرم جای تست
هم ز پدر یاد و هم از پیر	تا سرم این هر دو بزرگی بسر
سوی سرودیده اشارت نمود	مردمک چشم بزرگان شنود
خاصه شاه است که بر من گذشت	آنچه دل شاه ز من چشم داشت
کاس ببرت بگرم از چشم خویش	نیست دگر آرزویم نیز پیش
حاجت خود را بوقا راه یافت	تا جور آن وعده که از شاه یافت
دولت سرت بگفتش که خیز	مستی دولت بسرش بود نیز
وعده دیدار بفردا فکند	خاست بپا تا جور سر بلند
رجعت خود کرد بمنزل دست	فلک فلک مرتبه را پیش بست
شاه بدولت شرف از خانه یافت	او بشرف خانه دولت شتافت
در شب دولت همه شب تا بروز	نوش همی کرد می دل فروز
روز بداندیش شب تا رباد	روز نوش خوردن می کار باد
عود و سوز طرب ساز بزم	تیغ طفر تو ز سر انداز رزم
حال منش گفت بهنگام جود	این غزل بنده که بتوان شنود

غزل

مست کن عاشقانِ محزون را	مهر بکشای لعل میگو را
اثر این بود منالِ میوں را	رخ نمودی وجان من بردی

دل من کشتہ شد بقای تو باد
چہ توان کرد حکم بچوں را
از درونم نے روی بیرون
در گزشتے درون و بیرون را
نام لیلی بر آید اند نقش
گر بریزند خون مجسوں را
گریہ کردم بخت بد بختادی
لب شکر نشان میگوں را
بیش گشت از لب تو گریہ من
شد ہر چند کم گشت دھوں را
ہر دم الحمد می دم برخت
گر چہ خوانند بر گل افسوں را
گفت خسر و نگیردت ماناک
غایت سلب گشت افسوں را

صفت صبح و کلاہ سیہ و چتر سپید رفتن شبہ پیدر روز و شب نو افشاں

صبح بر آرد چو چتر سپید
بست سیاہی بسپیدی می آید
کالبد چرخ ز زریں کلاہ
دوخت زہ زریں کلاہ سیاہ
کوس سحر کہ فلک آوازہ گشت
دید بہ روز ز سر تازہ گشت
یافت ضیا گنبد آئینہ رنگ
رفت بروں آئینہ چین ز رنگ
تین کشید خست عالم فروز
لشکر شب کرد ہزیمت ز روز
ابر وے مہ تاب سحر چشم داشت
کش فلک از دہمہ بخاہد نکاشت
چشمہ نور شید ز موبجے کراند
ابر وے مہ شستہ شد و دہمہ ماند

شب که سفیدش در آمد بموے	هم نشدش رنگِ سفیدی ز رو
صبح سپیده که دریں قهقه سخت	حقه گلوں بود سپیده برخت
زنگی شب کرده سپیده برو	خنده زناں شد فلک از چارو
صبح چنان زلف تر شب بیت	کآب چکید و نم شب نام یافت
طره شب اچو زخم یافت تر	شانه ز سر داد خرو سحر
مرغ سحر شانه صفت افرش	شانه آواره شده بر سرش
یعنی اگر غصه بیگه زخم	تو هم ازین ازه ببر گردنم
باد صبا پرده شب برگرفت	مرغ سحر غمزه تر در گرفت
دیدہ شب روشنی آفت از کرد	کوری خفاش نطسه باز کرد
خواب که در دیده مردم نشست	شب بیاں کرد و ز مردم بخت
صبح بیکدم که بروں زد بلاغ	کشته شد از بے بے صد چراغ
شمع هم از دوری شب جان نبرد	سوخته شد اول و آنگاه مرد
خلق در آمد بنیاز و دعا	قامت خود کرد و موزن دوتا
دانه در انداخت شب اندر زها	قرص شد آن دانه نا کرده آس
مشعله صبح که شد نور دار	ساخت یکے شعله ز چندین شر
از تفت آن شعله که در تاب شد	سیم کواکب همه سیما شد
بشمع ز بس دم که دما دم گرفت	آتش خورشید بعا لم گرفت

مهر چو یک نیزه ببالا دوید نانش همه کس بسیر نیزه دید
 ناس نتوان گفت که قرص خورشید عیسیٰ الرخوای کشش در خورت

صفت چشمه خورشید بریایے پھر کہ کنڈ پر تو او ماہ سمارا تاباں

روئے زمین کردہ بیک چشمہ پاک	گازر آلود گئی آب و خاک
چشمہ آتش نشینہ ہست کس	چشمہ براں آب ندیدہست کس
چشمہ کہ داد آب فراواں بود	آب خور چشمہ عجب آں بود
در دل دریا چو شود چشمہ غرق	چشمہ ز دریا نتوان کرد فرق
طرفہ کہ آں چشمہ بدریایے نور	روشن و صافی بنماید ز دور
طفل کن سال و لعابش دواں	دایہ او چرخ و لے مہرباں
قرطہ زرد و شش کہ ز خربانہ	جبہ مسکین ہم ازاں یافتہ
باہمہ چوں سایہ شدہ ہم نشست	یکتن و ہر جا کہ بخویش ہست
گرچہ گنج ز فلک تاثرے	لیک گنج بدنگان درے
نورش از آفاق بروں بر رو	لیک بیک رخنہ دروں بر رو
عالم نوراوشدہ روزن درو	بلک بسوراخہ سوزن درو

آہوے پویندہ بالا وزیر
 مشرق و مغرب ہمہ کروز گشت
 شاہ ہما نگیسر بشیر تینہ
 لشکر انجسم ہمہ چرخ کبود
 لشکرش از حد شمرن برول
 ماہ ہم ازوے علم افراشته
 گرم شود بر ہمہ بے ہیچ کین
 بنید اگر تیز کبہ اندرون
 گر نظر گرمی و تیزی دروست
 گرچہ کند تیزی و گرمی بے
 سینہ شام از شفقش خوں شد
 مشرقیش قبلہ خود کردہ نام
 سجدہ کنان ہند و ازاں گشت
 نور بصرت مبسنی ازو
 بے رخ خورشید بود تیر فغان
 نور بحشم ہمہ ازوے پدید
 خانہ خود ساختہ در کام شیر
 یک مٹ یک برج نیار دگر گشت
 چتر سیاہ شب ازو در گریز
 او بکشد خنجر و گوی بنود
 لیک بگنجیدہ بر وزن دروں
 غیبتش آن گاہ نگہ داشتہ
 پس ز حیا در رود اندر زمیں
 زہرہ کوہ آب شود بلکہ خوں
 ریختن آب خودش آرزوست
 تیز درو دیدنیار و کسے
 شب بمیاں کردہ و بیرون شد
 سجدہ او جانب مغرب بنام
 رے بدو کردہ سیر رے گشت
 چشمہ ہمہ تیرہ بود بے ازو
 شب کہ کند چرخ فزین پُر چرخ
 کوری خفاش کہ اورا ندید

شمع و چراغ کب بود شب فرو
 کشته شود گر برون آید بروز
 الغرض آن بیک گردون گز
 رفت چو پرخ یک آماج وار
 زان علمے تا بفلک خاسته
 کو کبہ روز شد آراسته
 شاه که تا صبح بیدار صبح
 صبح برو فاتحه خواں از فتوح
 بود خوش از خوردن آن آب خوش
 کرد زمستی نفسے خواب خوش
 چون ز سرش رفت خماری که دست
 بار بسیار است بننگام چاشت
 فرش کشادند بساط فلک سال
 گفت بفرزانه که در خورد شاه
 حجاب درگاه زایوان بار
 بسته شد کرد برایشان درست
 تاج و رآن چتر و کلاه سیاه
 برد و فرستاده بحکم شے
 شاه شد از دیدن آن سخت شام
 داد بارنده آن هر و چیز
 خواست بے عذر ز پیوند خویش
 هدیه بے بهر خداوند تاج
 مرد رسانده خوش و شاد ماں
 آمد ز آنجا بخوشی در زمان

پیش جہاں دار شد و ہدیہ برد
 جملہ بگنجینہ خزان سپرد
 عذر زبانش کہ درگوش بود
 خواند بگوش شد آفاق زود
 شہ ز خوشی رے چو گلزار کرد
 عزم می و بزم بگلزار کرد
 بزم نشین ساغر زرم کشید
 بدرہ دینار بسر محو کشید
 بر سر ہر مست زربے کراں
 مست شدہ ہنیمہ دسر گراں
 مجلس شہ راہمہ مجلس نشین
 مست پناں بود و گراں چہرین
 شاہ گراں سرزمی خوش اثر
 با و مبادش گراںی بسر
 دست سبک زخمہ مطرب بود
 خود گراں سر بنولے سرود
 مجلس اوزیں غم گشت مست
 مت گراں سر شدہ ہر کشت

غزل

آفت زہد و توبہ شد ترکِ شرابِ غارِ من
 یار گراست کے بود توبہ و زہد یارِ من
 بادہ ہجر جو رده ام ریخِ خارِ در سرست
 جز بجلالت لبش نشکند این خارِ من
 بود قرارِ صلے گر بواہست دولتی
 ورز قرار بگذرنے من و نے قرارِ من
 ای چوتھے نخواستہ پہلوے من و نشین
 تابشند از دروں تیش انتظارِ من
 رغبت اگر بے کنی ساتی خونِ خود دشوم
 مطرب را نیگان تو نالہ زیر و زارِ من
 بے تو چشم چار شد خاکِ در تو سرمہ ام
 سرمہ گراز تو ناید م خاکِ بہر چہارِ من
 چوں تو سوار بگذری دیدہ گہ فشاں کنم
 خواہ قبول خواہ رو نیست خنسِ نارِ من

بس کہ پراز غبار شد دل ز تو گرنفس زخم
 دولت روزگار من آه و فغان روز و شب
 خاک برویم افکند ای دل پر غبار من
 دولت اگر چنین بود و لای روزگار من
 رنجہ مشو بکشتنم زانکہ برخصت غمت
 فتنہ تمام می کند محنت نیم کار من
 لاغ نمکن کہ خستہ و ادا من خود ز من کش
 چونکہ ز دست من بشد دامن اختیار من

شب دیگر ز پے عیش ملاقاتِ دوشاه وزیرِ درادنِ پند و زپسر گوشنِ بران

مجلسِ خبسم چو بیار است شب
 کشتی مه برد ثریا به لب
 خاست ز گردابِ فلک موج و
 ماه ز در کشتی خود کرد پر
 شاهِ جهان باز بآئینِ دوش
 کرد فلک ز فرمِ نای و شوش
 تخت خود و آرایشِ دوشینه داشت
 پای شرف بر سرِ مخیمه داشت
 از منط مجلس و می آنچه بود
 بشیر آراسته شد ز آنچه بود
 شست صراحی بدوزان و به پیش
 دختر ز شاند بز انوس خولش
 آئینه می چو بز انوس داد
 بر سر زانوش و آئینه زاد
 آتش مه گر چه جهان بر فروخت
 پنیہ قرابہ ز آتش نسخت
 گر چه پیالہ نفسِ ارمید
 خاست چو قم قم ز صراحی شنید
 جام زمانے به نشستن شتافت
 ہم ز دم تہمتہ نشستن نیافت

چنگِ سرافکنده سرفراز شد	گردش ساقی ز سر آغاز شد
هفت و نیر زهره بهم شکست	بانگِ مزامیر بنیده پرده جست
گوش ز آوازه پر آوازه گشت	چون نفس چند زمی تازه گشت
خاست همه قرعه اول ببال	باز نمود اخته فرخ جمال
کشتی اقبال در آمد بموج	بیج ز دریای کرم شد باوج
تارکِ خود در محسّل نازداد	تا جو رشرق شرف باز داد
آمد و آورد وثیقت بجای	در کفِ دولت و عونِ خدای
وعدۀ دوشین بوفار است کرد	بادۀ نوشین بصفا خواست کرد
در خطِ شان نقش سپید و سیاه	هر دو شستند چو خورشید ماه
تا دوز بر دست شدش زیر دست	جام زبردست و سلطانِ شست
فرصت دیدار نمیش از ازل	گر چه که بد فرصت می پیش از ازل
تا نزد عقل فراست شناس	بادۀ بخوردند مگر بر قیاس
بلک که دیدن دیدار بود	کان نه که عشرت می خوار بود
لذتِ صحبت بغنیت گزشت	هر نفس کان بهزیمت گزشت
ویده می رخت گلانی بجام	هر می گلگون که همی شد بجام
گریه شاشت دهاں از گلاب	گر چه لب آلوده شدند از شراب
پرده شدش گریه به پیش نظر	گاه پدر دید بر دوسے پسر

گاہ پسر در پدر خویش دید
 مہر خود از حسرتِ او پیش دید
 گاہ پدر تنگ بر در گرفت
 افسرش از گریہ بگوہر گرفت
 گاہ پسر دست پدر بوسہ داد
 خاتمِ حجم را بکفِ حجم داد
 گاہ پدر پیشِ پسر داشت مہر
 گفت کہ خوش باد حیاتِ بود
 گاہ پسر پیشِ پدر برد جام
 گفت کہ باد آبِ حیاتِ بکام
 گاہ پدر گفت بدرِ فراق
 کہ تو چگونہ شوم لے دیدہ طاق
 گاہ پسر گفت دلم چوں بود
 کہ نظرم نقشِ تو بیروں بود
 گاہ پدر خواست کہ از وقتِ خوش
 دیدہ کس پیشِ پسر پیشکش
 کہ پسر از ذوق چنان گشت مست
 کش بزمِ رختِ پیالہ ز دست
 زبں منط از ہر دو سخن میگذاشت
 چوں بسج رفت بسے داوے
 آرزوے دل بدہن میگذاشت
 چوں پدرالِ رُفے بد بلند کرد
 دور در آمد بہ نصیحتِ گرے
 چوں پدرالِ رُفے بد بلند کرد
 کا یزدت از حادثہ دار و نگاہ
 پند پدر رہبر فرزند کرد
 داد بخشش بدعائے پناہ
 کا یزدت از حادثہ دار و نگاہ
 رخت بس آنگاہ بہ تمام
 داروے تلخ نصیحتِ بکام
 کاسے پسر از ملکِ جوانی مناز
 نازد و کن کہ ندارد و نیاز
 کار تمامی چو از و شد بکام
 کار بخشندویِ او کن تمام
 گر چہ سیاست ز تو شد دستیاب
 دستِ ضعیفاں سیاستِ متاب

خشم بہ جرم میا ورکس	ز آتش سوزندہ گمدا رخس
چوں بگنہ معترف آید کے	عفو نکو تر زیاست بے
وانکہ بشمشیر سیاست سزاست	ہم بتائل بتواں عذر خواست
در حق آن کش بر خود داشته	دیر خصومت شوز وداشته
وانکہ سزاوار خصومت بود	حکم تو برے بحکومت بود
ہر کہ زند در رہ اخلاص گام	کار برد کن بعنایت تمام
وانکہ بر آرد بخلافت سرے	سرزنش پیش کہ گیر دبرے
خورد میں دشمن بد زہرہ را	آب دہ از زہرہ او دہرہ را
دشمن خود خوردن بید شمر د	در تہ دندان چہ کند سنگ خود
گر چہ جہاں جملہ ہوا خواہست	ہم بکن آن خار کہ در راہست
ہر کہ بود نقش دلی در سرش	سر کہ کیے شد دو کن از خجروش
دشمن اگر دوست نماید بیہوش	فرق کن از دشمن خود تا بدوست
جاے مدہ دشمن کیں تو ز را	گوش مکن گفت بد آموز را
روئے بیکبار بتاب از دور و	گو بوداں قبلہ کہ بینی دوسوے
خاص کن آنرا کہ خرد ہست بیش	راہ مدہ بے خرداں ایہ پیش
محرم سر ساز خرد پیشہ را	مصلحت آموز کن اندیش را

گر پدلت هست فرہست شناس
 گفت کساں نیز ہی دار پاس
 راز گم پوش کسے از نخست
 تماش نہ مینی بوشیقت درست
 باشد اگر سوے مہمیت روے
 رخصت تدبیر شناساں بجوے
 گر شود خصم بتدبیر رام
 تیغ نشاید کہ کشتی از نیام
 حق چو ترا جاکے بزرگاں سپرد
 خوشنت خرد بباید شمر د
 درنگرے دید کہ ایں جای کیت
 دیدہ دریں اہ زمین سا کیت
 چوں تو دریں پایہ شدی دستیاب
 پایہ نگہ دار مشومست خواب
 کار جہاں جملہ چنای کن کہ است
 گر بہ از اں نیست ہماں کن کہ است
 جد چو ترا داد کم ہمیش خویش
 بیش کن آہنا کہ زیر داں بود
 چشم رعایت زر رعیت گیر
 شاخ دہختے کہ بود سایہ دار
 چوں تو شدی سایہ یزدان پاک
 عدل کہ سرمایہ شایاں بود
 چوں تو در ایں مرتبہ داری نشست
 عدل بود مایہ امن و اماں
 ملک سلیمان چو گرفتہ فراز
 از پر موریت بہر سندان باز
 سود بدست آر کہ سرمایہ بہت
 بیش کن ایں مایہ زمان تا زمان
 از پر موریت بہر سندان باز

د ادا گرمی کن کہ ز تاثیر داد	بس در دولت کہ تو آنے کناد
ہر چہ رسد بر تو ز کار کساں	از سر انصاف با خر ساس
سایہٴ ظلمت ز مظالم بخش	غصہٴ مظلوم ز ظالم بخش
تا بزمان تو کہ بادا بے	نشو و آوازِ ظلم کے
ملک چو از نام تو شد برہ مند	کوش کہ آن نام بساند بلند
دولت دنیا چو مسلم تر است	جانب دین کوش کہ آن ہم تر است
دولت جاوید نہ ہر دہست کس	نام نکو دولت جاوید بس
ہر نفس از عمر غنیمت شمار	یاد کن از ملک و ران دیار
کا دل شاں چسبج ببالا کشد	آخر شاں خاک بجب راکشید
قصہٴ ضحاک ہمیدوں بخواں	نامہٴ جمشید و فریدوں بخواں
نیک بدارد قمر ایشان بجوے	نیک بخاطر کن و بدرالشوے
فعل نکو چیست ز بد خواستن	نقش کن از راستی آرستن
پیشہ نگوی کن و از بد تبرس	از بد کس نے ز بد خود تبرس
چشم بہ نیکی نہ وایں پیش کن	تا نرسد چشم بد اندیشہ کن
در ہمہ تدبیر نکو کار باش	از بد و از نیک خبر دار باش
بد کنی اول بلامت کشد	و آخر از اس سر بہ ہد مت کشد
خود ز مکافات و جزا ہرزہاں	ہر چہ کنی باز بسیابی ہماں

ہرچہ کہنی باز نشانت دہند
 ہرچہ وہی باز ہسنت دہند
 بر سر ہر کس کہ ترا دست ہست
 دست کش از سر ہر زیر دست
 نیست خیرت اگر امرو ز خاست
 وعدہ بفردا مغلن کیں خطاست
 در عمل خیر تو قف مکن
 چوں تو نہ محتاج کسی در نعم
 کم مکن احساں دہش آو بجایے
 یافتی از کشت ازل خوشہ
 دولت خود بین و مشونا پاس
 نعمت تو گرچہ نہ اردنشا
 گنج خرد خاص تو گشت از صفا
 گرچہ جہاں داری و شاہیت
 باش دریں پردہ با فکندگی
 بندہ شو و عاقبت اندیش باش
 معرفت بندگی خویش باش
 ترس خداوند جہاں کن بدل
 کا چناں کن کہ ہنگام کار
 کم کن از آغاز پریشانیت
 کا و رد انجام پشیمانیت
 گرچہ ز بیم تو کس از کن مکن ق
 با تو نیار د کہ بگوید سخن

لیک ترا نیز بہر کار ہست	آئینہ روشن فکر ت بہت
ہر چہ مصوّر شود در خیال	نیک بکن بد بکن اینک حال
خود نقد در رفتت کار سخت	فضل ز حق جو غایت نرجت
چوں بو غاہد کنی در جہاد	باش گراں جنبش و دیر پست
گر بودت در دل مشکل کشاے	مشکلے از ملک طلب کن زراے
و ر بدل از راے بود مشکلے	خواہ کلید از دل صاحب دلے
باز طلب صحبت مردان پاک	صحبت آلودہ را کن بجاک
مست مشو چوں لب آری تیرا	در چہ شوی مست مشو مست خوا
ہوش بران نہ کہ شے ہو شیار	تا ت بغفلت نرود روزگار
غفلت شاہ است زیان ہمہ	خواب شبانست بلاے مہ
شاہ بود از پئے پاس حباں	خواب نشاید کہ کند پاسباں
می بخور امانہ ز اندان ہمیش	تا نشوے بے خبر از کار خویش
کم خور از انساں کہ شوی مست ازو	ناشدہ از دست بکش بہت ازو
کار جہاں جملہ ترا کردنی ست	خود غم ایں کار ترا خوردنی ست
چوں تو خوری بادہ کافر بے	پس غم گیتی کہ خورد تو بگوے
مست کہ از خود خبرش کم بود	کز خبرش از ہمہ عالم بود
گر چہ کمیت بخوشی رہ بہرست	ہر چہ غنا باز کشتی خوشترست

گرچه که درمی کرم سجد است آں کرم از می شمرند ایست
 باده حلاوت نبود چون مدام هر چه مدام است چه باشد حرام
 پیشه تقویت پندیده فر از همه دوزشاه پندیده تر
 چون همه کس خدمت سلطان کنند هر چه ز سلطان نگرند آن کنند
 عشرت و ایم شه تسلیم را ره بضلالت برد اسلیم را
 کوشش پوشیده کن اندر شراب تالش در کن شریعت خراب
 شاه بریں گونه بفرزند خویش داد بے زاد نو از پند خویش
 کرد زمانی بچنین گفت و گوئے کن مکنی را بخر حُبّت و جوئے
 تا دل شب نزد جگر گوشه بُوَد دانه اشکش بتره خوش بود
 نیم شبان غم سوئے خانه کرد دامن ازال خوشه پُر از دانه کرد
 گفت که فردا بود اعست سَے آیم ویس شرط بیارم بجای سَے
 کرد رواں کشتی دولت ثناب رفت بدولت بگزارا کو آب
 شاه چو زان دولت فیرونخت فرخ و فیروز برآمد به تخت
 گریه قرا به بیابانگ بلند قنقنه در حلق صراحی مکنند
 آب رواں کرد بجوئے نشاط خاک شد از جرعه معتبر باط
 بزم شیش گرچه که فردوس بود وعده فرداش قیامت نمود
 بسکه بدش از غم دوری خار باده همی خورد نمی کرد کار

گرچہ خوشی در دلِ شب پیش کرد
لیک ز فردا بدل اندیش کرد
تلخ توان شربتِ دوری چشید
در جسد ای که تواند کشید
دشمن باشد فلک از مغروریت
زانکہ بیک جا نخواهد دوست
الغرض از مے چو سرش گرم گشت
زانچہ دلش بر قدے ز گرم گشت
رفت ز مجلس لبوے خواب گاہ
شد تی از بادہ کشان نرم شا
جفت بہ بیداری بختِ جوان
دولت بیدار شدش پاسباں
خواگش باد ببالائے تخت
ہیچکے خفتہ مبادش بخت
مطرب خوش نغمہ باو از نغز
زیں غزلش داد طراوتِ بغز

غزل

آرام جانم میر و دجانِ اصبوی چوں بود
آنگنِ شناسد حالِ من کہ همچو من درخوں بود
بر بست چوں جوزا کمر آورد در جوزا قمر
یعنی کہ ایں عزمِ سفر و طالعِ میوں بود
گویند حالِ دلِ ننان گویش مگر ناید عیاں
ایں کہسی گفتن توان کہ از دلم بیرون بود
برخم مبادا بر تنی چوں من مبادا دشمنی
من دانم و همچوں منے کا ندوہ دوری چوں
زیں در کہ از چشمِ افکنم برگشت حبیبِ دانم
چوں ریمانے شتم کا ندوہ در مکنوں بود
بند و غلج جویم ہے زیں تار مئے درخمے
خود عاشقانِ اہر مے سودے گوناگون بود
زلفش کہ در جانم گزد چوں مار پھناغم گزد
مے کے مشکبو آئیں کہ دیدہ موبو
داند کہ ز بخیر از چہ رود گردنِ مجنوں بُد

وہ کاں شکروش ناگمانیں دیدہ ترشد نہا از خسر و آموز و قضاں فرہا داگر اکنوں بود

دو دواع دو گرامی کہ پدر را دیشک

مردم دیدہ ہمیرفت ز چشم گریاں

شب چو دواع مہ و سیارہ کرد	صبح دم از مہرتب پارہ کرد
کرد کنارہ شفق از خون خویش	چشمہ خورشید شد از دیدہ پیش
قلب و سلطان زد و سو کوچ کرد	بست و پل روتے دوا آب از دگود
کو کبہ شرق سے شرق تافت	لشکر مغرب سے مغرب شتافت
سرور مشرق بود اے پسر	گریہ کنان کرد ز دریا گزر
دیں طرف اقبال مغری بہ پیش	گشت شتابندہ بیعاد خویش
خاص شد از بہر دواع و دوشاہ	چو ترہ بایستہ آرام گاہ
ہر دو دران بقعہ مہیاستند	چوں مہ و خورشید یکجا شدند
محرم خلوت شدہ ہر دو بہم	ز حمت غیرے ز میاں گشتہ کم
خلوت از اں گو نہ کہ محرم نہو	ہیکس از خلوتیاں ہم نہو
آنچہ بد از صلت ملک راز	یک بد گر ہر دو منو دند باز
کاں چمن از خارتی کردنی ست	واں گل ز نگین بخت آوردنی ست
در حق ایں شو بکرم رہ منوں	واں دگرے را بزین ریزخوں

دو میند از فلاں راز پیش
 خاص مکن آن دگرے رانجوش
 ہر چہ کہ ایس گفت بدان راز پیش
 جلے مدہ گفتہ اور ابگوش
 سرورِ مشرق چو از یلِ سل و در
 گوشِ جگر گوشہ خود کرد پر
 آن ہمہ گفتارِ پدرِ کعباد
 دل نتواں گفت کہ در جان نباد
 از پسِ ایں ہر دو سپا خاستند
 عذرِ بد و نیک ہی خواستند
 خستہ پدر از دل پر خون و ریش
 دست در آورد بدلِ بندِ خویش
 نالہ بر آورد کہ اے جانِ من
 جاں نہ ازاں دگرے زانِ من
 بے تو زیم گر چہ کہ در خونِ زیم
 لیک چو جاں میر و دم چو نیم
 چوں بخصومتِ جگرِ من خون شود
 حالِ دلم چوں تو شدی چوں شود
 دیدہ بماند چو ز روے تو دور
 سوے کہ بنیم کہ بماند صبور
 چوں تہ شدی دل ز کہ جوید ترا
 ویں بکہ گویم کہ بگوید ترا
 سوخت از یں غمِ دل بے حاکم
 وہ کہ کسوزد دلِ تو بردم
 ہجر تو آمد کہ ز خویشم برد
 بے خبرم بہر تو شب تا بروز
 غم بہ کیں ست کہ خاکم کند
 سوختہ شد جانِ غم اندوختہ
 کاش نہوے دوسہ روزِ وصل
 تا نشدی دیدہ اسیرِ خیال
 تا چہ شود حالِ من سوختہ
 تاناشدی دیدہ اسیرِ خیال

اے ز تو درویدہ تاریک نور
 جانِ عزیزِی بجدانی مکوش
 صبرِ مفرما کہ صبوریم نیست
 گرچه ترا ہم کشتے در دل ست
 خویش تو ام ورتو نہ خویش من
 با تو ام ابر بخود و گر با خودم
 بر سرِ راہی و منم خاکِ راہ
 چند کنی از پئے رفتنِ شباب
 با تو اگر ہم ہیم مشکل ست
 بہر نشانِ تو سر شکم ز در
 گر تو بگوئی بسرت ریزش
 تا چو بد امانِ تو افتد ز سر
 خامہ من زیں پس و تحریر درد
 حالِ من از نامہ فرو خواں چو آب
 گرچہ تو خوردی و فراموش کار
 و رہ نیاری بدلم سال و ماہ
 بیلِ خود مرا ۱۲

مردے کن مشوا ز دیدہ دور
 چند بود جانِ عزیزم بجوش
 دور ز تو طاقتِ دو نیم نیست
 آنچه کہ من میکشتم آن مشکل ست
 مر حمتے بر من بے خویشتن
 بے خودیم ہیں دبیر با خودم
 برگذر، عجب صبا برگیاہ
 یکدمے از سونٹکاں رومتاب
 اشکِ منت ہمہ صد منزل ست
 آستن و دامن من کرد پُر
 با گسرتاج در آمیزش
 یاد ہد از آبِ دو چشم پر
 و اشک رواں پیکِ سیاباں نور
 باز نویس اربتوانی جواب
 تات قرامش نشوم ہوش دار
 جانِ تو کہ دل نشوی ہیچ گاہ

گشت رواں چشم من خستہ وائے
 دل نہ ہمانا کہ بساند بجائے
 آہ کہ صبر از دل و تن میسُر
 خون من از دیدہ من میسُر
 تشنہ اگر نیت سپہم بخول
 چوں کشت را آخر جگر م را بروں
 یا خود از نیساں شغبے مے نمود
 روز بخت پیش چو شبے مے نمود
 دیدہ پر خون و دل نا صبور
 چشم من شد ز جگر گوشہ دور
 چو شغب نالہ ز غایت گزشت
 گریہ وزاری ز نہایت گزشت
 یک نفسے زان منظر از ہوش رفت
 کش سر فرزند ز آغوش رفت
 وائے خلف پاک ہم از در و دل
 خاک رہ از گریہ ہی کر دگل
 بستہ دل و جاں بوقایے پدر
 دیدہ ہی سود بیایے پدر
 وز مرثہ در پای شہر جہند
 ریختینایے گہ مے فلکند
 اشک فشانان بدل دردناک
 مردک دیدہ فقادہ بچناک
 سر جوایں بے خبر بے برگرفت
 دُ ز خود از خاک با فسر گرفت
 باز با غوش خود شس کرد جا
 گاہ سرشن بوسہ زد و گاہ پائے
 ہر دو بجاں شیفتہ یکدگر
 دوختہ بودند نظر بالظر
 روئے ہم کردہ چنیں تا بدیر
 ہیچ نگشتند ز دیدار سیر
 نقش و دواع ارچہ بہ جاں میگذشت
 لیک اندازہ زباں می نگشت

عاقبت الامر در آن تفتاق
 هر دو رخ از خون شد غمابنگ
 چوں که ندیدند گزیر از فراق
 یک دگر آغوش گرفتند تنگ
 دیدہ و آن از قرہ طوفان کشاد
 کشتی خود را نہ بطوفان خویش
 رفت پدر پے بہ کشتی نہاد
 گریہ کنان بادل بریان خویش
 شہ شہ فریں سو پسر در دمنہ
 گریہ ہی کرد زمانے وراز
 راند ہی از قرہ سیلابِ خوں
 دید چو خالی محل از شاہِ خویش
 رے ز شرق اختر عالم فروز
 رفت بہ شکر در خرگاہ بہت
 غلوتیاں ہر ہمہ گشتند دُور
 جامہ بفریاد و فغان می درید
 گشت دل تنگ ز غم شاخ شاخ
 کرد چو ابنو ہی غم در ہمیش
 ساتی از اں بادہ کہ با خویش داشت
 شاہ از اں مگو کہ بلب در کشید
 خواہست شرابے کہ بشوید غمش
 پیشتر کہ شد قہے پیش داشت
 جرہ آں راز قرہ بر کشید

گفت بمطرب کہ دے بے رنگ ساز کند صوتِ جدائی بچنگ
 رشتِ معنی و براہِ عراق کرد روانِ فرماے فراق
 دستِ زبانش چو در آمد بکا زیں غزل از دست بشد شہیرا

غزل

سختِ شوارست تنہا ماندن از دل از خویش ماکہ گویم حالِ تنہا ماندنِ شوارِ خویش
 لطف کن اے دوست از شمشیرِ ہجرانم کش من کہ وصلم چند کہ پروردہ در زہارِ خویش
 مردہ را حسرتِ مردن نیست ہست از بہر آنکہ باز مے گیرند زو ہم صحبتاں دیدارِ خویش
 بہر کہ روزے ناو کے خور دست او اند کہ نیست دردِ مجروحے کہ نالہ از دل افکارِ خویش
 کیست کہ ز بیاری غم اندکی باز مِ خرد کاندک اندک می بسوزم از غمِ بسیارِ خویش
 راز باد یوار ہم گفتن نمی آرم از آنکہ گوشہ امی بنیم از ہر سو پس دیوارِ خویش
 گفتہ کہ کہ خواہم کرد کارت را بہر کارِ من کردی و کردی عاقبت آن کارِ خویش
 نا امیدم ترک گیریم دے دوست تا چو نو میدان بگریم بر غمِ تیرِ خویش
 خسروا پہلے من شیش ساعتے دل دہ مرا زانکہ دل می افتد از گریہ ہائے زارِ خویش

صفتِ موسمِ بارانِ برہ رفتنِ شاہ

جانبِ شہر شدنِ از لبِ کھمکھ بکراں

کرد چورہ در سر طاق آفتاب چشمہ خورشید فرو شد باب

ابر پرده بالا کشید	ابر پرده بالا کشید
آب فرو ریخت بکار زمین	آب فرو ریخت بکار زمین
سیل غماں بس که به تنگی گزشت	سیل غماں بس که به تنگی گزشت
چوں دہلِ رعده شد از آب برق	چوں دہلِ رعده شد از آب برق
گرم چنان شد که چو آواز داد	گرم چنان شد که چو آواز داد
توس قریح گشت کمان و ارکوز	توس قریح گشت کمان و ارکوز
تاب کشید آتش بر قش چنان	تاب کشید آتش بر قش چنان
جوی که شد مست خوش و آبدار	جوی که شد مست خوش و آبدار
صفوتِ آب را تو ندانی محال	صفوتِ آب را تو ندانی محال
تندی سیلاب بالاے کوه	تندی سیلاب بالاے کوه
ماند همه وقت خط سبزه تر	ماند همه وقت خط سبزه تر
هر دمنے یک گل و صد آبجو	هر دمنے یک گل و صد آبجو
برق به تیشمیر در آرد تاب	برق به تیشمیر در آرد تاب
برق بهر سوے بتابے دگر	برق بهر سوے بتابے دگر
پرده نشین گشت فلک سوسو	پرده نشین گشت فلک سوسو
جوے که شد برهنه تیشش	جوے که شد برهنه تیشش

له تزد رختی ست که بر زمین اسپ و کمان چنید بر گشت سرخ باشد ۱۶ له جامه غوکی کا جو که بر آب باشد ۱۷

خاک بے آبی اماں یافته چشمه زجے آب رواں یافته
 قطره در آورد زباں را فراز آب شده از دُرِ او حلقه ساز
 چون زمین از آب شده سیم ناب بادگره بر زده بر سیم آب
 جے رسیدہ بہ بلندی زریں ہم بتواضع بہ نشیبش میل
 ز روزستی بہ فغاں آمن دورِ ^{۱۱} خرابی بکراں آمن
 ماندہ بہر شہ عمارت در آب ^{۱۲} محکراں را شدہ خانہ خراب
 چرخِ نگوں طشت شدہ میل بار طشتِ نگوں آب نہ گیرد قرا
 ابر ہوا خواہ گلستاں شدہ آب کش مجلسِ ستاں شدہ
 باغ کہ از سبزہ شد آراستہ ابر سیہ را ہوا خواستہ
 برگِ درختانِ تر از شاخسار ہر ہمہ دُور بار و دور آورده بار
 ابر شدہ کوہِ بلند از شکوہ برق شدہ بر سرِ او تیغِ کوہ
 پر شدہ قرا بہ چرخ از گلاب پنبہ نہادہ بد ہانشِ سحاب
 حوضِ مدور کہ شدش آب پیش آب کشاں گرد بگردابِ نوش
 جفتِ زمین را ہمہ بشکافتہ گاہِ زمین جفت بے پست
 بزرگراں در گلِ لغزاں آسیدہ تکیہ شاں بر کرمِ دستگیر
 دانہ کہ سر تیز چو سوزن کیشد ^{۱۳} سوزنِ او آبلہ روشن کیشد
 شالی سر سبز نہ انم کہ چسیت کبابِ گزشت از سر و انگاہِ بیت

سینہ کجنگ کے شامِ نو
 خاک یکے بیضہ طوطی شمار
 پرنسہ از آبِ علف جو بچو
 بچہ طوطی ست کہ شد سیخ پر
 بھڑ بھڑا شدہ چون نوحط
 نزالہ زناں بر سرِ کمرِ غ سنگ
 غوطہ مرغابیِ رغنا جوے
 نولِ حوصلہ شدہ مقراض پر
 جھنک سرخابِ حکمِ خدا
 جرعه کہ طاؤس ز بارانِ بخورد
 یافتہ دراج خوشی در ہوا
 سرخ شدہ آبِ سرخابگاں
 مرغ بے ساختہ در آبِ جا
 لرزہ کناں آبِ نرمی چون خرز
 ز آبِ میں شوعے بہر شاخِ بید
 میوہ ایں فصل رسیدہ بشاخ
 خوشہ انگورِ بدای چاہلی
 پرنسہ از آبِ علف جو بچو
 بچہ طوطی ست کہ شد سیخ پر
 ملک جہاں گشتہ بکامِ بھال
 با سرِ کل خوش بود از سنگِ جنگ
 از سرِ طوفاں شدہ پایاب جو
 جامہ او فقرہ و مقراض زر
 روز یکجا و شب ز ہم جدا
 ہم بسر و آمد و ہم جلوہ کرد
 شیر و شکر داد برون از نوا
 شستہ بخون ناخنِ قضا بگاں
 بر سرِ آن فقرہ شدہ فقرہ پاک
 مرغابِ کز پیش بپا کردہ کز
 زخاں شدہ قمری جامہ سپید
 گرد چمنِ طعمہ مرغابِ فراخ
 آبلہ بر پاشدہ از نازکی

دانه او کرد طراوت درو گرد شده جمله طراوت درو
 خسته شده سینه خرماز خار خنده همی کرد به پرده انار
 موزیک برگ پوشید شاخ برگ از و گشته بیتاں فراخ
 گرچه که باخورد زرد پهلوی صلح همی کرد و بشفتا لوی
 نفرک خوش لغز کن بوتان لغز ترس میوه هندوتان
 طفل که همیشه اود شد نبات خضر و شبنم شسته بر آب حیات
 میوه بباغ ارزیکمی ده بود پنجه شود خور و نش آنگه بود
 میوه نفرک هم از آغاز بر تاج انجام سزاوار خور
 سایه او بر دم از آفتاب مایه متان زبرای شراب
 آب و اگشته بهر سایه یافته از میوه زمین مایه
 نفرک پنجه بچکیده زبر گشته نبات زمین از شیره تر
 گاه تماشاے جواناں باغ زیر درختان شده متان باغ
 وقت چنیں میوه پرو کرد متاب دزد و ابر جهاں غرق آب ^{بسی}
 ابر در افتان شه دریا نوال ابرش خود را ندیدار بجلال
 آب فراخ همه را تا به گنگ و آمده لشکر همه از آب تنگ
 لشکر ابنوه چو دریا بجوش سیل ز جنبیدن آن درخوش
 بود سراسر زمین از آب پر هم ز هوا سوخته می شد شتر

گرچہ کہ بود آب و آتش تا شکم
 پای ستوراں بہ زمین رشتہ
 بود بہر جا کہ نزل سپاہ
 خیمہ لشکر ہمہ بر روی آب
 بکرم فتح در آن راہ دور
 خان جہاں حاتم غفلت نواز
 از کف جو دو کرم حق شناس
 من کہ بدم چاکر ادیش از آن
 باز چنان بخشش چاکر فریب
 در او دہم برد لطف چنان
 غربت از احسانش چنانم گزشت
 در او دہ از بخشش او تا دوسال
 من پے شرم خداوند خویش
 ماور من سپہ رزن سبھ سنج
 روز و شب از دوری من بقرآن
 در غم و زاری ز جدا ماندنم
 گرچہ دلم ہم ز غمش بود دریش

اسپ نکرد آتش خود پہنچ کم
 گاوزیں را ستم شاں سر شدہ
 تنگی جو بود فرسخی گاہ
 رہست چو دریا کہ بر آرد جباب
 سایہ فشاں شد بحد کینتور
 گشت با قلع او دہ سرفراز
 کرد فرہم سپہ بے قیاس
 کرد کرم زانچہ کہ بدیش از آن
 بندہ شدم لازمہ آن رکیب
 کیست کہ از لطف تباہد عیاں
 کم وطن اصل فراموش گشت
 پہنچ غم و نالہ نبود از منال
 رفتہ ز جلے خود و پیوند خویش
 ماندہ بدہلی ز فرستم برنج
 سوختہ داغ من خام کار
 نامہ نویساں پے خواندنم
 چند گے راہ ندادم بخویش

چو کشتش سینه ز غایت گزشت با عثه دل ز نهایت گزشت
 حال خود و نامه امیدوار باز نمودم بخداوندگار
 او خود از آنجا که بزرگیش بود خردی من دید بزرگی نمود
 داد اجازت برضای تمام تا نهم اندر ره مقصود کام
 خرج ز نم زان کف دریا اثر گرم رواں کرد و دشتی زر
 تا ز چنان بخشش نفلس پناه شکر کنان پای نهادم براه
 شوق کشان کرد گریبان من گریه زده دست بدامان من
 حامل خوں کرد عسیم مادرم زاده عیس بود براه اندرم
 قطع کنان راه چوپیکان تیز بانک چو تیر آمده اندر گریز
 یک مہ کامل بہ کشیدم عنان راه چنین بود و کشتش آن چنان
 همچو مہ عید خوش و شاد بهر در مہ ذی القدر رسیدم بشهر
 خندہ زنان همچو کل بوستان چشم کشادم بر رخ دوستان
 یافتم از لذت دیدار کام وز بزم مقصود شدم سیر جام
 مرغ خزان دیدہ بہ بستان رسید تشنه بسر چشمتہ حیواں رسید
 مرده دل ز حال پریشان خوش زنده شد از دیدن خویشان خوش
 دیدہ نهادم ہزاراں نیاز بر قدم مادر آرم ساز
 مادر من خستہ تیمار من چون نظر افکند بدیدار من

پڑھ زوے شفقت بر گرفت اشک نشاناں بہر دم در گرفت
 داد سکونے دل آشفته را کرد و فائدہ پذیرفتہ را
 بعد روزے کہ رسیدم زرا ز آمدنم زوہ خب شد بشاہ
 حاجے آمد بتا بندگی داد نویدم بصف بندگی
 خاتم و برگ شدن ساختم محمد تے تان پیر دا ختم
 رفتم و رخسارہ نہادم بخاک تن ادب موز و دل اندیشہ ناگ
 نقش طرازیہ کشادم ز بند کردش نشا و بیابانک بلند
 شہ کہ در چیدہ من دیدہ تر مہر بچید از ندماے دگر
 داد باحسان رہے بر درم جاگی خاص و و بدرہ دم
 یافتم اندر محل اختصاص مرتبہ در سلک ندیان خاص
 چوں دلم از فیض و کرم شاد کرد خانہ فخرم بزر آباد کرد
 گفت کہ لے ختم سخن پرور ریزہ خور خواہیچہ تو دیگر
 از دل پاکت کہ ہنر پرورست ۲ ہمت مارا طلبو در سرست
 کر تو دریں فن کنی اندیشہ چست ۳ وز تو شود خاستہ من درست
 خواستہ چندان رسانم ز گنج ۴ کر پیے خواہش نہری پنج رنج
 من کہ عطاے شہم اس قرۃ ۵ سجدہ کنان پیش دویدم چو با

گفتش اے تاجورِ جمِ جناب
 منکہ بوم داعیِ مدحت طراز
 چوں تو دہی حاجتِ ہر منطے
 باغ نہ از گل طلبہ رنگِ بوسے
 شہ کہ جہاں بندہ فرمانِ دوست
 حاصل از طبعِ کثر و فکرِ مست
 گر غرضِ شاہ بر آید بیاں
 بندہ چون نمود بشاہِ زمین
 شاہ زباں را بہ سخن بر کشاد
 گفت چناں باید مے سحرِ سخن
 جسمِ سخن را بہنرِ جاں دہی
 نظمِ کنی جملہ سحرِ زباں
 تا اگر مہجورِ آرد ز پائے
 ایں سخنم گفت و گنجورِ جو
 برد مرا خازنِ دولت چو باد
 من شدہ مخصوصِ بچہ چنیں
 نے قلم را از ہنر بہرہ

بختِ نیدہ چو تو شاہِ پنجوب
 تا چو توئی را بمن آید نیاز
 حاجتِ تو چیست بچوں من کسے
 ابر نہ از قطرہ بود آبِ جو
 کہ بمثلِ جاں طلبہ زانِ دوست
 نیست مگر پارسیِ ناوِ رست
 دواتِ من رے نماید بیاں
 عذرتی مانگی خوشتر
 قفل ز گنجینہ گو ہر کشاد
 کز پے من رے نہ پیچ ز رنج
 شرحِ ملاقاتِ دو سلطانِ دہی
 قصہ من با پدرِ مہرِ بیاں
 آیدم از خواندنِ آں دل بجا
 از نظرِ لطف اشارت نمود
 مہرِ زرو خلعتِ شاہیم داد
 مایہ بدتم نہ و سودے چنیں
 نے ورقم را ز گھر مہرہ

از دیشته با همه شرمندگی	آدم اندر وطن بندگی
نخم شده از بار کرم گردنم	فرض شده خدمت شته گردنم
گوشه گرفتم ورق دل بست	عقل سراسیمه و اندیشه مست
رُے نهان کردم از ابناء جنس	نے غلط بلک نخ و از جن و انس
آب معانی زدلم ز اوز و دود	و تش طعم لبتم داد و دود
چوں بتوکل شدم اندیشه سنج	سینه خاکیم بروں داد گنج
خامه بیارست سخن را جمال	پرده بر انداخت عروس خیال
جمله خط را ز سر پرده یافت	واں ز زبان قلم و در شکافت
من زده بر عرش ز فکر ت علم	محرم کرم شده لوح و قلم
خو است مدد خاطر اندیشه را	زیں سه هنر سنج و معانی فرا

سخن از وصف قلم آنکه بلوح محفوظ

هست اول صفتش ما خلق الله بخواں

سوی قلم دست کشیدم نخست	کاؤل از و شد خط هستی و نیست
را ند نخست ازید قدرت بروں	کرده رقم بر ورق کاف و لوں
سلسله جباں شده در باب علم	داشته سر بر خط ارباب علم

پیش خطایش نه اندر زبان	علم جهانش همه طرف اللسان
آن نویسنده بود نه از د	ورز لاله زاد بمعنی از د
روز و شب از خوردن و در چرخ	بر ورق اهل هنر کرده داغ
دستگهی یافت بهر کس که هست	در هنر از بس که رواں کرد دست
راستی او همه را دستگیر	رست بهر دستگهی همچو تیر
نامه سیه کرد و لے با خبر	گفت خبر بر همه از خیر و شر
هم بسیار بی و سپیدی علم	هم زده در خشکی و تری ^{کافور سیاهی} قدم
گر چه همه جدا کنندش ز بر	در طلب صوف تراشیده سر
در دل شب کرده بیک پایام ^{دوست}	راکع و ساجد شده در هر مقام
طرفه که در عین قیاش سجود	پیش بنوده بقیاش قعود
گر همه سر زیر کند یا ز بر	روزی او یک شبه با صد هنر
یافته در ظلمتش آب حیات	سر زده در رفته و رون دوات
خوانده شده بر همه خوانندگان	دوده او قبله دانندگان
وز دم او مشک بصحر افراخ	آهوی مشکین و سرش بادوشاخ
تیغ گهر بار از د و در تراش	تیر سپهر دار از د و در تراش
بلک ز شمشیر رسیده بحرف	کرده سر اندر ره شمشیر صرف
کش چو نگیرند بفیقه زدست	آب سیه خورده چنان گشت مست

ورمبل خفت بجای که خواست	خفته نخیزد مگر از دست راست
در بصر برآمده چوں مرغ باغ	نغمه بلبل زده از نول زراغ
قارچکاش گشته ز منقار او	تا همه قاری شده از قار او
خوانده و را تیر سپهر از صواب	نام قلم نیزه خط خطاب
ور زدم این خامه بسوای خام	مجره سوخته دل مرا بکام

صفت مجره کو که چه سیه دار دل

آں سیاہی دلش مایه علم ست بیاب

سوخته دود فرانش قلم	و آب حیات و ظلماتش بهم
مطبخ سودا و درون حجره و ش	روزش از سوس درون و کوش
هم درق از روزن او برده دود	هم بستم از مایه او کرده سود
زاده ہیں دوده او هر زمان	هر خفش بر سر خود دود ماں
دیک خوش نختن سود و زیاں	خامه چو کفگیر میت براں
خانه روین و زنجوش ستون	گشته بروں و شون تار از درون
دیده چنین نادره کس در جہاں	خانه بجا ماند و ستونش رواں
کرده چہ شرف بصد نیکوئی	چوں چه بابل همه پر جادوئی
کس نہ کشد سایہ کہ در چہ نشست	سایہ ایں چه بہ کشد هر کہ هست

کرده درو خامه مصری پناه یوسف مصر آمده در قعر چاه
 مکملہ دیدہ روشن سواد میل درو خامه و کلش مداد
 بسکہ فروں یافتہ زرقِ قلم آبِ سیہ راندہ بفرقِ قلم
 شستنِ او با ہمہ دانندگان رفتنِ او جانبِ خوانندگان
 ہرچہ سوادِ ورقِ مشکش حل شدہ چوں آبِ دینِ دیش
 در شکمِ از خشکِ ترشِ مایہِ بیش کردہ قناعت بہ تر و خشکِ خویش
 بلکہ شکمِ کردہ پراز بیش و کم ماندہ دہاں باز بر اے شکم
 گہ گے از زحمتِ مشکِ بناب دافعِ مشکیش دوسہ قطرہ آب
 معتبرِ عالم و جاہل شدہ گرچہ دروں تار و سیہ دل شدہ
 من چو ازیں حقہ کشیدم قلم ہرزوم از مشکِ بکاغذ علم

صفتِ کاغذِ سیمیں کہ پے دو قلم

سیم سوزے شود و نقش برآرد بریاں

کاغذ شامی نسب و صبح و ام آنکہ شد آرشِ نصیحتِ ز شام
 سادہ حریرے و وصلش ز خویش با قصبِ خزشندہ پیوند خویش

نامے حریر آمدہ اندر نور
 آمدہ اجزائش فراہم ز آب
 بسکہ شد از کوبش بسیارست
 گے بود از دستہ تنیش گزر
 گے خلہ سوزنِ مسطر کشد
 گے ہدف تیر شود از ہوس
 گے کند اندر کلبہ شہ نشست
 برزدہ از روے سپیدی علم
 نام خدا یافتہ بروے گزر
 عاشقِ خطائے ترا دراصل
 باخطِ عارض نگزارد وفا
 پہنچ گے از حرف نداند گزشت
 حرف بحر از قلم آرد سخن
 ہر کہ گے قصہ فرو خواند پس
 کار کشائے ہمہ ز اسرارِ خویش
 قدر گراں یافت لیکن سبک
 طرفہ حریرے کہ تو اس خبرو کرد
 لیک پر گندگیش ہم ز آب
 پشت دوتا گردش از یک شکست
 گے دہد از تیغ بمقراض سر
 گے کشش رشتہ دفتر کشد
 الغرض از دوستی کلک بس
 تار قمیے یاد از اس سر نشست
 لیک سیہ روے شدہ از قلم
 زبش ہو سند و نندش بسر
 مے بریش گردن و در بند وصل
 گر چہ کنی بند ز بندش جدا
 حرف رواں نہ و نتواند گزشت
 لیک بہ پیچہ ہمہ بر خوشبخت
 عاقبت الامر بہ پیچہ اند پس
 پیچش او از خود و از کار خویش
 و اس بسکہ ہم ز فراج تنک

خامه که صد نامہ پیلے نشست
 علم جہاں را ہمہ بروے نشست
 آنکہ ہمیں مسرہ او با گہر
 دآنکہ کہیں پیش او با شکر
 آئینہ دیدہ صورت گراں
 صورت ہر نقش کہ جوئی در آن
 من چو بریں آئینہ رونماے
 مورچہ ریختم آئینہ زائے
 ہمت مردانہ بہ بستم بکار
 ریختم از خامہ دُر شاہوار
 باز نیامد قلم تا سہ ماہ
 روز و شب از نقش سقید و سیاہ
 تاز دل کم ہنر و طبع مست
 رہت شد اس چند خط نادرست
 ساختہ گشت از روش خامہ
 از پس شش ماہ چنین نامہ
 در رمضان شد بسعادت تمام
 آنچہ بتایخ ز ہجرت گزشت
 یافت قراں نامہ سعیدین نام
 سال من امروز اگر بررسی
 آنچہ ششصد و ہشتاد و ہشت
 از پس شش ماہ چنین نامہ
 زیں نمط آراستہ بکرمی چو ماہ
 بود نہ ششصد و ہشتاد و ہشت
 رہت بگویم ہمہ شش بودوسی
 تاجو شود خاص خداوند خویش
 باد قبول دل دانائے شاہ
 ایس غزل بندہ بخواند بہ پیش

غزل

باز ابر تیرہ از ہر سوے سر بر می کند
 سبزہ را در ہر چمن بر آب دیگر می کند
 گرد بر می آید از عالم کہ از اماک ابر
 کماہ بخشش عالمے را در زماں ترمی کند
 سر بہر باغی دروں کردندستان عیش
 سر و من تا در کہ امی بلخ سر بر می کند

ابر کردم چشم را کاں لاله رنگین من
 ماؤ تنہائی و روزِ ابر بارانی ز اشک
 ابر بر من می بگرید کیش حیاے بہت قرب
 خلق گوید در و خود را گوسے تا در ماں کند
 شش سوارے ہر زماں کا نذر دلم می بگری
 دیدہ کن خاکِ رت سرمہ کندانی کہ چست
 چشم من ہر چند افزوں تر ہی بار و شکر
 وقتِ باران خوش کہ میبارد گمے در خوش
 بیشتر در روز باران مے بسا غمی کند
 اے خوش آنکس کو خوشی با آن سہمی کند
 خندہ دزدیدہ ہیں کنزِ بر چادر می کند
 من ہماں گویم وے از من کہ باور می کند
 صد غبار از سینہ خاکیم سر بر می کند
 از غبار انگیزی تو خاک بر سر می کند
 ایں غبارے را کہ من دارم فروں تر می کند
 ماہر اے چشم خسرو پیشِ دلبر می کند

ذکر باز آمدن شاہ بدولت کہ شہر

ہمچو بر چلیں بقوس و قمر اندر سرتال

صبح دماں چو علم آفتاب
 خنجر کہ مہ گشت نہاں در پرند
 رخ طلب کرد شہ کا مکار
 کرد رواں کو کبہ فقیاب
 باد شد اندر سر ز زینہ نامے
 از روش پیل کراں تا کراں
 کرد بد روازہ مشرق شباب
 قبہ خورشید بر آمد بلند
 شد بیکہ چاشت بدولت سوا
 سوسے در دولت از ان فقہاب
 باد رواں گشت ہم باد پایے
 سر سہر اندام زمیں شد گراں

بسمک شد آوازِ جرسِ چندیل	هر طرفِ گشتِ گراں گوشِ پیل
بسمک علمِ هایِ سیه شد بماه	ماهِ نهانِ گشتِ درابرِ سیاه
یافت از آن ایتِ شترنگِ داغ	شد بر طوطیِ فلکِ پَرِ زِ داغ
صفتِ سپاه از علمِ سرخ و زرد	نسخهٔ دیباجهٔ نور و ز کرد
از علمِ لعل که بر چرخِ سود	طاسکِ نخِ رشیدِ پَرِ از خوں نمود
نوکِ سنان کرد بهالاکِ نذر	گشت کبوترِ بهواسیخِ پَر
در تیرِ پرچم که سنانِ گشتِ کم	نیزه شد از نوکِ سنانِ کاوِ دم
کرد سنانِ گاوِ فلکِ رازِ بول	شد ز دمِ گاوِ هوا گاوِ گول
شبه تیرِ چیرِ سیاه می چمید	اولِ شبِ صبحِ دومِ مید مید
بود در آن دایرهٔ شامِ گول	مردومِ دیدهٔ بسیا هی درول
تیغِ به پیرِ امنِ چرخِ شِ قطار	ابرِ یکِ قطرهٔ آبشِ هزار
بود بیکِ جلایِ صفِ تیغِ دیر	همچو نیتاں بلبِ آبگیر
بانگِ روار که برآمد بلند	غلغله در گنبدِ گردونِ فکند
پَره زده تیغِ زناں سهرِ سهر	پَرهٔ شایِ گشتِ کلیدِ نظر
زاں همه لشکر که زبیں می نوشت	کترهٔ کلِ مرکبِ زبیںِ پشتِ گشت
شد زبیں از لعلِ نقش و نگار	چون شکمِ ماهی و اندامِ مار
گرد که بر شد ز زبیںِ هر زماں	کاسهٔ جَل شد طبقِ آسمان

صحنکِ زرینِ سماندِ سفال گشتِ گلِ آلودہ چو چرخِ کمال
 ننگِ ساروے بجواں نہا گردِ زمیں بر شد و میدانش دا
 مقررہ بر بستہ ہر چایکے تازکناں بر سر ہر تازکے
 نشانہ سپاہ کہ ہم سود روے یافت ہم از سر ہر نشانہ مو
 کو کبہ چوں فلک آراستہ گردِ نظر تا فلکِ خاستہ
 شاہِ بدر و ازہ دولتِ ثنیت داد بدر و ازہ کشادگیہ فیت
 تو سن شہِ رازِ نثارِ افکناس گشتِ مکملِ بجوا ہر عناس
 نعل کہ زبشت بگو ہر دروں گوئی از آہن گہر آمد بروں
 پتھر کہ در چرخ شد از جالے خویش چرخ رواں گشت سر پایے خویش
 زان عجبے کو ز برش نمی گشت از عجبے خویش سرش نمی گشت
 شد چو عروس بہاؤ بہی جلوہ کناں پیشِ شکوہ شہی
 کوس خبر کرد گوش از خروش وز خبرش بے خبری یافت گوش
 بانگِ ہلِ خاست کران تا کران تعبید شد کاسہ گردوں دران
 نغمہ مطرب ز گلو گاہ ساز گوشِ نیوشندہ ہی کرد باز
 زہرہ دران انجمنِ اختران رام شدہ از دمِ رامشگران
 ماہ و شانِ چرخ زنِ پیائے کوب گشتہ بموازہ شہِ خاکروب
 شمعِ شکر و ششِ بزباں آوری سوئمہ جانما بجزارت گری

ملک بیا کو فتحِ بولعجب	پاں میں شانِ رسید از طرب
پیکرِ شانِ طرہ چو بالا فشانہ	صورتِ قہرِ تجریم بسانہ
گو کہ صورتِ نرِ مذہبِ لیک	چشمِ زدا ز دیدنِ سحرِ نیک
شاہِ بنطانِ آں کار گاہ	نرم ترین راند فرس را براہ
نرم ہی راند و غناں می کشد	تا بشرفِ خانہٗ دولت رسید
از ہم پیشِ فلک آوازہ یافت	خانہٗ دولتِ شرفِ تازہ یافت
رفت چو دربارِ گہ از بارگی	بندہٗ شدش بختِ بیکبارگی
بسکہ فشانہٗ مذہرِ سونشار	فرشِ زمیں شد ز درِ شہسوار
خاکِ نہاں گشت بدرِ شیں	کس نتوانست کہ بوسد زمیں
بزمِ بیارست شبِ بزمِ ساز	بست زمیں را بجو اہر طراز
جشنِ فریدونِ طرب گاہِ جم	تازہ شد از مجلسِ شاہِ عجم
از دلِ خواہندہٗ تبارِ ارجِ گنج	خواستہ می داد و ہمی بردِ گنج
از شبِ تارِ روزِ سحرِ تابِ نام	بزمِ نہ گشتش تنی از رود و جام
بادِ مدّاشِ بطربِ دستگاہ	رود ز نشِ زہرہ و ساقیش باہ
مطربِ اورا بنولے سرود	ایں غزلِ از آبِ واں تر بردود

غزل

عمرِ گزشتہ مرا باز کہ جاں باز آمد وز پسِ عمرِ من آں جانِ جہاں باز آمد

رہ وہ لے دیدہ و خارِ مرہ را کیس کن
 جاں کہ بگرختہ بود از غمِ ہجر اں بعدم
 جان من چشتم از اں کہ کہ بروے تو فتا
 ظن نبود ایں کہ ز خواباں دل من باز آید
 باز ناید دل من گرچہ بکویتِ صدار
 چوں بکوے تور و مخلق ہر آرد و فریاد
 ہر کسم گوید باز آئی از و تا بر ہی
 بندہ تحسرو ز تو دیدہ پوشید و رفت
 کہ خرا مان و خوش آں سر و رواں باز آمد
 خبر آمدنش آمد و آں باز آمد
 جز تو در ہرچہ تو اں دید از اں باز آمد
 تا ترا دید نہ کن کہ چساں باز آمد
 شاد ماں رفت و بفریاد و فغان باز آمد
 کانیک آں عاشق بیچارہ جاں باز آمد
 گردل این ست کہ دارم نتواں باز آمد
 چوں میسر نشدش دیدہ کناس باز آمد

سخن از ختم کتاب بخط خواہش خدا

کہ بچویند خط را بد رستی برہاں

من کہ دریں آئینہ پر خیال
 کس چہ شناسد کہ چہ خونِ خودہ ام
 ساختہ ام ایں ہمہ لعل و گہر
 تا نہم از فکرِ تنہایش
 بگر سخن را بنمودم بحال
 کیں گہ از حقہ بر آورہ ام
 از خوے پیشانی و خونِ جگر
 کہ بگر گاہ بہ پیشانیش
 ہر گہرے بیتے و کانے درو
 در تہ حرفش ہمہ بار کیست
 آب خضر در دلِ تاریکیست

رہست چو اندر دلِ شبِ مہتاب	حرفِ نشیمنِ خورشیدِ تاب
مورچہ را ملکِ سیلماں بکام	شپہ را مہرِ منورِ مدام
شبِ زکواکبِ علمِ افراختہ	گنجِ گہرِ درِ شبہ داشتہ
رومِ سخن را ز حبشِ داخال	ہر حبشی پیکرِ رومیِ جال
ہمچو بلائے ستِ بباکِ نما	ہر خطِ توحیدِ بریں لوحِ راز
چوں شبِ معراجِ پر از غیب	ہر رقمِ لغتِ رموزش بحیب
مردمِ چشمِ معانیِ یقین	نقطہ ہر حرفِ بزیبِ ترین
دارے جراحِ دہمِ بخیہ بُر	ذوقِ خیالاتِ زمستی پُر
پیش کہ بکشد ز دروں پردہ پوش	ہر غزلِ دشنہ عشاقِ کُش
بلکِ گزشتہ ز سہماتِ سبع	اوجِ معانی نہ بقدا طبع
تیرِ قلمِ کردِ سرِ خویش را	دید چو ایں مثنویِ بیش را
شد خوشیِ دل کہ چو جنتِ نوست	ہر یک ازین بیت کہ جنتِ نوست
حیف بود زو کہ یکے کم کنند	چوں سرِ خامہ بسترش خم کنند
کم شد و سرمایہ نمازش درت	من چو نکردم حدش از نخست

۱۴ یعنی ذوقِ خیالاتِ من از مستی بسیار ماند و او بے بیوشی جراحِ ست کہ بوقتِ دوغن زخمِ برہن
دہد و افسوں طرارِ ان ست کہ بوقتِ بریدنِ جیبِ دمنده ۱۵

۱۵ یعنی ہر غزلِ من دشنہ عشاقِ کُش ست و ہر بے آنکس کہ پردہ از دل بردار یعنی ہوشیار و صاحبِ شہ
باشد ۱۶ اش

گشت ضرورت که کنونش بقدر
 تا چو دریں بگری اے بشمند
 بیزش این حرف کن از فکر تیز
 و رز جل باز کشتا فی شمار
 خواہش از خامہ زبان گزین
 زانکہ خراشیدہ مردم بود
 اینت مبارک خلفہ نامہ را
 خامہ من گرچہ تراش افکنست
 ز باغ زبانی کہ بفرہماے
 ہم زبانی خشک بنا تم دہد
 ہر سخنے کز رقص یافت داغ
 زیں ہمہ سودا کہ فرو ریختم
 چند گم بود بدل کیں خیال
 بود در اندیشہ من چند گاہ
 چند صفت گویم و آبش دہم
 باز نمایم صفت ہر چہست
 بستم و دادم بامینان نقد
 بیش و کمش باز شناسی کہ چند
 خواں تو قرآن نامہ سعیدین نیز
 نصہ و چار و پهل و سہ ہزار
 آنکہ نہ کرد در قمتے کم ازین
 آہ کسے کش خلفہ کم بود
 وودہ ازین بہ بنود خامہ را
 زوچہ گہ ہا کہ تراش مست
 کبکے واں را بنزد زلع پائے
 ہم ز سودا آب جیام دہد
 طعمہ طوطی ست بمنقار زراغ
 چمیت ز معنی کہ ناگین ختم
 تازہ کنم ہر صفتہ را جمال
 کز دل دانند حکمت پناہ
 مجمع اوصاف خطابش دہم
 شرح دہم معرفت ہر چہست

بگفتم از جیب گهر ما به پیش
 طرز سخن را روش نو دهم
 نو کنم اندازه رسم کهن
 و رنگرم تاجچه در افشاندن ام
 آنکه به بنیم به هنر پیشتر
 آنچه هنر هست بگیم نگو
 کلِ بصر نو کستم از هر مداد
 اول از آنجا که برانگیزمش
 سکه خود زین من اندیشه را
 آنچه ز سر جوش دل نقش بند
 موی بمویش به هنر بنختم
 وصف نه زان گونه شد از دل برو
 زین پس اگر عمر بود چند گاه
 رنگی یاد ت ندیم خامه را
 کاچه همی شد بدلم خار خار
 گرچه شه از بس چنین نامه
 کرد نگوئی که نگوئی کنند

تاج خودش سازم و دامان خویش
 سکه ایس ملک تجرود دهم
 پس روی پیش روان سخن
 تا بچه ترتیب سخن را نده ام
 کوشش آن راه کنم بیشتر
 و آنچه جز این ست بگیرم ازد
 نور بصر نو کنم از هر سواد
 بر کستم آنگاه فرو ریزمش
 تمانه نشانم نه نشینم ز پا
 معنی نو بود خیال بلند
 پنجه و سنجیده در و ریختم
 کان دگرے را بدل آید که چو
 کم هوس آید به سفید و سیاه
 ساده ترین نقش کنم نامه را
 یافت درین گلشن رنگین نگار
 داد مگر می بینگامه
 بر چو منی آنچه تو گوئی کنند

نرپے آں شد قلم سحر سنج کرپے ایں مارشیم بہ گنج
 منکہ نہادم ز سخن گنج پاک گنج ز راند رنظم حصیت خاک
 گرد ہدم تا جور سر بلند ورتواں بازہ دریاف کند
 ورنہ ہر زان خودم رائگاں رنجہ نکر دم چو تہی مانگاں
 یک جوازیں فن چو بدماں نہم وہ کنم آں را و بصدق دہم
 شیرم ورنج از پے یاراں برم نے چوسک خانہ کہ تماخوم
 ہرچہ کہ پناہاں کنی از محراں سنگ ہماں باشد و گوہر ہماں
 مار کہ گنجش بود اندر مفاک حاصل اوصیت از اں گنج خفاک
 زیں ہمہ شربت نہ بدار کردہ ام کاب دریائے کرم خوردہ ام
 ہر ہمہ دانند کہ چندیں گہر کس نہ فشانہ بدوسہ بدرہ ر
 ورد ہدم گنج فریدون و جم ہدیہ یک حرف بود بلکہ کم
 کام ازیں نامہ عنوان کشاے نام بلندست کہ ماند بجائے
 کانچہ درین ست چو بیند کسے یاد کند از من میکس بے
 ہر صفتے را کہ بر انجختہم شعبہ تازہ در وختہم
 مور شد م بر شکر خویش و بس ورنزد م دست بجلوے کس
 گرچہ در چیدہ بے دیدہ ام مہرہ نخیں کر گہرے چیدہ ام

لے یعنی ایں کار (شاعری) از براے طبع نہ کردہ ام کہ قتل مار بر گنج نشیم ۱۲

نیست ز کس لولولے لالے من
 نکتہ من گوہر کان من ست
 وز د نہ ام خانہ بُردیکرے
 مایہ ہر دزد کہ در عالم ست
 ہر چہ کہ از دل در یکنوں کشم
 زانکہ نگہ می کنم از ہر کراں
 قلب نے چند ہر گوشہ ہست
 نقب نہ صحیح نہ ان مرا
 دزد متلع من و با من بچوش
 خانہ فکر ہم ہمہ روزن کنند
 نقد مرا پیش من آرند رات
 شرم ندارند و بخوانند گرم
 طرفہ کہ شان دزد من از شرم پاک
 باز کشانید خیالے کہ ہست
 پرفن شان گرچہ رومای دہ
 آنکہ دریں گنج نہاں جو ہری
 دُر کہ نقد ز افسر شاہ جہاں
 زرف بہ ہیں در تہ دریائے من
 زان کسے نیست از آن من ست
 خانہ کشادہ ز در دیکرے
 گرچہ فزون ست ب قیمت کم ست
 زہرہ آن نیست کہ بیروں کشم
 ایمنم نیست ز غارتگر اں
 کز ز من پارہ دہندم بدست
 مرغ شدہ ریزہ خوان مرا
 شان بزباں آوری و من خموش
 جستن جنت ہم از من کنند
 من کلم جنت کز آن نہاں ست
 با من و من پیچ نکوم ز شرم
 صاحب کالا من دمن شرم پاک
 در چہ کشانید ندانند بست
 سستی ہر بیت گوامی دہ
 باز شناسد کہ گہ زان کمیت
 سفلہ اگر یافت نما نہاں

کے شود ایں مایہ از آن کسے گنج نہ گنج بدہان کسے
 درخور ہر لب نبود ایں زلال کیست کہ اینجا برسانہ خیال
 جلوہ گر من کہ رخ آرہست ست جلوہ کناں پیش تو برخواست
 درنگر از مقنعہ تا دمنش عاریتے نیست بہ پیرا ہنش
 زیور نو کردہ نگار چینیں نغز بود دیدن یار چینیں
 لیک بہ نظارہ کہ زلف و خال ہدیہ او شرط بود در جال
 پیش نگوینک گو بد ز پس ہدیہ ایں دے بہن ست و بس
 و رچہ ترا گفتن بد فن بود آں بد تو نیکوئی من بود
 آنکہ بہ نقصان خیال من اند جملہ گواہان کمال من اند
 بر ہنر آید ہمہ را گفت و بس بے ہنراں را نہ کند یاد کس
 در سخن افتد ہمہ اپہیچ پیچ چوں سخن نیست چہ گویند پیچ
 چوں عمل لازم صورت بود نیک بد خلق ضرورت بود
 آنکہ ورا در سخن آوازہ پیش زخم زتاں ہرے از اندازہ پیش
 ہر گل و خارے کہ رسد زین خراں نے خوش از اں گرم نے رنج زراں
 ہر چہ شایش کند مرد ہوش گر چہ بود راست نیارم بکوش
 زانکہ چو زین فن بغرور اوقتم ترسم از ایں مرتبہ دور اوقتم
 چرب زبانی نہ بود سود مند طفل بود کش بفرہی بقند

آنکه شناسنده این گوهر است
 و آنکه به تقلید نشست اندرین
 مردم دانا که بود نیک خو
 و آنکه به بدگفت گرفت ست خو
 بدنتوان گفت نکور اچونیت
 هست اگر سکه نیکو نیش
 ورز بدی خال بود بر خدش
 گیر که پوشی همه عیش به زور
 باز کسے را که حدره زند
 گر مثل صد هنر آرم ز عیب
 از هنر خود همه کس دم زند
 جوهر هر مرد که در عالم ست
 کم نه زند مرد کسے را و لیک
 صد سخن راست نه گیرد به پیچ
 گر به ازین نیست که سفتنش
 در کم ازین مایه رسیدش ز غیب
 گر همه نفرین کدم در خور ست
 نشنوم ار خود کدم آفرین
 نیک شنو گفت بد از دے سچو
 نیک نگوید که نیاید ازد
 یابد و یانیک بروں از دوست
 نیک نگویند چو بدگویش
 خود نتواند که پوشد بدش
 چند توان داشت نهان چشم کو
 زخمه درین ره نه یکے ده زند
 پیچ بچکابه نکند جز به عیب
 آنکه کم ست او همه را کم زند
 کم زن او از زن حاض کم ست
 بد همه جا بد بود و نیک نیک
 یک تم که کند انگشت پیچ
 عیب بود عیب کسان گفتنش
 طفل ره ماست نه طفلان عیب

من بد کس ناورم اندر زبا
 و آنچه بود درست ندارم نہاں
 چونکہ جہاں پر خدایت خوش
 روے نمی تابدم از ہیچکس
 گرمی دل نیست چو حاصل مرا
 سرد شد از آب سخن دل مرا
 تلکے ازیں شیوہ بہ تنگی شوم
 بے غرض آماجِ خدنگی شوم
 نام گدائے کم اسکندرے
 خلعتِ عینی فکرم بر خرے
 محتماند دریں روزگار
 مس بزر اندودہ ناقص عیار
 کور دل از دولت کو تہ نظر
 دولتِ شاں از دل شاں کو تر
 گوش کرانی ہمہ ناموس جوے
 سفلہ و شِووں صفت و تنگجوے
 لازم شاں گشت ز نقصانِ شو
 کو تہی چشم و درازیِ گوش
 حاتم و رستم شدہ در جلے لاف
 چون زنِ حائض کہ بود و صاف
 بے کرے مرتبہ کوشی کنند
 بے کرے نام فروشی کنند
 خورده بدرویش نیارند پیش
 پیش رسانند بدجا کہ پیش
 شاخ گلے تحفہ مرا دراکند
 کز پے غیش تقاضا کنند
 گر گسے باشد و شاں خواں نشیں
 سر کہ دہند و طلبند انگبیں

۱۷ یعنی ہرچہ کسے گوید مے شنوند و از کوتاہ چینی خود امتیاز حق و باطل ندارند ۱۷

۱۸ یعنی سرف حق بھدار نمی رسانند و بغیر مستحقاں مے دہند ۱۸

۱۹ یعنی شاخ گل پیش کسے تحفہ برند و بعض آں باغ خواہند ۱۹

بیش ستانند و دہند اند کے تانہ ہی دہ۔ نہ ہندت یکے
 گر برسانند مثل برگداے یک دے دہ طلبند از خداے
صفتِ خاتمہ و قطع تعلق کردن
 از پے آخرہ صحبتِ اربابِ جہاں

بروز سرمایہ خود مند خلع بدرہ دینار لبا جہد لے
 گفت کہ بپذیر و عطاے بکن تا شود م بیش دعاے بکن
 پیر بفتش کہ چو پیشت ہو است انجہ کہ کم میکنی از خود خطاست
 گفت بدو منعم سود آرمای کا پنچہ دہم سود بجویم بجای
 مرد پذیرندہ بخواب خورد ق بدرہ بدو داد کہ لے نیک مرد
 باز پذیر این ز چو من فطسے زانکہ تو فطس تری از من بسے
 چوں ہمہ میل تو بہ پیشی درست ایں کم تو ہم بتواولی ترست
 آنکہ ندارد صفتِ مردمی نیست بر آدمیاں آدمی
 خاصہ کسانیکہ بہمت کم اند ظنِ بزم کز نسب آدمند
 ایں سخن چند کہ بخوابست است شاعری نیست ہمہ رہت است
 گرچہ چنین رہت نباید نہفت رہت بسے بہت کہ نتوانش گفت
 یک بخوابش چو مرانیت را ق جز بخدایا بدر بادشاہ
 ہرچہ بگفتم ز کسم باک نیست ز ہر نحو مردم غم تریاک نیست
 نیت آں دارم ازین پس راز کز درشہ نیز شوم بے نیاز

پشتِ نجویم نہ پنا ہے زکس
 تا بطمع بر در ہر کم ز نے
 خسرو من بگزارا زین گفتگوے
 چشم تو از عیب تو دیدن تہیست
 چشمِ بخود باز مکن چوں خناس
 چیست نظر سوعے خود انداختن
 زین دوسہ اوراقِ فرخِ فرد
 تاکہ ازین مایہ بے پانگہاں
 چوں جرست چند فغانِ تہی
 کامِ جلاجل کہ ہاں تنگیست
 زورِ جوانی برہ آورد پایے
 نامہ ہستی بسوادے گزشت
 شد ہمہ عمرت بشمارِ جنیں
 ہر چہ دریں تختہ قلم نقش لبست
 سوخت دلم زین رقمِ دو دوام
 چوں بخداوند کنم رے و بس
 ننگِ خیساں نہ کشد چو منے
 نیکی خویش و بد غیرے مگوے
 از دگرے پرس کہ عیب تو چیست
 بیس سوعے خود لیکِ چشم کساں
 صورتِ خود قبلہ خود ساختن
 چند تو اس نازش ہیودہ کرد
 بانگِ برآری چو فرو مانگاں
 خشک بانی و میانِ تہی
 بانگِ نفیرش ز سبک سنگیست
 دزد تو زفت ایس فنِ اندیشہ زلے
 عمر بہ پیودنِ بادے گزشت
 وہ کہ جنیں عمرے و کارِ جنیں
 زان ہمہ جز با دنیا مد بست
 پختہ شدی دیے سوداے خام

۱۔ مراد از جلاجل زنگولہ ہاست کہ در گردن چوپایاں اندازند و دہنِ شان تنگ باشد ۱۲

۳۔ پختہ شدی لے پیہ شدی ۱۲

۴۔ دودہ و ام سیہ خام ۱۲

سرمربی باز نبردی دریغ	راہ بجائے نہ سپردی دریغ
ز انجہ بگفتی بخط و صواب	چونت سپرند چہ گوئی جواب
از پئے نلمے کہ مبادش امید	نامہ سید کردی و دیدہ سفید
گر چہ شد آوازہ بچسب کبود	چون تلخ شدی نام بلندت چہ سود
صور قیامت کہ بر آید بلند	نام بلندت نہ بود سود مند
ایں رقم امروز کہ سوداے تست	سلسلہ گردن فرداے تست
چند پونی ورپے ایں ترہات	چند بغلت گز رانی حیات
گیر کہ نظم سخن از در کند	پس بدروغے چہ تفاخر کند
یک ہزار دولت آرد فروغ	رہست بگویم کہ نگوی دروغ
حاصل تزدیر کم و کاستیت	رستن مرد از سبب راستیت
برستی آدر کہ دروغت بے ست	ہر کہ چنین ست چکوئی کہ ست
تا بود اندر فن شہرت ہوس	جز بدروغت نہر و نام کس
پائے از بس اترہ یک سوسے نہ	پشت بدو کن بخاروسے نہ
پہچ خبر داری از اندیشہ	کاوردت باز بہر پیشہ
پہچ نگوی بکس از ہماں	پہچ نگنجد بدلت جز ہماں
از ہمہ جاد دل بکراں داشتہ	ہمت دل جملہ بر آں داشتہ
بس کہ دلت گردد از اندیشہ ہول	تا سنخے را ز دل آری ہرول

چوں نگری حاصل چنید گزند بیدہ باشد و ناسودمند
 ایں قدر اندیشه خاطر زدے گر شود صرف بیادِ خدای
 گرچه نہ در عالم رازت برد بارے ازیں بیدہ بازت خرد
 جان و دل غائب تو از حضور دور نباشد کہ نباشند دور
 کیست کہ آنجا شد و کارے نیت کیست کہ آن در زد و بارے نیت
 صدق دریں مرحلہ یارِ قویست مگر ازیں کار کہ کارِ قویست
 ہست چو در سکہ پیریت روئے ترک ہو سہاے جو انماں بگوئے
 شعرچہ بادست نہ باد بہار بادِ خزانے کہ بر آرد غبار
 کم کن ازاں باد کہ گرد آورد و آخر کارت دم سرو آورد
 پیشہ خموشی کن و دمساز شو بلبیل باغ آمدہ باز شو
 ور ہوں مشنویت در دلست حل کنم ایں بر تو کہ بشکلست
 در روشے کز تو نیاید مرو گفت بدم مشنو و نیکو مشنو
 نظم نظامی بہ لطافت چو دُر وز دُر او سرب آفاق پُر
 پس چو تو کم مایہ بسیار لاف دُر شمری مہرہ خویش از گراف
 چیت دراں کم کہ بچویش باز تا چہ نہ گفت ست کہ گویش باز
 پختہ از و شد چو معانی تمام خام بود پختن سوداے خام

زین و خیالی کہ ترا کثر ترست
 بگزرا زین خانہ کہ طبع تو نیست
 کالبدے داری و جان اندرست
 تا بود این سکہ عالم درست
 بہ کہ دین حبش طبع آزماے
 گفتہ اورا شنود گوش باش
 سحر و رانے کہ درودیدہ اند
 ثنوی اور ہست تیناے بگوے
 ایں ہمہ ز انصاف نگر زورست
 گر نہ بدی ایں نمط جاں نواز
 یک چو سر ہا ہمہ زان بو خوشست
 تا بود آوازہ قمری بساغ
 آنکہ چشیدہست مے خوشگوار
 جستن آں مایہ خیال گزشت
 دین بہ بار یک پایے نیست
 ہرچہ تو دانی بہ ازاں اندرست
 برتن تو کے بود ایں شہت
 سر نہی اول و انگاہ پایے
 گفت مرا بشنود خاموش باش
 خامشی خویش پسندیدہ اند
 بشنوش از درود عالمے بگوے
 گر تو نہ بینی دگرے کورست
 بو کہ دلم را بتو بودی نیاز
 عود تو آں جاعلف آتشست
 کس نہ ہد گوش با و از زاغ
 در دگشہ در دسار و خار

۱۲ لے کثر ترے کج معنی بیودہ ۱۲

۱۳ لے ایں سکہ لے ثنوی نظامی ۱۳

۱۴ حضرت امیر خسرو دین اشعار فرودینی نے لکند کہ در مقابلہ مثنوی نظامی مثنوی تو چہ خیرست ۱۴

در ہوست می نہ گزارد عنان ق می کشت دل بہ خیال چنان
 کوشش آں کن کہ دریں راہ تنگ زان گل تر بوی ہندت بہ تنگ
 از پے بخشش بجز آرزوے یک غایت ز بزرگان بجوے
 رنج نہ بردل گویاے خویش یک دجوئی ز گویاے خویش
 سوز سخن را نہ بخامی طلب پختگیں ہم ز نظامی طلب
 سوز تکلف خس و خاکسترست پاشنی سوختگان دیگرست
 یک اگر پند من آری بکوش مصلحت آنست کہ مافی خوش
 چل شد و در نہایت اندشت پیش میں پیش کہ افتی نشست
 نوبت تو بہ ست گرانی مکن روے بہ پیری ست جوانی مکن
 در غفلت یاد جوانی دہد ق وز خوشی طبع نشانی دہد
 تن زن از ان ہم کہ کساں گفتہ اند ہر چہ تو کوئی بہ از ان گفتہ اند
 نوبت سعدی کہ مبادا کن شرم نداری کہ بگوئی سخن
 ترک ہوس گیر و ہے پیش گیر رہ بسوے مصلحت خویش گیر
 آں کن و آں ساز کرین کو چگاہ چوں بڑی توشہ بخوئی براہ
 تا کہ بغفلت نہ نشانہ دینیز پیشتر از مرگ بغفلت گریز
 چند کنی خواب دریں رہگزر خواہ گمت بہت بجائے دگر

یک نفس زیرِ زمیں ا رہوش بنگر و پوشیدہ بر خود مہوش
 مرجمتے نیست جہاں را چناں کامدہ را تا فت ز رفتن غناں
 ناگہ ازین خانہ سفر کردنی ست شربتے از جام اجل خودنی ست
 گرچہ کسے زندہ نما مذ بے زندہ جاوید بماند کسے
 خاک بے خوردنِ پاک را سیر نکردست کسے خاک را
 جاں بشتاب دل اسیر ہوس غفلت ازین پیش نکردست کس
 عمر چنیں آدمی بے بخر باد بسر کردہ کہ خاکش بسر
 ایں ہمہ بیداری ما خفتن ست کامدین مازپے رفتن ست
 رفتنیا نیم ازین راہ دور درچہ ظلمت نہ بصحرے نور
 گنبدِ گردنہ وفا کے کند ولے بروکیں طمع از دے کند
 زین گزر راہ رواں برگزر چوں گزرندہ است رواں برگزر
 ایں طبق گل کہ وفاز و کم ست کاسہ خوانش ز سرِ مروت ست
 بے نمک ست ایں فلک کاسہ دہش از نمک و چہ کنی کام خوش
 ناں دہت یک بخونِ جگر توہم از دترکن و انکہ بخور
 گر بودت خوش خورد بد خویش در نہد رنجہ مشوگو مباش
 تنگ مباش از پے عیش فراخ کاس بری از باغ کہ فیروز شاخ

ہرچہ رسد بیش خورد کم مخور
 و انچہ بہ قسمت بہ ازل زانست
 و انچہ قضا نیست بدان یافتن
 و رچہ بگردی ہمہ بالا و لست
 ہرچہ بجوی دنیا بی مرج
 چند چو موران سرا سیمہ گرد
 عاقبت آں مور بہر خانہ
 گرچہ کہ زر جانست مجویش بے
 جو بہر چہ پینہ کہ زمینہ تر
 جاں کہ ہمہ در پئے این خاک رفت
 طفل شود و فتنہ بریں خاک زرد
 ایں گل رنگین کہ فریب دلست
 عقل کسے رہست کہ گردش گشت
 تا حد سے میرسدت زیر خراس
 قرص جو آں کس کہ بدناں گند
 آنکہ شکیش بقناعت درست
 کاں بغذ الذت کاشش دہ
 ورنہ رسد ہم برسد غم مخور
 رنجہ مکن دل کہ بد امان تست
 گرچہ بجوی نتواں یافتن
 روزی از اں بیش نیابی کہ هست
 زانکہ خواہش نتواں یافت گنج
 کم خوری و بیش نمی بہر خورد
 جاں دہ اندر طلب دانہ
 و رہمہ عمرست مخواہ از کسے
 نیست ز زر، سیچ فریذہ تر
 پاکی آں کس کہ ازیں پاک رفت
 مردی آں کس کہ غوروش خورد
 ہر کہ فریش خورد عاقلست
 آخر از اں کونہ کہ آمد گزشت
 دل نکلن از پئے گندم در آں
 مردنہ آں کر پئے زرجاں گند
 قرص جواز قرص زرش بہرست
 دیں بطمع خست ہاشش دہ

مردِ ره از خود خورشاد جوست
 مور که بر سقف دود بقیاس
 مال چو جوی حشم نیستش
 ترک طمع گیر خود شرم دار
 دست مکن کفچه که روزی بست
 گرسنه ز آبی که درین تنگنای
 گر بود صدق که روزی ده است
 غره به نزدیک سلطان مشو
 هست و از زمین هستی خسته
 گرچه پرد بلبل بستاں بلند
 چند کشتی پیش ملک دست پیش
 گریه کنی هر چه بضاعت کنی
 تشنه بمیر آب زد و ناں خواه
 دل بقباعت نه و خورسند باش
 خور کن و آشام بخونای خویش
 دل ز وفا جوئی و دتاں بکش
 اہل محو گرد و جہاں زانکہ نیست
 گرز رش از ره نبرد رست
 پاش بلغزد چو در افتد بطاس
 بہرہ فزون از شکے نیستش
 تمانہ شوی چوں خجلاں شرمسار
 روزی از و خواہ کہ روزی ده است
 ناں ز ملک میطلبی نہ از خداے
 منت دشمن نہ کشتی پیش دست
 بلبل باغی مگس خواں مشو
 تا تو چہ باشی کہ کمی زو بے
 بازی طفلان شود از بہر قند
 تا ت ز کواتے و ہزار ملک خویش
 ملک تے داری چو قناعت کنی
 خوں خور و از خونچیشان ناخواہ
 مملکت این ست خداوند باش
 از پئے نانے چہ بری آب خویش
 خور و علف گاہ حروناں بکش
 ترک جہاں گیر و جہاں داکہ نیست

گوشہ نشین تا بخالت روند
 ہر ہمہ محتاج جالت روند
 راہ طلب در روش بیکان
 تار ہی از کن مکن مردمان
 بوم بویرانہ از ان شد زباغ
 تانہ کشد رنج لکد کوپ زباغ
 دُر کہ نہاں در صفِ آبی ست
 بیش بہا ز پئے کم یابی ست
 گل کہ بقدرش ہمہ عالم بہت
 در ہمہ جار دید از ان کم بہت
 چند چو بیچارہ تو بر ہر کس
 زود کنی روئے ز بہر خستہ
 بازِ سفیدی بہوا کن شکا
 زباغ نہ جیفہ بگر گس گزار
 چوں بریدی طمع از نا کساں
 مرد می نیست چو در چشم کس
 کل بحسب لگاہ ستوراں مبر
 لیک از ان جا کہ طمع خوشے ست
 از تن کا زرتواں شست داغ
 بیہدہ با تو جدے می کنم
 پیر خواصل نشود پیر زباغ
 بر چہ دیدم تو دودے بدست
 در نہ کشائی تو دے می زخم
 چوں تو چنین غافلے از کار خویش
 پند بے دادم و سودے شد
 من بروم بر سر گفتار خویش
 ایں سخن چند کہ از بہر سمع
 قند بے داد جگر کاہم
 طبع پر اگندہ من کرد جمع
 عمر بے رفت بہ گمراہم

بود که بس گریه بنگامه
 سر که بے هست شکر نیستش
 چوں سخن از لطف نشانے شد
 وصف براں گو نہ فرو رانده ام
 خال تکلف ز دمش بر جمال
 دیو بود یافته ره در بهشت
 عیب چنان نیست که نهفته ام
 چوں منم اندر قلب کان خویش
 هست امیدم که سخن پرور
 عیب یکے نیست که جویند باز
 خرده نه گیرند بزرگی کنند
 بار خدا با من غافل به از
 گر چه که امروز جمال من است
 هر چه درو شد رقم از خوب و بد
 عفو کن آن را که رضای تو نیست
 چوں کرم هست نذر جرم چه پاک
 گیر که سقتم در ناسقنی
 یا دکندم ز چنین نامہ
 جز صفت چیز دیگر نیستش
 کالبدش صورت جانے شد
 کز غرض قصه فرو مانده ام
 نغمه نماید مگر اندر خیال
 بستن پیرایه بخاتون بهشت
 کانیچه بگویند همه گفته ام
 معترف عجز به نقصان خویش
 چوں نکرند از ره بنش وراں
 چوں همه عیب است چه گویند با
 دنبه چنان نیست که گرگی کنند
 این ورق ساده که بستم طراز
 عاقبت الامر وبال من است
 این همه تقدیر تو بر من نوشت
 توبه ده از هر چه برائے تویت
 تیره نه شد بحر بیک مشت خاک
 یا سخن بود که ناگفتنی

چون تو شد این همه باخیز خیز
ہم تو کنی در دلِ خلقِ غریز
عیب شناساں بکسین من اند
بے ہنراں جملہ بہ کین من اند
تو بکرم عیب من عیب کوش
در نظر عیب شناساں پیش
سرمدہ انصاف بہر چشم سائے
بکر من آغاہ برایشاں نائے
دایع قبولی مکش اندر سرش
تا کند با حسنراں تبرش
بو کہ بر آرد بہ چنین نام نام
بر درش خدمت من دلا نام
در نظر شاہ مباد اکھسن
ایں غم ختم ہمیں شد سخن

عزل

نامہ تمام گشت بجاناں کہ می بُر
پیغام کالبد بسوے جاں کہ می بُر
ایں خط پر ز مہر لب کہ می بُر
دیں در دوسر بہر درماں کہ می بُر
ایں نامہ نیست پیرینِ کاغذین ما
پر خون دست ہجر بجاناں کہ می بُر
مائیم و شرط بندیش باہزار شوق
ایں بندگی بحضرت ایشاں کہ می بُر
زین تن مید چوں دل جانِ ماز
کشتہ شدیم قصہ سلطان کہ می بُر
گفتم بیا بگفت کہ دیوانہ گشتہ
اندوہ مورپیش سلیمان کہ می بُر
جاناں ما بہ ہجر تو ہر مونس کہمت
غم می بردے غم ہجران کہ می بُر

گفتی نگاہدار بفرمانِ خویش دل دارم ولے بگوئے کہ فوایں کہ می
 دروا کہ دل ز خسر و بجاہ می و آگاہ نے ز برون ل آں کہ می

شد سخن ختم قبولے کہ خدایش ادہ است

تا ابد باقی باد او مبادش پایاں

— م —

1415030 RR 891.5135

آخری درج شدہ تاریخ پر یہ کتاب مستعار
لی گئی تھی مقررہ مدت سے زیادہ رکھنے کی
صورت میں ایک آنہ یومینہ دیرانہ لیا جائے گا۔

4141

کچھ پڑھو

۱۔

۱۔ اگر کوئی شخص اپنے دل سے اللہ کی تعریف و ثناء کرتا رہے تو اللہ تعالیٰ اس کو اپنی رحمت سے نوازا کرتا ہے۔
۲۔ اگر کوئی شخص اپنے دل سے اللہ کی تعریف و ثناء کرتا رہے تو اللہ تعالیٰ اس کو اپنی رحمت سے نوازا کرتا ہے۔
۳۔ اگر کوئی شخص اپنے دل سے اللہ کی تعریف و ثناء کرتا رہے تو اللہ تعالیٰ اس کو اپنی رحمت سے نوازا کرتا ہے۔
۴۔ اگر کوئی شخص اپنے دل سے اللہ کی تعریف و ثناء کرتا رہے تو اللہ تعالیٰ اس کو اپنی رحمت سے نوازا کرتا ہے۔
۵۔ اگر کوئی شخص اپنے دل سے اللہ کی تعریف و ثناء کرتا رہے تو اللہ تعالیٰ اس کو اپنی رحمت سے نوازا کرتا ہے۔
۶۔ اگر کوئی شخص اپنے دل سے اللہ کی تعریف و ثناء کرتا رہے تو اللہ تعالیٰ اس کو اپنی رحمت سے نوازا کرتا ہے۔
۷۔ اگر کوئی شخص اپنے دل سے اللہ کی تعریف و ثناء کرتا رہے تو اللہ تعالیٰ اس کو اپنی رحمت سے نوازا کرتا ہے۔
۸۔ اگر کوئی شخص اپنے دل سے اللہ کی تعریف و ثناء کرتا رہے تو اللہ تعالیٰ اس کو اپنی رحمت سے نوازا کرتا ہے۔
۹۔ اگر کوئی شخص اپنے دل سے اللہ کی تعریف و ثناء کرتا رہے تو اللہ تعالیٰ اس کو اپنی رحمت سے نوازا کرتا ہے۔
۱۰۔ اگر کوئی شخص اپنے دل سے اللہ کی تعریف و ثناء کرتا رہے تو اللہ تعالیٰ اس کو اپنی رحمت سے نوازا کرتا ہے۔

